

Niti Shatak
Lahore

سکھ ساگر لاہور

اوم

مہاتما بھرتری ہری جی

کے

نیتی شتک حصہ اول

کا

اُردو ترجمہ معہ تشریح

از

شریمان پرمارتھی ایڈیٹر رسالہ ماہوار سکھ ساگر

لاہور

نوید!

مہاتما بھرتری ہری جی کا نیتی شتک سچ مچ ایک اپورب گرنتھ ہے۔ اس میں صرف سو شلوک ہیں۔ مگر یہ سو شلوک ہی دوسرے دیشوں کے سو بڑے نیتی کے گرنتھوں سے بھی زیادہ اہمیت رکھتے ہیں۔ گویا دریا کو کوزہ میں بند کیا گیا ہے۔ سنسار میں سکھ سے کامیاب زندگی بسر کرنے کے لئے نیتی شاستر کے جاننے اور اس کے مطابق عمل کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ نیتی سے ہی تم اس جگت میں دھن، عزت، مرتبہ، حکومت اور ہر کام میں کامیابی حاصل کر سکتے ہو۔ محلوں میں رہنے والے راجوں مہاراجوں کو بھی نیتی کی ویسی ہی ضرورت ہے جیسی کہ جھونپڑیوں میں رہنے والے کنگالوں کو۔ غرضیکہ ہر شخص کو نیتی شاستر کے جاننے کی اشد ضرورت ہے۔ اسی وجہ سے مہاتما بھرتری کے نیتی شتک کا ترجمہ مع تشریح کے ہم اپنے ناظرین کی سیوا میں رکھ رہے ہیں۔ اس آشا پر کہ ہمارے دھارک اس سے پورا پورا لابھ اٹھاویں۔ اس کے پاٹھ سے اگر ایک بھی بھائی کا جیون سدھر گیا تو ہم اپنی محنت کو سپھل سمجھیں گے۔

نیتی شتک کے ترجمے کا یہ پہلا حصہ ہے۔ اگر خریداران نے اسے پسند فرما کر ہمارے اُتساہ کو بڑھایا۔ تو نیتی شتک کا دوسرا حصہ بھی بہت جلد آپ کی نذر کریں گے اور آپ کا شوق بڑھنے پر اسی مہاتما کا شرنگار شتک اور ویراگ شتک بھی بتدریج شائع کر کے آپ کی سیوا کریں گے۔

سکھ ساگر کے اوم اور گایتری نمبر بہت پسند کئے گئے ہیں۔ بڑے بڑے پنڈتوں اور سادھو سنیاسیوں نے پسند فرما کر ہمیں ہاردک آشیرباد دی ہے۔ دراصل یہ دونو کتابیں ہر ایک ہندو بھائی کے سوادھیائے کے بنائی گئی ہیں ہر ایک ہندو گھر میں کم از کم یہ دو نمبر ضرور ہونے چاہئیں۔ منیجر

مہاتما بھرتری ہری

کا

جیون چرتر

مہاتما راجہ بھرتری ہری ۵۰ء کے قریب اجین میں راج کرتے تھے۔ ان کے پتا کا نام گندھرو سین تھا۔ نیک دل۔ دانی اور بہادر راجہ بکرماجیت اُن کے چھوٹے بھائی تھے۔ اُن کے گورو کا نام چندر آچاریہ وشوارپہ تھا۔ انہوں نے اُن کے پاس رہ کر شاستروں کا پاٹھ کیا تھا۔ اور ویاکرن شاستر وغیرہ کے ماہر ہو گئے تھے۔ وہ سنسکرت کے کوی اور پنڈت بھی تھے۔

مہاتما بھرتری ہری جی ہری کے تینوں گنوں سے موصوف تھے۔ برتا میں ہری وشنو کی مانند۔ سمپتی (رِدھی سدھی) میں دیوراج اندر کی مانند اور سندرتا میں سورج کی مانند تھے۔ اس کے علاوہ دنیاداری کے کاموں میں ماہر۔ سنگیت شاستر کے پنڈت۔ متھیا ابھیمان سے رہت۔ ستیہ استیہ کے پرکھنے والے۔ دور اندیش۔ بدھیمان۔ گیانی اور نیتی کے ماہر تھے۔ انہوں نے ظالموں اور دشٹوں کا ناش کر کے اپنے دیش میں دہرم کی ترقی کی تھی۔ دیا۔ کھشما۔ شانتی۔ سنتوش اور دِرتی (حلیمی) کے وہ اوتار تھے۔

بھرتری ہری جی کے آٹھ منتری تھے۔ وہ سبھی وِدوان تھے۔ سیناپتی بھی شور بیر اور ماہر فنونِ جنگ تھا۔ راج سبھا وِدوانوں سے بھری ہوئی تھی۔ راجہ بڑے عدل و انصاف سے راج کرتے تھے۔ کسی پر جبر یا سختی نہیں ہوتی تھی۔

اس لئے پرجا بہت سکھی اور خوشحال تھی۔ دھرم اپدیش دینے کے لئے راجہ کی طرف سے دھرم آچاریہ مقرر تھے۔ سب جگہ پاٹھ شالاؤں اور شفاخانوں کا انتظام تھا۔ کسی کو کسی طرح کا کشٹ نہ تھا۔ لوگ بھرتری ہری کے راج کو رام راج کہتے تھے۔

سنسار میں کوئی بھی ہمہ صفت موصوف نہیں ہوتا۔ بھرتری ہری میں کئی گن ہونے پر بھی ایک بڑا بھاری عیب تھا۔ وہ استریوں کے موہ جال میں اس طرح الجھے رہتے تھے۔ کہ راج کاج کے لئے بھی انہیں فرصت نہ ملتی تھی۔ کوئی کہتے ہیں تین اور کوئی کہتے ہیں کہ اُن کے تین سو رانیاں تھیں۔ پنگلا نامی رانی سب سے سرشیٹ تھی۔ اس کی خوبصورتی لاثانی تھی۔ بھرتری ہری دن رات اُسی کے پریم میں مگن رہتے تھے۔ ان کا بہت سا وقت رنواس میں ہی گزرتا تھا وہ اس کے حسن کے جال میں اس طرح جکڑے گئے تھے۔ کہ ان کی سار اسار کی وچار شکتی نشٹ ہو گئی تھی۔ پنگلا نے انہیں اپنے پریم جال میں پھنسا لیا تھا اور وہ اسے جی جان سے پیار کرتے تھے۔ مگر پنگلا ایک دراچارنی داسی کی بری سنگت کی وجہ سے ایک معمولی سائیس سے پریم کرنے لگی تھی۔ موہ میں اندھے ہوئے ہوئے بھرتری ہری کو اس کا کچھ بھی پتہ نہ تھا۔

مہاپرشوں کا کہنا ہے کہ جو منہ پر بھول بتلاتا ہے۔ وہی سچا متر ہے۔ بھرتری ہری کے ایسے متر انیک تھے۔ بار بار اُن کے ہوا خواہوں نے انہیں خبردار کیا۔ مگر بھرتری ہری نے ان کی بات پر دھیان نہیں دیا۔ منتریوں کے سمجھانے پر بھی انہیں ہوش نہ آئی۔ نہ انہوں نے راج کاج ہی پر کچھ دھیان دیا۔ اور رنواس میں رہنا ہی کم کیا

بکرما جیت راجہ بھرتری ہری کے چھوٹے بھائی تھے۔ وہ ودوان۔ نیتی

وان۔ شُوربیر اور دہرماتما تھے۔ رعایا انہیں قدر کی نگاہ سے دیکھتی تھی۔ بھرتری ہری کو وہ راج کاج میں مدد دیا کرتے تھے۔ بھرتری ہری بھی انہیں بڑا چاہتے تھے۔ اُن کے بھلے اور بھولے سوبھاؤ کو وہ اچھی طرح جانتے تھے۔ بکرماجیت بھرتری ہری کو پتا اور اُن کی استریوں کو ماتا کی سمان سمجھتے تھے۔ یہی وجہ تھی۔ کہ وہ ان کے انتہ کرن میں بنا کسی روک ٹوک کے برابر آجا سکتے تھے۔ راج کاج میں ان کا بہت اختیار تھا۔ اور گھوڑوں کے محکمہ کے بھی وہی انچارج تھے۔ وہ اپنی دانشمندی اور چالاکی سے چوروں بدمعاشوں اور وبھچاریوں کا پتہ لگا لگا کر انہیں سزا دیا کرتے تھے۔ پنگلا جس سائیس سے پریم کرتی تھی۔ وہ راجہ کی گھوڑ سال میں ملازم تھا۔ بکرماجیت نے کئی بار ٹھیک کام نہ کرنے کے لئے اسے ڈانٹ ڈپٹ دکھائی تھی۔ انہیں اُس کے چال چلن پر بھی شک ہو گیا تھا۔ مگر کوئی ثبوت نہ ملنے کی وجہ سے آج تک کچھ نہ کہا تھا۔

ایک دن بھرتری ہری نے بکرمادتیہ کو بلا کر کہا۔ بکرم! میں تمہاری فرض شناسی اور دہرم بھاؤ کو دیکھ کر بہت خوش ہوں۔ تم حکومت کرنے لائق ہو۔ رعایا کی بھلائی میں ہی تم سدا مگن رہتے ہو۔ میری خواہش ہے۔ کہ تم خاص طور سے راج کاج میں حصہ لو۔ مجھے یقین ہے۔ کہ تم سب کام پوری قابلیت کے پورا کرو گے۔

یہ کہ کر بھرتری ہری نے بکرماجیت کو کتنے ہی مزید اختیارات دے دئے۔ بکرماجیت اُن کے حسب الحکم راج کاج کر کے اپنی قابلیت کا ثبوت دینے لگے۔ بدچلن سائیس کو یہ دیکھ کر بڑی فکر ہوئی۔ وہ اپنی بدچلنی کی وجہ سے اُن سے خوفزدہ رہا کرتا تھا۔ بکرماجیت کو دیکھتے ہی اُسے ایسا معلوم ہوتا تھا۔ گویا ابھی یہ کچھ کہنا ہی چاہتے ہیں۔

بکرماجیت کے خوف سے بچنے کے لئے اس نے پنگلا کی شرن لی۔ پنگلا نے اپنے پریمی کی بات مان لی۔ اس نے بکرماجیت پر الزام لگا کر اسے نکلوا دینا

چاہا۔ بھرتری ہری کو اس نے ایک دن سمجھایا۔ کہ بکرماجیت نے مجھ پر اتیاچار کیا ہے۔
پنگلا کی بات سن کر بھرتری کو بڑا تعجب ہوا۔ بکرم پر انہیں پورا وشواس تھا
وہ جانتے تھے۔ کہ وہ ایسا کام نہیں کر سکتا۔ تو بھی پنگلا پر فریفتہ ہونے کی وجہ
سے ان کی وچار شکتی نشٹ ہو گئی۔ اور انہوں نے اس کی بات سچ مان لی۔ انہوں
نے بکرماجیت کو بلا کر بہت کچھ لعنت ملامت کی۔

بھائی کی باتیں سن کر بکرم دنگ رہ گئے۔ وہ بولے۔ آپ یہ کیسی بات کہتے
ہیں؟ میں نے خواب میں بھی برا وچار نہیں کیا۔ میں نے بھول کر بھی سداچار کے
خلاف کوئی کام نہیں کیا۔ مجھے آپ کی بات سن کر بڑا تعجب ہوتا ہے۔ میرے
چال چلن کو آپ جانتے ہیں۔ آپ کا شک بے بنیاد ہے۔ میں ایسا پاپ ہرگز
نہیں کر سکتا۔ رام رام! رنواس میں میرا اتیاچار۔ راجن! آپ یہ کیا کہتے
ہیں۔ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا

" ابھی سمندر نے مریادا نہیں چھوڑی۔ ابھی سورج مغرب سے طلوع نہیں
ہوتے۔ ابھی شیر گھاس نہیں کھاتا۔ ابھی ہنس کوے کی چال نہیں چلتا۔
ابھی لکڑی پانی میں نہیں ڈوبتی۔ ابھی سنتوں نے دیا اور چاند نے چاندنی
نہیں تجی۔ اور ابھی پرلے بھی نہیں ہوئی ہے۔ پنگلا میری ماتا کے سمان ہے۔
اس پر میں کیسے اتیاچار کر سکتا ہوں؟ آپ کے دل میں یہ شک کیوں پیدا
ہوا۔ میں تو سدا آپ کی سیوا کرتا رہا ہوں۔ شرتی۔ سمرتی اور اخلاق کے مطابق
آپ کے متعلق میرا جو فرض ہے۔ اس کا سدا میں پالن کرتا ہوں۔ اس کے
خلاف آچرن میں نے کبھی نہیں کیا۔ آپ کی باتوں نے میرے دل پر بجر کی چوٹ
کا کام کیا ہے۔ میرا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو رہا ہے۔ میں آپ کے بیٹے کی مانند ہوں
مجھ پر ایسا شک نہ کیجئے۔

بھرتری ہری نے پوچھا۔ کل تو رنواس میں گیا تھا کہ نہیں ؟

بکرم نے کہا۔ نہیں۔ کل میں گیا ہی نہیں۔ آپ سے راج سبھا میں ملاقات ہو چکی تھی۔ اس لیئے وہاں جانے کی ضرورت ہی نہیں پڑی۔ ساتھ ہی کل شوراتری تھی۔ اس لئے میں شو پوجن کرتا رہا۔ مجھے وقت بھی نہ تھا۔ جو میں وہاں جاتا۔

بھرتری ہری نے کہا۔ تو تو مہا کالیشور کا اُتسو دیکھنے کیوں نہ گیا تھا ؟

بکرم نے کہا۔ میں ایکانت میں شو پوجن کرتا ہوں۔ یہ تو آپ جانتے ہی ہیں مجھے فرصت ہی نہ ملی۔ فرصت ملتی تو میں ضرور وہاں جاتا

دونو بھائیوں میں اسی طرح کی باتیں ہوئیں مگر بھرتری ہری کا شک دُور نہ ہُوا۔ پنگلا کی بات اُن کے دل میں بیٹھ گئی تھی۔ انہیں بکرم کی باتیں جھوٹی معلوم ہوئیں۔ بکرم کو انہوں نے اوجین سے نکل جانے کی آگیا دی

بکرم نے دکھی ہو کر کہا۔ مہاراج! رامچندر پر جیسی بھرت اور لکشمن کو بھگتی تھی۔ ویسی ہی آپ پر میری بھگتی ہے۔ آپ کی عقل ٹھکانے نہیں رہی۔ اس لئے مجھ پر جھوٹا دوش لگاتے ہیں۔ اس بات کا مجھے بڑا دکھ ہے۔ سزا تو مجھے آپ ویسے بھی دے سکتے ہیں۔ میں آپ داسانُ داس ہوں۔ اور آپ میرے ماتا پتا۔ سوامی بھراتا سبھی کچھ ہیں۔ رنواس میں میں آج تین روز سے نہیں گیا۔ پنگلا ماتا کی داسی کو میں نے دیکھا تک نہیں۔ یہ سب پرپنچ جال ہے۔ مجھے متھیا کلنک لگ رہا ہے۔ اس لئے دکھ ہو رہا ہے۔ آپ جیسے وچارشیل پرش کی بدھی پلٹتے دیکھ کر مجھے بڑے انرتھ کی شنکا ہو رہی ہے کہیں لوہ دیش کی تباہی نہ ہو۔ آپ پر کوئی آفت نہ آپڑے۔ کیونکہ مصیبت آنے سے پہلے انسان کی عقل اسی طرح پلٹ جایا کرتی ہے۔

بھرتری ہری نے غضبناک ہو کر کہا۔ بس بکرم! زیادہ نہ بول۔ تیری جھوٹی

باتوں سے میرے کان ناپاک ہو رہے ہیں۔ میں تیری ایک بھی بات نہیں سننا چاہتا۔ تو اسی وقت مالوہ دیش سے نکل جا۔

بکرم نے کہا۔ میں ضرور مالوہ دیش کو تیاگ دوں گا۔ اب میں ایک گھڑی بھی یہاں نہیں ٹھیر سکتا۔ جس کے دل میں کبھی بُرا خیال پیدا بھی نہیں ہوا۔ جو بھائی کو پتا اور اس کی استری کو ماتا سمجھ کر بیٹے کی طرح برتاؤ کرتا رہا۔ جو اپنے کو سورج کی طرح شدھ سمجھتا ہے۔ جو اکھنڈ برہم چریہ کا پالن کرتا ہے۔ اس پر نیچ۔ مکارہ اور شاستر میں نندت استری کی بات سن کر دوش لگانا مہا پاپ اور انیائے ہے۔ کچھ بھی ہو۔ مجھے آپ کی آگیا بسر و چشم منظور ہے۔ میں مالوہ کو خیرباد کہنے کے لئے تیار ہوں۔ اتفاق سے اگر کبھی سچ جھوٹ کا انکشاف ہوا۔ تب آپ کو بڑا پشچاتاپ ہوگا۔ بس اس کے سوا میں اور کچھ نہیں کہنا چاہتا۔ ایشور آپ کا کلیان کرے۔

اتنا کہہ کر بکرم آدتیہ شہر سے نکل پڑے۔ سب رعایا ہاہاکار کرنے لگی۔ سیناپتی امراء وزراء اور دیگر اعلےٰ حکام کو بڑا رنج ہوا۔ سب لوگ شوک ساگر میں مگن ہو گئے۔ جو یہ بات سنتا۔ وہی بیاکل ہو جاتا۔ چاروں طرف پنگلا اور راجہ بھرتری ہری کی نندا ہونے لگی۔

بکرماجیت کے نہ رہنے کی وجہ سے راج میں بڑی بدنظمی پھیل گئی۔ بھرتری ہری کا اب بھی وہی حال تھا۔ منتریوں نے انہیں بار بار سمجھایا۔ مگر کوئی پھل نہ ہوا۔ راج کاج کی طرف ان کا دھیان ہی نہ تھا۔ پرجا کو اُن کے درشن نہ ہوتے تھے۔ جس دن وہ راج سبھا میں تشریف لاتے۔ وہ دن بڑی خوش قسمتی کا سمجھا جاتا تھا۔

ایک دن بھرتری ہری دربار میں بیٹھے ہوئے تھے اِدھر اُدھر کی باتیں ہو رہی تھیں۔ اتنے میں کلاونتی نامی ویشیا نے ایک امر پھل لا کر انہیں بھینٹ کیا۔ وہ پھل دیکھ کر بھرتری ہری کو بڑا تعجب ہوا۔ ایک بار پہلے بھی وہ ان کے پاس آ چکا تھا

اُنہوں نے وہ پنگلا کو دے دیا تھا۔

وہ پھل شانتی رام براہمن کو کسی رشی نے دیا تھا۔ براہمن غریب تھا۔ اُس نے سوچا۔ کہ یہ پھل میں کھاؤں گا تو امر ہو کر مجھے انت تک بھکشا مانگنی پڑے گی۔ اسے بھرتری ہری کی مانند راجہ کو دینا چاہیئے۔ جس سے وہ امر ہو کر پرجا کو سدا سکھ دیتے رہیں۔

شانتی رام نے یہ سوچ کر بھرتری ہری کی نذر کر دیا تھا۔ بھرتری ہری نے سوچا۔ کہ یہ پنگلا کو دینا چاہیئے۔ پنگلا کھا کر اجر امر رہے گی۔ تو سدا سکھ دیگی۔ پنگلا نے اسے ایسا ہی وچار کر سائیس کو دیا۔ سائیس نے کلاونتی کو دیا۔ اور کلاونتی نے پھر اُسے بھرتری ہری کو دیا۔ اس نے سوچا۔ کہ یہ امر پھل کھانے سے مجھے امر ہو کر سدا رنڈی کا پیشہ کرنا پڑے گا۔ اس لئے یہ بھرتری ہری راجہ کو دینا چاہیئے۔ جس وہ امر ہو کر پرجا کا پالن کرتے رہیں۔

درحقیقت بھرتری ہری ہی وہ پھل کھانے کے یوگیہ تھے۔ اس لئے ہر پھر کر وہ پھل انہیں کے پاس آیا۔ انہوں نے جب ویشیا سے پوچھا۔ تب اس نے بتلایا۔ کہ مجھے سائیس نے دیا تھا۔ سائیس سے پوچھنے پر خوفزدہ ہو کر اس نے بھی سچ سچ حال بتلا دیا۔ بھرتری ہری نے اُسی وقت پنگلا اور اس کے گپت پریم کا بھی پتہ لگا لیا۔ پنگلا کی ایک داسی کے ذریعے بھی یہ بات ثابت ہو گئی۔ بھرتری ہری کے غیض و غضب کی حد نہ رہی۔ ان کے دل میں پنگلا اور سنسار سے ایک ساتھ ہی نفرت پیدا ہو گئی۔

پنگلا کو ان باتوں کا ابھی پتہ نہ تھا۔ بھرتری ہری بھاو چھپا کر حسب دستور اس کے پاس گئے۔ باتوں ہی باتوں میں انہوں نے امر پھل کا ذکر چھیڑا۔ پنگلا نے کہا۔ مہاراج اسے تو میں اسی وقت کھا گئی تھی۔

بھرتری ہری نے جب شک ظاہر کیا۔ تب وہ قسم کھا کر انہیں یقین دلانے لگی۔ بھرتری ہری کو اس کا یہ چلن دیکھ کر بڑا اکرودھ آیا۔ اُنہوں نے وہ امر پھل اس کے سامنے رکھ دیا۔ امر پھل دیکھ کر پنگلا جھینپ گئی۔ اور داسی کو دوش دینے لگی۔ آخرکار داسی اور سائیس کی باتوں سے اس کا اپرادھ ثابت ہو گیا۔ پنگلا یہ دیکھ کر سوکھ گئی۔ اپنے بچاؤ کی کوئی صورت نہ دیکھ کر وہ کھشما پرارتھنا کرنے لگی۔

بھرتری ہری غضبناک ہو کر بولے۔ ہے وبھچارنی! تجھے لعنت ہے۔ دھکار ہے۔ تو بڑی دُشٹا نکلی۔ میں نے تجھے اپنا تن من دھن ارپن کر دیا تھا۔ اپنے پران سے زیادہ سمجھ کر تجھے یہ امر پھل دیا تھا۔ تو پاپنی ہے۔ یہ تیرے یوگیہ نہ تھا۔ میں نے بڑی بھول کی تھی۔ پرماتما نے مجھے خبردار کرنے کے لئے ہی یہ سب کیا ہے۔ پنگلا! تو نے ذرا بھی وچار نہ کیا۔ سب رانیوں کا مجھ پر یکساں حق تھا۔ سب پر مجھے یکساں بھاو رکھنا چاہیئے تھا۔ میں نے سب کا نرادر کیا۔ کسی کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہ دیکھا۔ تجھے ہی سب کچھ جانا۔ تجھے ہی اپنا تن من ارپن کیا۔ میں تجھے پران سے بھی زیادہ چاہتا تھا۔ مگر تو نے مجھے دھوکہ دیا۔ تو نے مجھ سے کپٹ کیا۔ تو نے میرے پریم کو کچھ نہ سمجھا۔ اور نیچ سائیس کو اپنا پریمی بنایا۔ اس میں داسی کا کوئی دوش نہیں۔ پتی برتا استری کو برھما۔ وشنو اور مہیش بھی سداچار سے گرا نہیں سکتے۔ تو خود ہی دُراچارنی ہے۔ تیرا منہ دیکھنا بھی پاپ ہے۔ تو نے دونو کل کلنکت کر دئے۔ تیرے موہ جال میں پڑ کر میں نے بھی بڑا پاپ کیا ہے۔ اب میں اس

پاپ کا پرائشچت

کروں گا۔ تو نے مجھے آج بڑا اچھا سبق دیا ہے۔ تیرا بھی کیا دوش! سارا دوش میرا ہے۔ میں نے پتھر کو ہیرا اور ملمع کو سونا سمجھا۔ بس! اب میں تیرا منہ نہیں

دیکھنا چاہتا۔ تو نے میری موہ کی نیند بھنگ کر دی۔ اب میں سدا کے لیئے جاتا ہوں
یہ محل تیرا اور سائیس کا ہے۔ بس اور کچھ نہیں کہنا۔"
یہ کہکر بھرتری ہری پنگلا کے پاس سے چلے آئے۔ اُن کے دل میں بڑی ہلچل مچ
رہی تھی۔ کسی لمحہ وہ پنگلا کا اور کسی لمحہ اپنا دوش نکالتے تھے۔ طرح طرح کے خیالات
اُٹھتے اور لوپ ہو جاتے تھے۔ انہیں اس وقت بکرماجیت کی یاد ہو آئی۔ یا انہیں
یقین ہو گیا کہ وہ نردوش تھا۔ رہ رہ کر وہ پشچاتاپ اور افسوس کرنے لگے۔ ایک
ایک کر کے بکرم کی سب باتیں یاد آگئیں وہ کہنے لگے۔ اہو! میں نے بہت بُرا کیا۔
اس وقت میری عقل پر پتھر پڑ گئے تھے۔ میں نے پنگلا کی بات سچ مان لی۔ میں نے
بلا وجہ اُسے جلا وطن کیا۔ بیچارے بکرم کو ماتری بھومی چھوڑنی پڑی۔ نہ جانے آج
وہ کہاں اور کس حالت میں ہو۔ ہے بکرم! آج تیری باتیں سچ نکلیں۔ میں نے
بڑی بھول کی۔ پنگلا نے مجھے حقیقت میں دہوکہ دیا۔ میں نے عبث ہی اُس بےقصور
پر دوش لگایا۔ اس دہرم مورتی بالک کو جلا وطن کر کے میں نے گھور پاپ کیا
ہے۔ ہے بکرماجیت! آج تیرے کہنے کے مطابق ہی مجھے پشچاتاپ ہو رہا ہے۔
ہے بھائی! آج میں شوک ساگر میں ڈوب رہا ہوں۔ مجھے تیری باتیں یاد آ رہی
ہیں۔ میں نے تجھے نہ کہنے یوگیہ باتیں کہیں۔ درحقیقت تیرا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو
گیا ہوگا۔ میں نے بہت بُرا کام کیا۔ میری بدھی سچ مچ بھرشٹ ہو گئی تھی۔ ہے
بکرم! تیرا کہنا بالکل سچ تھا۔ رامچندر پر جیسے لکشمن کی بھگتی تھی۔ ویسی ہی مجھ
پر تیری بھگتی تھی۔ لکشمن کے مُورچھت ہو جانے پر رام کو جیسا دُکھ ہُوا تھا۔ آج
تیرے لئے بھی مجھے ویسا ہی دکھ ہو رہا ہے۔ مہاراج رامچندر نے ٹھیک ہی کہا تھا کہ
استری اور دوست بہت مل سکتے ہیں۔ مگر سگا بھائی نہیں مل سکتا۔ ہے رگھوبیر!
آپ کے بچن ستیہ ہیں۔ میں نے استری کے لئے اپنے بھائی کو کھو دیا

اس طرح پشچاتاپ کر بھرتری ہری کہنے لگے۔ ہے من! تو وشیوں میں غلطان ہے۔ تیری ترشنا کا حدو حساب نہ تھا۔ تجھے آج یہ ٹھیک ہی سبق ملا ہے، چل اب ایکانت میں!

مہیشور کا دھیان

کر۔ راج پاٹ کا جھوٹا موہ چھوڑ دے۔ اب دیر کرنا عبث ہے۔ ابھی کچھ نہیں بگڑا۔ پاپ کا پرائشچت ہو سکتا ہے۔ ابھی وقت ہے۔ دیر نہ کر۔ پھر کیا ہو گا؟

اس کے بعد بھرتری ہری نے وہ امر پھل کھا لیا۔ اور کوپین دھارن کر بن میں جانے کی تیاری کی۔ اسی وقت سیناپتی اور امیر وزیر سب آ پہنچے۔ انہوں نے انہیں بن نہ جانے کے لئے بہت سمجھایا۔ مگر کچھ نتیجہ نہ نکلا۔ بھرتری ہری نے کہا:-

"اس مایا مے سنسار میں کوئی کسی کا نہیں ہے۔ کوئی چیز سچی نہیں دکھائی دیتی۔ سبھی متھیا ہے۔ راج جھوٹا۔ راج کاج جھوٹا۔ استری جھوٹی۔ استری کا سنیہہ جھوٹا۔ جتنے روپ رنگ والے درشیہ پدارتھ ہیں۔ وہ سبھی جھوٹے ہیں۔ ایسی کون وستو نر بھے ہے جس کا میں آشرے لوں۔ بھوگ میں روگ کا بھے۔ کُل میں پتت ہونے کا بھے۔ دھن میں دھن کے ناش یا چھن جانے کا بھے۔ بل ارتھات جسمانی طاقت میں دشمن کا بھے۔ گنوں میں دشٹوں کی نکتہ چینی کا بھے۔ حسن و جوانی میں بڑھاپے کا بھے۔ جسم کو موت کا بھے۔ اس طرح سب چیزیں بھے ارتھات خوف کے دینے والی ہیں۔ بھے رہت ہے تو صرف ویراگیہ۔ سنسارک واسناؤں کا تیاگ۔ میں اسی ویراگیہ کا آشرے گرہن کروں گا۔ اب میں گنگا کے کنارے پر بیٹھ کر تپ کروں گا۔ جس سے یہ آتما گن ارتھات جنم مرن کا بندھن چھوٹ جائے۔ پنگلا نے آج میری موہ کی نیند توڑ دی ہے۔ مجھے آج فرض کی شاہراہ دکھائی دی ہے۔ میں نے جو عزم کر لیا۔ وہی

کر دوں گا۔ بس اب اور زیادہ کہنے سننے کا وقت نہیں ہے۔

"اگر انسان کو سچا ویراگ حاصل ہو جائے۔ تو اس سے بڑھ کر خوش قسمتی نہیں ہے۔ اگر کسی کو سچا گیان حاصل ہے۔ تو اس سے بڑھ کر کوئی متر نہیں ہے۔ مہیشور پربھو کے سوا کوئی رکھشک نہیں ہے۔ اور سنسار سے بڑھ کر کوئی دشمن نہیں ہے۔"

بھرتری ہری جی کی تپسیا

یہ کہہ کر بھرتری ہری جنگل کی طرف چل پڑے۔ چاروں طرف ہاہاکار مچ گیا پرجا درشنوں کے لئے اُمڈ پڑی۔ رانیاں ورلاپ کرنے لگیں۔ پنگلا بھی رونے پچھتانے اور پچھاڑ کھانے لگی۔ مگر بھرتری ہری نے کسی طرف دھیان نہ دیا۔ لوگ بڑی دُور تک اُن کے ساتھ گئے۔ اور انت میں سمجھا نے بجھانے پر لوٹ آئے۔ سب جگہ اُداسی کی کالی گھٹا چھا گئی۔ نگر خالی اور شوبھا رہت ہونے لگا۔ لوگوں کے چہروں پر اُداسی کی سیاہی نمایاں ہونے لگی۔

راجہ بھرتری ہری کے وزراء بڑے قابل اور دُور اندیش تھے۔ انہوں نے بکرماجیت کی تلاش کرائی۔ اور جب تک وہ نہ ملے۔ تب تک راجیہ کا انتظام کرتے رہے۔ بکرم نے آکر حکومت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لی۔ راج کی اوستھا اس وقت اچھی نہ تھی۔ چاروں طرف بدنظمی اور بدامنی دکھائی دے رہی تھی۔ مگر بکرم کے حسنِ انتظام سے بہت جلد اس کی حالت سدھر گئی۔ پھر اُوجین نگر لکشمی کی مورتی بن گیا۔

بھرتری ہری نے شہر سے نکل کر بن کی راہ لی۔ جنگل میں مچھندر ناتھ اور گورکھناتھ کا آشرم تھا۔ وہ مشہور ہٹھ یوگی سدھ تھے۔ بھرتری ہری اُن کے پاس گئے۔

پہلے گورکھناتھ جی نے ان کے ویراگیہ کی پریکھشا لی۔ بعد میں مچھیندرناتھ نے ایک شِشیہ کے ساتھ رانیوں کے پاس انہیں مانگنے کو بھیجا۔ بھرتری ہری کا ویراگیہ اٹل تھا۔ وہ نروکار بھاو سے بھکشا مانگ لائے۔ گورکھناتھ اور مچھیندرناتھ کو جب وشواس ہو گیا۔ کہ بھرتری ہری کا ویراگیہ جھوٹا نہیں ہے۔ تب انہوں نے انہیں منتر اپدیش دیا۔ راجہ بھرتری ہری یوگ ابھیاس مگن ہوئے۔ اور برہم آنند میں لین رہنے لگے۔

اُوجین کے پاس ایک گفا ہے۔ وہ بھرتری ہری گفا کے نام سے مشہور ہے۔ بھرتری ہری اس میں کچھ عرصہ تک تپ کرتے رہے تھے۔ اس کے علاوہ کچھ دن وہ سوراشٹر میں بھی رہے۔ سوراشٹر زمانہ حال کے کاٹھیاواڑ کے اندر ہے۔ وہاں پر بھاس پاٹن میں مشہور سومیشور اور سوم ناتھ مہادیو کا مندر ہے۔ وہاں سے سات آٹھ میل پر گورکھ مڑھی نامی ایک گاؤں ہے۔ شری گورکھ ناتھ کا آشرم وہیں پر تھا۔ بھرتری ہری بھی اُن کے یوگ ابھیاس کرتے تھے۔

بھرتری ہری ودوان آستک اور گیانی پرش تھے۔ پنگلا کے بُرے بیوہار نے اُن کی موہ کی نیند توڑ دی۔ انہوں نے پنگلا کے ساتھ ہی راج پاٹ اور سنسار بھی تیاگ کر دیا۔ وہ گیانی تھے۔ اس لئے انہیں آتم کلیان کی شاہراہ اختیار کرتے دیر نہ لگی۔ مگر سب لوگ ویسا نہیں کر سکتے۔ جو لوگ وِشے سُکھ کو ہی سب کچھ سمجھتے ہیں۔ جن سار اسار کے وچار کی شکتی نہیں ہے۔ جو یہ نہیں جانتے۔ کہ آتم کلیان کس طرح ہو سکتا ہے۔ وہ زندگی بھر استریوں کے موہ جال میں ہی الجھے رہتے ہیں اور دکھ بھری زندگی بسر کرتے ہیں۔

سنسار میں پتی کے چرنوں میں دھیان نہ رکھنے والی پتی برتا سادھوی استریاں بھی ہوتی ہیں۔ تو بھی یکایک بنا پریکھشا کئے ان کا وشواس نہ کرنا چاہیئے۔ انسان

کا چت چنچل ہوتا ہے۔ اگر اُسے دہرم اور نیتی کا مسلسل اپدیش ملتا رہتا ہے۔ اگر اس کا وقت ست سنگ میں گذرتا ہے۔ تب تو وہ سدا چاری رہتا ہے۔ ورنہ اسے پلٹتے دیر نہیں لگتی۔ من انسان کو نیچے کی طرف لے جاتا ہے۔ اگر اُسے سدا چاری اور سُرگنی بنانے کی کوشش نہ کی جاوے۔ تو وہ خود بخود دُرگنی اور دُرا چاری بن سکتا ہے۔ استریوں کو نیم میں رکھنے کے لئے انہیں ہمیشہ دہرم اور سدا چار کا اپدیش دیتے رہنا چاہیئے ست گرنتھوں کا پاٹھ۔ دہرم شاستروں کا سننا اور ست سنگ یہ تین باتیں رہنے سے استریاں پتت نہیں ہو سکتیں۔ ان کی رکھشا کا یہی سب سے سرلشیٹ اور سرل اُپائے ہے۔

بھرتری ہری جی کی تصانیف

بھرتری ہری جی نیتی۔ شرنگار اور ویراگ میں کمیں کو پہنچ چکے تھے۔ ان تینوں وشیوں کے وہ گیاتا۔ انوبھوی اور ماہر پنڈت تھے۔ انہوں نے ان مضامین پر تین شتک نظم کئے ہیں۔ جن کا ترجمہ آگے دیا جا رہا ہے۔ یہ شتک کھا وادبھاشا میں لاثانی ہیں۔ ان کی سرلتا۔ خوبی اور گہرائی وہی سمجھ سکتے ہیں۔ جو انہیں جانتے ہیں۔ ان میں انوپم اپدیش، ہردے پر بیٹھ جانے والی باتیں اور رمز کے وچار کوٹ کوٹ کر بھرے ہیں۔ بھرتری ہری کا یہ کاویہ بہت ہی اونچے خیالات سے بھرپور ہے۔ ان کی رچنا اور ورنن شیلی بہت سرل ہے۔ ان میں کسی طرح کی کھینچا تانی نہیں کی گئی۔ سنسکرت بھاشا میں بے شمار گرنتھ ہیں۔ مگر ان شتکوں کی مانند آسان اور وچار پورن بہت تھوڑے ہیں۔ انہیں جتنا ہی پڑھئے اتنا ہی زیادہ آنند پراپت ہوتا ہے۔ بار بار پڑھنے پر بھی جی نہیں بھرتا۔ اور پھر پڑھنے کی خواہش ہوتی ہے۔

جس آدمی کا سنسار میں من نہ لگتا ہو۔ اسے شرنگار میں لگانے کے لئے مہاتما
بھرتری ہری کا شرنگار شتک کافی ہے۔ فصیح لیکچرار یا اپدیشک کے لئے
نیتی شتک اور ویراگیہ وان پرشس کے لئے ویراگیہ شتک بہت ہی مفید اور
کارآمد ہے۔ شتکوں کے علاوہ واک پردیپ نامی ویاکرن کا گرنتھ بھی آپ نے
رچا ہے۔ پانینی ویاکرن کے پاتنجل کرت مہا بھاشیہ پر ان کی کارکا (شرح) ہے
بھٹی کاویہ بھی اُن کے نام سے مشہور ہے۔ مگر اس کے مصنف کے بارے میں مت
بھید ہے۔ کچھ بھی ہو۔ بھرتری ہری ودوان۔ کوی اور گیانی پرش تھے۔ راجہ لوگ
عموماً عیش پرست ہوتے ہیں مگر بھرتری ہری کی ودوتا (علمیت) اور اُن کے
تیاگ بھاؤ کو دیکھ کر دنگ رہ جانا پڑتا ہے امر پھل کھانے کی وجہ سے وہ امر
(زندہ جاوید) بتلائے جاتے ہیں۔ اس میں شک ہو سکتا ہے مگر یہ تو ماننا ہی
پڑے گا۔ کہ ان کا نام امر ہے۔

اوم

مہاتما بھرتری ہری جی مہاراج رچت

نیتی شتک حصہ اول

کا اردو ترجمہ مع تشریح

(۱) دسوں اطراف اور تینوں زمانوں وغیرہ میں بھرپور اننت چیتن مورتی کیول اپنے ہی انوبھو سے بودھ ہونے یوگیہ شانت اور تیجو مے ایشور کو میں نمسکار کرتا ہوں۔

(۲) میں جس کے پریم میں دن رات ڈوبا رہتا ہوں۔ کسی لمحہ بھی جسے نہیں بھولتا۔ وہ مجھے نہیں چاہتی۔ بلکہ کسی اور ہی پرش کو چاہتی ہے۔ وہ پرش کسی اور استری کو چاہتا ہے۔ اور وہ استری پھر مجھے پیار کرتی ہے۔ اس لئے اس استری کو اور میری پیاری کے یار کو۔ پیاری کو۔ مجھ کو اور اس کامدیو کو جس کی پریرنا سے ایسے ایسے انرتھ ہوتے ہیں۔ بار بار دھکار ہے

(۳) مون ارتھات چپ رہنا ایک تو اپنے آدھین ہے۔ اس کے سوا اور بھی اس میں کئی گن ہیں۔ پرماتما نے اس کو جہالت کا ڈھکنا بنایا ہے۔ اور خاص کر عالموں کی مجلس (ودوانوں کی سبھا) میں یہ مورکھوں کا بھوشن (زیور) ہے۔

(۴) جب تک میں جاہل رہا۔ تب تک ہاتھی کی طرح مست رہا۔ تب میرے من میں ایسا اہنکار تھا۔ گویا میں سب کچھ جانتا ہوں۔ اور جب مجھے پنڈتوں سے کچھ حاصل ہوا۔ تب میں نے اپنے آپ کو مورکھ جانا۔ اور میری مستی بخار کی طرح اتر گئی

(۵) اگیانی ارتھات ناسمجھ کو سمجھانا بہت آسان ہے اور گیانی ارتھات سمجھ دار

آدمی کو سمجھانا اور بھی آسان ہے۔ مگر تھوڑے علم والے اور اپنے کو پنڈت ماننے والے کو برھما بھی نہیں سمجھا سکتے۔ ارتھات ایسے گھمنڈی کا سدھار کسی طرح نہیں ہو سکتا

(۶) اگر انسان چاہے۔ تو مگرمچھ کی داڑھی کی نوک میں سے منی کو نکال سکتا ہے۔ اگر چاہے۔ تو چنچل لہروں سے خوب اُنڈے ہوئے (طوفان زدہ) سمندر کو اپنی باہوں سے تیر کر پار ہو سکتا ہے۔ اور غضبناک سانپ کو پھول مالا کی طرح اپنے سر پر دھارن کر سکتا ہے۔ مگر ہٹھ پر آئے ہوئے (ضدی) مورکھ آدمی کے چت کو است مارگ سے ست مارگ پر کوئی نہیں لگا سکتا۔ خلاصہ یہ کہ ضد پر آیا ہوا اگیانی پرش کسی طرح بھی سمجھانے سے نہیں سمجھتا۔ وہ جس بات پر جم جاتا ہے۔ اس سے نہیں ہٹتا۔ اس سے مورکھ اور ضدی آدمی کو سمجھانا عبث ہے۔

(۷) شاید کوئی کسی ترکیب سے بالو میں سے تیل نکال سکے۔ شاید کوئی پیاسا آدمی مرگ ترشنا (سراب) کے پانی سے بھی اپنی پیاس بجھا لے۔ شاید کوئی روئے زمین پر گھومتے گھومتے خرگوش کا سینگ بھی تلاش کرنے سے پالے مگر ہٹھ پر چڑھے ہوئے مورکھ آدمی کے چت کو کوئی بھی اپنے قابو میں نہیں کر سکتا۔ مطلب یہ کہ ضدی مورکھ آدمی کو کوئی بھی راہِ راست پر نہیں لا سکتا۔ اس لئے کوشش کرنا عبث ہے۔ مورکھوں کا سوبھاؤ ہی ایسا ہوتا ہے کہ وہ جس بات پر جم جاتے ہیں۔ جس بات کی ضد کر لیتے ہیں۔ اسے کسی کے بھی کہنے سے نہیں چھوڑتے۔ اگرچہ دکھ پر دکھ بھوگتے ہیں۔ راون کو ادھک نے بہت کچھ سمجھایا تھا۔ مگر اس نے کسی کی ایک نہ مانی۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ جڑ مول سے نشٹ ہوا۔ ہٹھ کرنے والے ضدی آدمیوں کا یہی انجام ہوتا ہے۔

(۸) جو گیانی پرش اپنے امرت مئے اپدیش سے دشٹ کو راہِ راست پر لانے

کی خواہش کرتا ہے۔ وہ گویا نرم نرم کمل کی ڈنڈیوں کے سوت سے متوالے ہاتھی کو باندھنا چاہتا ہے۔ یا سرس کے نازک پھول کی پنکھڑی سے ہیرے کو چھیدنا چاہتا ہے۔ یا وہ ایک بوند شہد سے کھاری پانی کو میٹھا کرنا چاہتا ہے۔ مطلب یہ کہ جیسے بلوان ہاتھی کو معمولی رسی سے نہیں باندھ سکتے۔ یا جیسے ہیرے کو معمولی پھول سے نہیں کاٹ سکتے اور جیسے ایک بوند شہد سے بہت بڑے سمندر کو میٹھا نہیں کر سکتے۔ جیسے باتیں ناممکن ہیں ویسے ہی اپنے امرت اپدیش سے دُشٹ آدمی کو راہ راست پر لانا بھی ناممکن ہے۔ ہزاروں طرح کے اُپائے کرنے پر بھی بگلا طوطے کی طرح پڑھایا نہیں جا سکتا۔ شیخ سعدی نے کہا ہے کہ

ابر گر آبِ زندگی بارد
ہرگز از شاخِ بید بر نہ خوری

مطلب یہ کہ پانی کی جگہ اگر امرت بھی برسنا ممکن ہو جائے۔ تو بھی بید کی شاخ میں کبھی پھل نہیں لگ سکتے۔

(۹) جس طرح کیڑوں سے بھرے ہوئے۔ لار سے بھیگے ہوئے۔ بدبودار۔ رس اور گوشت سے خالی انسان کے دُوشت ہاڑ کو آنند سے کھاتا ہوا کتّا پاس کھڑے ہوئے اِندر کی بھی پرواہ نہیں کرتا۔ اسی طرح ناچیز جیو بھی جس کو گرہن کر لیتا ہے وہ اس کے اد نے پن پر دھیان نہیں دیتا۔ مطلب یہ کہ نیچ آدمی کا سوبھاو کتے کا سا ہوتا ہے۔ جس طرح کتا بُری بُری چیزوں کو آنند سے کھاتا ہے۔ اسی طرح نیچ اور خود غرض بُرے سے بُرے کرم کر کے بھی ذرا نہیں ڈرتا۔

(۱۰) یہ گنگا پہلے سورگ سے شوجی کے مستک پر گری۔ پھر اُن کے مستک سے سب سے اونچے پہاڑ (ہمالیہ) پر۔ پھر پہاڑ سے زمین پر۔ اور زمین سے بڑھتی بڑھتی سمندر میں جا گری۔ مطلب یہ کہ بتدریج نیچے ہی نیچے گرتی گئی۔ ٹھیک گنگا

کی سی ہی حالت اُن لوگوں کی ہوتی ہے۔ جو وویک بھرشٹ ہو جاتے ہیں۔ ابنا
سے جن کی بُدھی ماری جاتی ہے۔ ارتھات وہ بھی نیچے ہی نیچے گرتے چلے جا
ہیں۔" اس لئے ہمیشہ وِیک بُدھی (وچار شکتی) سے کام لینا چاہیئے۔

(۱۱) پانی سے آگ کو بجھا سکتے ہیں۔ چھتری سے دھوپ کو روک سکتے ہیں
تیز آنکس سے مست ہاتھی کو بس میں کر سکتے ہیں۔ ڈنڈے کے زور سے دش
بیل اور گدھے کو قابو میں رکھ سکتے ہیں۔ طرح طرح کی ادویات سے بیماریوں
کو ہٹا سکتے ہیں۔ اور بہت طرح کے منتروں سے زہر کو اتار سکتے ہیں۔ مطلب
یہ کہ شاستر میں سب کا علاج ہے۔ مگر مورکھ کا علاج نہیں ہے۔"

کیونکہ مورکھ کسی کی بھی نہیں سنتا اور نہ کسی کی مانتا ہے۔ وہ مورکھتا کی وجہ سے
اپنے آپ کو سب سے بڑا عالم مانتا ہے۔ شیکسپیئر نے ایک جگہ لکھا ہے کہ "مورکھ
اپنے تئیں بدھیمان سمجھتا ہے اور بدھیمان اپنے تئیں مورکھ سمجھتا ہے"۔ مثل
مشہور ہے۔ کہ پرماتما مورکھ سے پالا نہ پڑے۔ جو آدمی اُس کو سدھارنے کی
کوشش کرتا ہے۔ وہ اُسی کا دشمن بن جاتا ہے۔ پس مُورکھ سے بچنا چاہیئے۔

(۱۲) جو آدمی ساہتیہ (علم ادب) اور سنگیت شاستر (علم موسیقی) نہیں
جانتا ارتھات جس کو ساہتیہ اور سنگیت سے کچھ اُنس نہیں ہے۔ وہ بنا پُونچھ
اور سینگ کا جانور ہے۔ وہ گھاس نہیں کھاتا اور جیتا ہے۔ یہ اس پشو کی
(؟) بڑی ہی خوش قسمتی ہے۔

مطلب یہ کہ انسان وہی ہے۔ کہ جس کو علم ادب اور راگ وِدیا سے پریم ہو
انسان بھی کھاتے پیتے ہیں اور حیوان بھی کھاتے پیتے ہیں۔ انسان بھی سوتے
ہیں اور حیوان بھی سوتے ہیں۔ انسان بھی ڈرتے ہیں حیوان بھی ڈرتے ہیں
انسان بھی استری سنگ کرتے ہیں، حیوان بھی کرتے ہیں۔ یہ چاروں کام ان

اور حیوان برابر طور سے کرتے ہیں۔ پھر انسان اور حیوان میں فرق کیا؟ بس فرق یہی ہے۔ کہ انسان میں دہرم گیان ہے۔ مگر پشوؤں میں وہ نہیں ہوتا۔ دہرم گیان (علم و عقل) سے انسان انسان کہلاتا ہے۔

سنسار میں راگ سے زیادہ پیاری چیز اور کوئی نہیں ہے۔ ہمارے ناردرشی اس ودیا میں ماہر تھے۔ شری کرشن کی بنسی تو مشہور ہی ہے۔ بھگوان کی بانسری کی رسیلی دھونی سے ایک دن جمنا کا بہاؤ رک گیا تھا۔ راگ پر حیوان بھی فریفتہ ہو جاتے ہیں۔ ہرن بنسی کی شیریں سر شکاری کے پھندے میں پھنس جاتا ہے۔ سانپ جیسا خوفناک جانور بھی مداری کی بانسری کی آواز پر ناچنے لگتا ہے۔ تب انسان کی تو بات ہی کیا ہے۔

پس جو علم (ادب) اور راگ ودیا دونو سے کورے خشک مزاج ہیں۔ وہ بلاشبہ حیوان ہیں۔ انسان کو ان دونو سے پریت رکھنی چاہیئے۔

(۱۳) جس نے ودیا نہیں پڑھی۔ تپ نہیں کیا۔ دان نہیں دیا۔ آتمک گیان حاصل نہیں کیا۔ جس نے سداچار نہیں سیکھا۔ کوئی گن (ہنر) نہیں سیکھا اور دہرم نہیں کمایا۔ وہ اس لوک میں زمین کا بوجھ ہی ہے۔ اس میں اور حیوان میں کچھ فرق نہیں ہے۔ یا یوں کہو۔ کہ وہ حیوان بشکل انسان ہے

(۱۴) پہاڑوں اور بنوں میں جنگلی جانوروں کے ساتھ گھومنا اچھا ہے۔ مگر مورکھ آدمی کی صحبت اندربھون میں بھی بری ہے۔

ہت اپدیش میں بھی کہا ہے کہ بُروں کا ساتھ نہ کرنا چاہیئے۔ اور نہ اُن کے ساتھ چلنا چاہیئے۔ کوے کے ساتھ رہنے سے ہنس اور ساتھ چلنے سے بٹیر مارا گیا۔

انسان جیسوں کی سنگت کرتا ہے۔ ویسا ہی ہو جاتا ہے۔ بُرے کی سنگت

سے بُرا اور بھلے کی سنگت سے بھلا ہوتا ہے۔ اس لئے بُروں کی سنگت تیاگ کر بھلوں کی سنگت کرنی چاہیئے۔ مہاتما چانکیہ جی کا اپدیش ہے۔ کہ بُروں کی سنگت سے دُور رہنا چاہیئے۔ کیونکہ وہ دیکھنے میں انسان ہیں۔ مگر دراصل وہ دو پاؤں کا حیوان ہے۔

وِدوانوں کی پرشنسا

(۱۵) جن کویوں کی بانی شاستروں کے پٹھن پاٹھن سے شدھ اور سندر ہے۔ جن میں شسشیوں کو پڑھانے کی یوگیتا ہے۔ جو اپنی ودیا کے لئے دلیش دیشانتروں میں مشہور ہیں۔ ایسے وِدوان جس راجہ کے راج میں مفلس رہتے ہیں۔ وہ راجہ بالاشبہ مورکھ ہے۔ کیونکہ جن (وِدوان لوگ) تو بنا دھن کے بھی سرلیشٹ ہی ہوتے ہیں۔ جوہری اگر کسی بیش قیمت رتن کی قیمت گھٹا دے۔ تو رتن کی قیمت تو کم نہ ہوگی۔ اس کا مول تو جتنا ہے۔ اتنا ہی بنا رہے گا۔ ہاں۔ اس کی قیمت گھٹانے والا ہی اناڑی اور مورکھ، سمجھا جائیگا۔

(۱۶) ہے راجاؤ! جن مہاپرشوں کے پاس بیش بہا ودیا رُوپی دھن ہے۔ ان کا آپ ہرگز اپمان نہ کریں۔ اس ودیا کے دھن کو چور۔ چُرا نہیں سکتے۔ اس سے سدا سکھ ہی بڑھتا ہے۔ اور خواہ مانگنے والوں کو وہ بے تحاشا لٹایا جائے تب بھی ختم نہیں ہوتا بلکہ بڑھتا ہی جاتا ہے۔ اور کلپ یا پرلے کے وقت بھی جس کا ناش نہیں ہوتا۔ جن مہاپرشوں کے پاس ایسا ودیا رُوپی گپت دھن ہے اُن کی برابری کون کر سکتا ہے۔ پس راجاؤں اور دیگر دھنی پُرشوں کو وِدوانوں کی ہمیشہ قدر کرنی چاہیئے۔ ان کے سامنے اینٹھنا اور ابھیمان کرنا ٹھیک نہیں ہے۔

(۱۷) ہے راجاؤ! جنہیں پرمارتھ سادھن کی کنجی مل گئی ہے۔ جن کو آتم گیان ہو گیا ہے۔ اُن کا آپ لوگ اپمان نہ کریں۔ کیونکہ ان کو تمہاری تنکے جیسی تچھ لکشمی اسی طرح نہیں روک سکتی۔ جس طرح نئے مدکی دھارا سے شوبھا پانے والے شیام مستک والے مست ہاتھی کو کمل کی ڈنڈی کا سُوت نہیں روک سکتا۔

مطلب یہ کہ جن کا ایشور میں سچا پریم ہو جاتا ہے۔ جو پربھو کے انیہ بھگت بن جاتے ہیں۔ جن کا پرماتما پر سچا وشواس ہو جاتا ہے۔ اور آتما اور برھم کو جان جانتے ہیں۔ وہ صرف ایشور یا آتم آنند میں ہی مگن رہتے ہیں۔ انہیں سنسار کی دھن دولت یا ترلوکی کا راج بھی ہیچ معلوم ہوتا ہے۔ وہ دھن کے لوبھ سے سنساری راجوں مہاراجوں اور امیروں کی خوشامد کیوں کرنے لگے۔ آٹھ سدھی اور نو ندھی ایشور بھگت کے سامنے دست بستہ کھڑی رہتی ہیں۔ عزت داغ فرماتے ہیں:۔

تری بندہ نوازی ہفت کشور بخش دیتی ہے
جو تو میرا جہاں میرا عرب میرا عجم میرا

کسی بادشاہ نے ایک مہاتما سے پوچھا۔ کیا تم کبھی میرا بھی خیال کرتے ہو؟ مہاتما نے جواب دیا۔ ہاں! اُس وقت جب کہ میں خدا کو بھول جاتا ہوں۔ جسے پرمیشور نے اپنے دروازے سے ٹھکرا دیا ہے۔ وہ در در بھیک مانگتا پھرتا ہے۔ مگر جسے وہ اپنے پاس بلا لیتا ہے۔ اُسے کسی بھی دوسرے دروازے پر جانے کی ضرورت نہیں پڑتی۔

مہتر کی کہانی

کسی راجہ کے پاس ایک مہتر تھا۔ اس نے ایک دن راجہ کے محل میں چوری کرنے کا وچار کیا۔ آدھی رات کے وقت وہ راجہ کی خوابگاہ کے پاس ہی سیندھ لگانے

لگا۔ ٹھیک اسی وقت رانی نے راجہ سے کہا۔ میں کتنے دنوں سے کہتی ہوں۔ کہ راجکماری کی جلدی شادی کر دیجئے۔ اب وہ جوان ہو گئی ہے۔ مگر آپ میری بات پر دھیان نہیں دیتے۔ راجہ نے کہا۔ یوگیہ ور ملے بنا میں کس کے ہاتھ کنیا سمرپن کروں۔ جب رانی نے بہت اصرار کیا۔ تو راجہ نے مجبور ہو کر کہا۔ اچھا۔ کل صبح ہی میں پاس کے تپوبن میں جاؤنگا وہاں مجھے پہلے ہی جو یوگی مل جائے گا۔ اسی کو اپنی کنیا اور آدھا راج دے دوں گا

نہتر نے راجہ کی یہ بات سن لی۔ اس نے دل ہی دل میں سوچا۔ اب چوری کرنا عبث ہے۔ کیونکہ اگر کسی کو پتہ لگ گیا اور میں پکڑا گیا۔ تو جان جانے میں ذرا بھی شک نہیں۔ جاؤں یوگی کا بھیس بنا کر تپوبن میں بیٹھ جاؤں۔ اس طرح آسانی سے راج کنیا اور آدھا راج مجھے مل جاویگا۔

ایسا سوچ وچار کر وہ اپنے گھر گیا۔ اور وہاں یوگی کا بھیس بنا کر راتوں رات تپوبن کی سڑک پر جا کر بیٹھ گیا۔ صبح کے وقت جوں ہی راجہ تپوبن کے قریب پہنچے وہ سمادھی لگا کر بیٹھ گیا۔ راجہ نے دیکھا کہ یوگی سمادھی میں مگن ہے۔ تب وہ اسے ساشٹانگ پرنام کر کے اس کے پاس ہی بیٹھ گیا۔ راجہ نے بہت دیر تک انتظار کیا۔ مگر مہاتما کی سمادھی بھنگ نہ ہوئی۔ آخر بہت دیر کے بعد مہاتما نے آنکھیں کھولیں۔ راجہ نے اس کے چرنوں میں گر کر شہر میں چلنے کی پرارتھنا کی۔ بہت کچھ انکار و اصرار کے بعد یوگی راج نے راجہ کی بات مان لی۔ راجہ انہیں بڑے آدر کے ساتھ آگے کر کے لے آیا۔ راج محل میں آنے پر راجہ نے یوگی راج کو سنگھاسن پر بٹھا کر اُن کے چرن دھوئے۔ رانی چنور جھلانے لگی۔ کچھ دیر کے بعد راجہ رانی دونوں نے دست بستہ عرض کی۔ بھگوان! ہمارے ہاں ایک پرم سندری کنیا ہے۔ آپ کی آگیا ملنے سے ہم اُس کنیا کو اور اپنے آدھے راجیہ کو شری چرنوں میں ارپن کرنا چاہتے ہیں

نہتر یہ تماشا دیکھ کر دل ہی دل میں وچارنے لگا میں نے صرف ڈھونگ سے

یوگی کا بھیس بنایا ہے۔ اتنے سے ہی راجہ رانی میرے پیروں میں گر راج کنیا اور آدھا
راج دینے کے لئے بیاکل ہیں۔ اگر میں سچا یوگی ہو جاؤں تو نہ جانے کتنے راجہ اور رانی
میرے پیروں پڑیں گے۔ کتنی راج کنیا ئیں اور کتنے راج مجھے ملینگے۔"

اس طرح سوچتے سوچتے اس کا دل بدل گیا۔ اس نے راجہ اور رانی کی پرارتھنا
کو نامنظور کر دیا۔ اور فوراً سنگھاسن سے اتر کر بڑی بیاکلتا سے بھگوان کو پکارتا
ہُوا بن کو چلا گیا۔ پھر وشے بھوگ اس کا سپرش نہ کر سکے۔ بھگتی کا دوار کھل گیا۔
جیون سارتھک ہو گیا۔ بھگوان کی کرپا ہو گئی۔ یہ تو گیان کی پہلی اوستھا کی بات ہے۔
جن کو پُورن گیان ہو جاتا ہے۔ ان کا تو کہنا ہی کیا؟

سچ ہے۔ جن پر جگدیش کی کرپا ہوتی ہے۔ جن کی گیان کی آنکھیں کھل جاتی
ہیں۔ ان کو سنساری دھن دولت ہیچ معلوم ہوتے ہیں۔ ایسے ایشور کے سچے بھگتوں
اور گیانیوں کو جو پرلوبھنوں میں پھنسانا چاہتے ہیں۔ وہ ان مورکھوں کی مانند ہی
ہیں۔ جو مست ہاتھی کو کمل کی ڈنڈی سے باندھنے کی عبث کوشش کرتے ہیں۔

(۱۸) اگر ودھاتا (برھما) ہنس سے بالکل ناراض ہو جائیں۔ تو اس کا کمل بن
کا نواس اور ولاس (سکھ) نشٹ کر سکتے ہیں۔ مگر اس کی دودھ اور پانی کو
الگ الگ کر دینے کی چترائی کی شہرت کو خود ودھاتا بھی نشٹ نہیں کر سکتے۔
مطلب یہ کہ کوئی بھی کسی کے سوبھاوک گن کو نشٹ نہیں کر سکتا۔

(۱۹) بازوبند۔ چاند کی جگمگانے والے موتیوں کے ہار۔ سنان۔ چندن وغیرہ
کا لیپ۔ پھولوں کے سنگار اور سنوارے ہوئے بالوں سے پُرش کی شوبھا نہیں
ہوتی۔ پُرش کی شوبھا صرف سنسکار (شدھ) کی ہوئی سندر بانی سے ہے۔ کیونکہ
اور سب زیور نشچے ہی نشٹ ہو جاتے ہیں۔ مگر بانی روپی زیور سدا قائم رہتا ہے۔

(۲۰) ودیا منش کا سچا رُوپ اور گُپت دھن ہے۔ ودیا منش کو بھوگ، سُکھ اور

اور اچھے لیش کے دینے والی ہے۔ ودیا گوروؤں کی بھی گورو ہے۔ پردیس میں ودیا ہی بندھو کا کام کرتی ہے۔ ودیا ہی پرم دیوتا ہے۔ راجاؤں میں ودیا کا ہی مان ہے۔ دھن کا نہیں۔ جس میں ودیا نہیں وہ پشو کے سمان ہے۔ مہاتما تلسی داس جی کہتے ہیں:۔

تُلسی ساتھی بپد کے وِدیا۔ وِنے۔ وِویک
ساہس۔ سُوکرت۔ ستیہ برت رام بھروسو ایک

آہا! کیسا اچھا دوہا ہے۔ جی چاہتا ہے۔ بار بار پڑھتے ہی رہیں۔ ودیا کی مہما مہان ہے۔ آگے بھرتری ہری جی مہاراج کہتے ہیں:۔

(۱ ۲) کشما ہے تو کوچ کی کیا ضرورت؟ اگر کرودھ ہے۔ تو کسی دوسرے دشمن کی کیا ضرورت؟ اگر سُو جاتی ہے تو اگنی کی کیا ضرورت؟ اگر سُندر ہردے والے مِتر ہیں۔ تو دِویہ اوشدھیوں سے کیا فائدہ؟ اگر دُشٹوں کی سنگت ہے۔ تو سانپوں کی کیا ضرورت؟ اگر نِردوش ودیا ہے۔ تو دھن سے کیا مطلب؟ اگر لجا ہے۔ تو دیگر زیوروں کی کیا ضرورت؟ اگر سُندر کویتا شکتی ہے۔ تو اُس کے اس کے راجائی ٹھاٹھ کی کیا حیثیت؟ مطلب یہ کہ

(۱) کشما شیل کے آگے سب کا سر نیچا ہو جاتا ہے۔ اس کا کوئی دشمن نہیں ہے۔

(۲) غصہ انسان کا سب سے بڑا دشمن ہے۔ غصہ ور انسان اپنا دشمن آپ ہے۔ جس نے کرودھ کو جیت لیا اس نے گویا سب دشمنوں کو جیت لیا۔ کشما سے ہی دھرم کی شانتی ہے۔ کرودھی انسان اپنے لوک و پرلوک دونوں کو بگاڑ لیتا ہے یقیناً اس جگت میں کھشما سے بڑھ کر انسان کی رکھشا کرنیوالا اور غصہ سے بڑھ کر ناش کرنے والا دشمن نہیں ہے۔ کشما شیل کے ساتھی خود بھگوان ہوتے ہیں مہاتما کبیر نے بہت ہی ٹھیک کہا ہے۔

جہاں دیا تہاں دھرم ہے لوبھ جہاں تہاں پاپ
جہاں کرودھ تہاں کال ہے جہاں کشما تہاں آپ

بائبل میں ایک جگہ لکھا ہے۔ کہ کرودھ مورکھوں کے ہردے میں نواس کرتا ہے۔ اور کشما سجنوں کے ہردے میں رہتی ہے۔

(۳) سُو جاتی یا برادری ہی آگ ہے۔ کیونکہ اگر کوئی آدمی برادری کے خلاف کام کرتا ہے۔ تو برادری اس کی نندا کرتی ہے۔ اس سے انسان کے دل میں جلن ہوتی ہے۔ ہردے میں دن رات آگ سی جلا کرتی ہے۔ اسی سے کہا ہے۔ کہ سو جاتی یا برادری کے رہنے پر آگ کی کیا ضرورت

(۴) اگر انسان کا کوئی سچا ہتکاری متر ہے۔ تو وہ سدا سکھی رہتا ہے۔ ماتا پتا اور متر۔ یہ تینوں سوبھاو سے ہی ہت کرنے والے ہوتے ہیں۔

(۵) اس جگت میں دُرجن سے بڑھ کر انسان کو کشٹ دینے والا سانپ بھی نہیں ہے۔ سانپ ایک دم سے انسان کو مار ڈالتا ہے۔ مگر دُرجن گھلا گھلا کر ستا ستا کر مارتے ہیں۔ پرماتما کرے۔ کسی سجن کو کسی دُرجن (دُشٹ) سے کبھی پالا نہ پڑے۔

(۶) ودیا ہی سچا دھن ہے۔ ودوان کو کہیں کسی طرح کی کمی نہیں رہتی۔ ودوان جہاں بھی جاتا ہے۔ وہیں اس کا ستکار ہوتا ہے

(۷) ایسے ہی اگر انسان اچھا کوی (شاعر) ہے۔ تو راجہ لوگ اُسے سر آنکھوں پر بٹھاتے ہیں۔ راجاؤں کو بھی اُن کی سب سے زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔ کیونکہ اُن کے بنا ان کی شہرت چار دانگ عالم میں کون پھیلا سکتا ہے؟

(۸) لجا یا شرافت ہی سب سے بڑھیا زیور ہے۔ مگر جو بُرے کاموں سے نہیں شرماتا بے حیائی کا بُرقعہ اوڑھ لیتا ہے۔ وہ مہا نیچ ہے۔ ایسا کون ہے جس سے کوئی نہ کوئی بُرا کام نہ ہو جائے۔ مگر جو اپنے کئے پر شرمندہ ہوتا ہے۔ اور دل ہی دل میں پشچاتاپ

کرتا ہے۔ وہ بلاشبہ سرلشٹ پرش ہے۔ ایسے کو پرماتما یقیناً گشما کر دیتا ہے۔

(۲۲) جو اپنے رشتہ داروں کے ساتھ کشادہ دلی (اُدارتا) کا سلوک کرتا ہے۔ نوکروں کے ساتھ سختی سے پیش آتا ہے۔ دوسروں پر دیا کرتا ہے۔ سجنوں کے ساتھ پریتی رکھتا ہے۔ راج سبھا میں نیتی سے کام لیتا ہے۔ ودوانوں کے ساتھ حلیمی سے پیش آتا ہے۔ دشمنوں کے ساتھ شوربیرتا (دلیری)، اور بڑے بوڑھوں کے ساتھ سہن شیلتا (برداشت) سے کام لیتا ہے۔ استریوں سے چترائی کا برتاؤ کرتا ہے۔ وہ سب کلاؤں میں پورن ہے۔ اور ایسے ہی سجنوں کے آشرے یہ جگت ٹھیرا ہوا ہے۔

انسان کا فرض ہے۔ کہ وہ اپنے رشتہ داروں اور بھائی بندوں کے ساتھ کشادہ دلی سے پیش آوے۔ اپنی شکتی بھر اُن کی مدد کرے۔ کیونکہ جن سے اپنے گھر والوں اور رشتہ داروں کا ہی بھلا نہ ہو۔ ان کا اس لوک میں جنم لینا ہی عبث ہے۔ اپنا پیٹ کون نہیں بھر لیتا۔ آدمی وہی ہے جس سے دوسروں کا بھلا ہو۔

(۲) سنسار میں دیا کے برابر گن نہیں ہے۔ دیا کے برابر دوسرا دھرم نہیں ہے۔ مہاتما بُدھ نے کہا ہے۔ کہ جو آدمی دیگر جانداروں کو دُکھ دیتا ہے۔ وہ آریہ نہیں ہے بلکہ جو سب پرانیوں پر دیا بھاو رکھتا ہے۔ وُہی آریہ پرش ہے۔ مہاتما شنکر آچاریہ جی کہتے ہیں۔ دیا۔ مترتا۔ دان اور مدھر بانی۔ ان چاروں سے بڑھ کر کوئی وشی کرن منتر نہیں ہے۔ کیڑے مکوڑوں اور چیونٹیوں پر بھی اپنے جیسا سمجھ کر دیا کرنی چاہیئے۔ مہاتما کبیر داس نے بھی کہا ہے۔ ؎

دیا بھاو جانے نہیں گیان کتھے بے حد
تے نرک ہیں جائیں گے سُن سُن ساکھی شبد
دایا دل میں راکھیئے تو کیوں نردے ہوئے
سائیں کے سب جیو ہیں کیری کنجر دوئے

(۳) راج سبھا میں انسان کو نیتی سے کام لینا چاہیئے۔ (۴) اور دشٹوں کے ساتھ سختی کا برتاؤ کرنا چاہیئے۔ دشٹ کو سر پر چڑھانا آفت مول لینا ہے۔ نرمی کرنے سے دشٹ قدم قدم پر تنگ کرتے ہیں۔ بدرجی نے بھی کہا ہے کہ جو جیسا ہو۔ اس کے ساتھ ویسا ہی سلوک کرنا چاہیئے۔

(۵) جس طرح دشٹوں کے ساتھ سختی کا برتاؤ کرنا چاہیئے۔ اسی طرح ودوانوں کے ساتھ ہمیشہ نرمی سے پیش آنا چاہیئے۔ جو بدھیمان ودوانوں کا آدرستکار کرتے ہیں۔ ان کے سامنے ادب قاعدے سے بولتے ہیں۔ وہی ودوانوں سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

(۶) دشمنوں کے ساتھ دلیری و جرأت کا سلوک کرنے میں ہی بھلائی ہے۔ جو دشمن سے دب جاتا ہے۔ اس سے خوف کھا کر پیچھے ہٹتا ہے۔ اسے دشمن مار لیتا ہے۔ پس دشمن کو سدا دبانا چاہیئے۔ اس سے دبنا نہ چاہیئے۔

(۷) محبت یا پریتی سدا سجنوں کے ساتھ کرنی چاہیئے۔ کیونکہ سجن پرش ایک بار جسے اپنا کہ دیتے ہیں۔ پھر کبھی اس کا ساتھ نہیں چھوڑتے۔ شوجی نے وِش کو اور شیش جی نے پرتھوی کو آج تک نہیں تیاگا۔ سجن پرش آم کے درخت کی مانند ہوتے ہیں۔ جو پتھر مارنے پر بھی پھل دیتے ہیں۔

(۸) ماتا پتا۔ بڑے بھائی اور گورو۔ ان کو گورو جن (بزرگ۔ بڑے) کہتے ہیں۔ ان کی کڑوی باتوں کو بھی امرت کی طرح پی جانا چاہیئے۔ سنسار میں میٹھی باتوں کے کہنے والے بہت ہیں۔ مگر سچی ہتکاری بات کے کہنے والے ورلے ہی ہیں۔ ماں باپ اور گورو جو کچھ کہتے ہیں۔ وہ اکثر بھلائی کے خیال سے ہی کہتے ہیں۔ اس لئے ان کی بات کبھی نہ ٹالنی چاہیئے۔

(۹) استریاں سوبھاؤ سے ہی چتر اور مایا وِنی ہوتی ہیں۔ یوں تو وہ چالاک

سے چالاک آدمی کو بھی ناچ نچا سکتی ہیں۔ لیکن اگر کوئی نرا بھوندو ان کے ہاتھ میں آجاتا ہے۔ تب تو وہ ایسے ایسے کھیل کھیلتی ہیں کہ جن کا نہ کہنا ہی اچھا ہے۔ جو پرش ان کی چال ڈھال پر نگاہ رکھتے ہیں۔ اور وقت کے مطابق ییتھو چت برتاؤ کرتے ہیں۔ وہی سنسار میں سکھ پاتے ہیں۔ مہاتما بھرتری ہری خود پنگلا سے کس طرح ٹھگے گئے۔ یہ بات ان کے جیون چرتر میں ناظرین نے پڑھ ہی لی ہوگی۔ مگر اس تحریر کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ سبھی دیویاں ویسی ہی ہوتی ہیں۔ پھر بھی چندن ہر جنگل میں نہیں ملتا۔ اور سادھو پرش بھی سب جگہ نہیں ملتے۔ مطلب یہ کہ ستی دیویاں اور سجن پرش کم ہی ہوتے ہیں۔ مگر ہوتے ضرور ہیں۔ جنہوں نے پچھلے جنم میں گھور تپ کیا ہے۔ انہیں ہی وہ ملتے ہیں۔

ست سنگ کی مہما

(۲۳) ست سنگتی بدھی کی جڑتا کو ہرتی ہے۔ بانی میں ستیہ سینچتی ہے۔ سنمان ارتھات قدر و منزلت بڑھاتی ہے۔ پاپوں کو دور کرتی ہے۔ چت کو خوش کرتی ہے۔ اور دسوں اطراف میں کیرتی (شہرت) کو پھیلاتی ہے کہو۔ ست سنگت انسان میں کیا نہیں کرتی؟ ارتھات سب کچھ کرتی ہے۔ ہتو اپدیش میں کہا ہے کہ

"سجنوں کا سنگ۔ کرشن کی بھگتی اور نرمل گنگا جل میں سنان۔ اس اسار سنسار میں یہ تین ہی سار سمجھے جاتے ہیں۔"

ست سنگ کی مہما اپار ہے جس لوہے اور پارس کے میل سے لوہا بھی سونا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ست سنگ سے نیچ پرش بھی مہا پرش ہو جاتا ہے۔ مہاتما بدر نے ہنش کے لئے یہ چھ سکھ بتائے ہیں۔ (۱) تندرستی (۲) قرضدار نہ ہونا (۳) ولیش

دیشانتروں کی یاترا (۴) آزادی سے دھن کمانا (۵) سدا بے خوف رہنا (۶) سجنوں کا ست سنگ کرنا۔ مہاتما کبیر داس جی نے کہا ہے۔ ؎

ایک گھڑی آدھی گھڑی آدھی سوں بھی آدھ
کبیرا سنگت سادھ کی کٹے کوٹی اپرادھ
کبیرا سنگت سادھ کی نت پرتی کیجے جائے
درمتی دور بہاوسی۔ دیسی سومتی بتائے

خلاصہ یہ کہ ست سنگ دہرم ارتھ کام اور موکش ان چاروں کا داتا ہے۔ وہ دکھ کے ناش کرنے والا اور سکھ کے دینے والا ہے اس لئے ست سنگ ضرور کرو۔ تمہارا کلیان ہوگا

(۴۲) جو شبھ کرم کرنے والے کوی سرشیٹ شرنگار وغیرہ نورسوں میں پورے ماہر ہیں۔ وہ دھنیہ (مبارک) ہیں۔ ان کی جے ہو۔ ان کی کیرتی (شہرت اور ناموری) روپی دیہہ کو بڑھاپے اور موت کا بھے نہیں ہے۔

مطلب یہ کہ اچھے کوی (شاعر) زندہ جاوید ہوتے ہیں۔ مہرشی بالمیکی۔ مہرشی ویاس۔ گسائیں تلسی داس۔ کالیداس۔ مہاتما سورداس وغیرہ شاعر اپنی شاعری کی وجہ سے زندہ جاوید ہو گئے ہیں۔ اگرچہ ان کے جسم بوڑھے بھی ہوئے اور نشٹ بھی ہو گئے۔ تاہم ان کی زندوں سے بڑھ کر قدر کی جاتی ہے۔ بلکہ پرلے (قیامت) تک ان کا نام زندہ رہے گا۔ خود مہاتما بھرتری ہری کا نام ان کی شاعری کی وجہ سے اب تک زندہ ہے اور سدا کے لئے زندہ رہے گا۔ استاد ذوق نے کیا خوب کہا ہے۔

رہتا سخن سے نام قیامت تلک ہے ذوق
اولاد سے تو ہے یہی دو پشت چار پشت

خلاصہ مطلب یہ کہ شاعر یا مصنف کی مِتّی کی دیہہ کو خواہ بڑھاپا اور موت آجاوے۔ مگر اُن کی شہرت کو نہ بڑھاپے کا ڈر ہے نہ موت کا۔ ان کا نام سدا اجرامر رہتا ہے۔

بھاگیہ وان کون؟

(۱ تا ۹) سدا چاری بیٹا۔ پتی برتا ستی استری۔ مہربان مالک۔ سنہیہ کرنے والا متر۔ کپٹ رہت رشتہ دار۔ کلیش رہت (شانت) من۔ خوبصورتی۔ دیر پا جائداد اور ودیا سے شوبھا پانے والا مکھ۔ یہ سب اسے ملتے ہیں۔ جس پر سب منورتھوں کے پورن کرنے والے سُورگ پتی کرشن بھگوان پرسن ہوتے ہیں۔ ارتھات لکشمی پتی نارائن کی کرپا کے بنا یہ اوتم پدارتھ نہیں ملتے۔

سدا چاری بیٹا

اگرچہ دنیا دار لوگ بیٹے کے نام سے ہی اپنے آپ کو خوش قسمت مانتے ہیں مگر بدچلن بیٹے سے کوئی لابھ نہیں کیونکہ اس سے ماتا پتا کو کوئی سکھ نہیں اُلٹا دُکھ ہوتا ہے۔ بیٹا وہی اچھا ہے۔ جس سے بنس کی اُونتی ہو جس سے سنسار کا بھلا ہو جس سے ماں باپ کو سکھ ملے جس کا بیٹا نہ دانی ہے۔ نہ تپسوی ہے نہ بہادر ہے نہ وِدوان ہے اور نہ دھنوان ہے۔ وہ اگر بیٹے والا ہے۔ تب بنا بیٹے کے کون ہے؟ کنس جیسے پاپی بیٹے سے سوائے دُکھ کے سکھ نہیں۔ بھگوان کسی کو بیٹا دے تو رام اور شرون جیسا دے۔

پتی برتا استری

استری (دیوی) گھر میں ہونے سے ہی انسان سکھی نہیں ہو سکتا۔ اگر استری ستی سادھوی یا پتی برتا نہ ہو۔ پتی کی آگیا ماننے والی نہ ہو۔ کلٹا یا وبھچارنی ہو۔ دن

رات جھگڑنے والی۔ کرودھ کرنے والی اور ترش زبان ہو۔ گھر کے کام کاج سے ناواقف اور پھوہڑ ہو۔ تو پرش کو اس پرتھوی پر ہی نرک ہے۔ ایسی استری نہیں مرد کی ساکھشات موت ہے۔ جو استری سدا اپنے پتی میں پریم رکھتی ہے غیر مرد کے نام سے اور سایہ سے دور رہتی ہے۔ گھر کے کام کاج میں ماہر۔ باسلیقہ سُگھڑ، وتی اور سوشیل ہوتی ہے۔ وہی سچی استری ہے۔ جس کے گھر میں ایسی استری ہے۔ وہ سچ مچ بڑا ہی خوش قسمت ہے۔ اس لکشمی کے ہوتے اس کو کس بات کی کمی ہے؟ اس کے گھر میں اشٹ سدھی نوندھی ہاتھ باندھے کھڑی رہتی ہیں۔ پتی برتا غریبی میں بھی غریبی کا احساس نہیں ہونے دیتی۔ پتی برتا دراچاری پتی کو بھی راہ راست پر لے آتی ہے۔ جس کے گھر میں پتی برتا استری ہے۔ وہی سچا گرہستی اور سچا سکھی ہے۔

مہربان مالک

اول تو پرائی نوکری ہی دکھ دائی ہے۔ کیونکہ اس آزادی کا تو نام نہیں ہے۔ مورکھ سے مورکھ مالک بھی اپنے لایق سے لایق نوکر کو مورکھ اور پاگل کہ دیتا ہے۔ اس کے اچھے سے اچھے کاموں میں بھی دوش لگا دیتا ہے۔ ذرا ذرا سی باتوں میں نوکر کا اپمان کرتا ہے۔ مگر اس پاپی پیٹ اور زبان کے لئے۔ خاص کر استری اور بچوں کے لئے، اپنے بُرے کرموں کے پاپوں کا پھل بھوگنے کے لئے انسان کو نوکری کرنی ہی پڑتی ہے، اگر بدقسمتی سے مالک غصہ ور اور خود غرض مل گیا تب تو جیتے جی ہی نرک ہو گیا۔ لیکن اگر خوش قسمتی سے مالک ہنس مکھ مہربان۔ خوش خلق اور نوکر کے دکھ سکھ کا خیال رکھنے والا۔ اس کا بھلا چاہنے والا مل گیا۔ تب تو کسی طرح سکھ سے جیون کٹ جاتا ہے۔ اتنا دکھ نہیں ہوتا۔ مگر ایسا سوامی بھگوان کرشن کی پورن کرپا کے بغیر نہیں ملتا۔

سنیہی متر

اس جگت میں سچے متر سے بڑھ کر کچھ بھی سکھدائی نہیں ہے۔ سچا
متر دکھ اور سکھ میں یکساں سنیہ رکھتا ہے۔ بلکہ دکھ میں تو اس کا سنیہ اور بھی
بڑھ جاتا ہے۔ جو سچا دوست ہے وہ اپنے دوست کے رتی بھر دکھ کو پہاڑ جیسا
مانتا ہے اور اپنے پہاڑ جیسے دکھ کو رتی بھر سمجھتا ہے۔ آڑے وقت پر تن من
اور دھن سے مدد دیتا ہے۔ سایہ کی طرح ساتھ رہتا ہے۔ سچا متر اپنے دوست
کی خوبیوں کو مشہور کرتا اور برائیوں کو چھپاتا ہے۔ جان جانے پر بھی دوست
کے راز کو پرگٹ نہیں کرتا۔ جن پر بھگوان کرشن کی کرپا ہوتی ہے۔ انہیں کو ایسا
متر ملتا ہے۔ آج کل تو مطلب کے یار رہ گئے ہیں۔ جب تک آپ کے پاس پیسہ
ہے۔ تب تک آپ کے متر بنے رہتے ہیں۔ جہاں آپ کا ہاتھ تنگ دیکھا۔ متر
کافور کی طرح اڑ گئے۔ بعض دفعہ ہم لوگ اپنی ناسمجھی سے خوشامدیوں کو متر سمجھ
لیتے ہیں۔ مگر خوشامدی سے بڑھ کر دشمن اس جگت میں نہیں ہے۔

کپٹ رہت رشتہ دار

جس طرح سچے متر خال خال ہوتے ہیں۔ اسی طرح کپٹ رہت بھائی بند
اور رشتہ دار بھی شاذ و نادر ہی ملتے ہیں۔ جب تک آپ کے پاس لکشمی رہیگی
تب تک رشتہ دار بنے رہیں گے۔ دنیا میں لوگ سالا کہلانے سے بہت
جھجکتے ہیں مگر دھنوان کے سالے بننے میں بھی فخر سمجھتے ہیں۔ غریب کے لوگ
بہنوئی بھی نہیں بنتے۔ مگر امیر کے سالے نہ ہونے پر بھی سالے بن جاتے ہیں۔ اس
زمانہ میں نہ کوئی کسی کا باپ ہے نہ بیٹا نہ بہن ہے نہ بھائی۔ سب پیسے کے سنگی
ہیں۔ مفلس کو استری تک تیاگ دیتی ہے۔ اوروں کی تو بات ہی کیا ہے۔ ایسی
حالت میں اگر کسی کو کوئی کپٹ رہت رشتہ دار ملے۔ تو اس کی خوش قسمتی میں کیا

حل ہو سکتا ہے؟

کلیش رہت من

اگر انسان کا من کلیش رہت ارتھات شانت ہو۔ تو اسے دُکھ ہی کیا؟ اس کے برابر سکھی کون ہے۔ اس کے برابر خوش قسمت کون ہے؟ بلاشبہ جگدیشی کی پُورن دیا ہونے سے ہی من شانت رہتا ہے۔ ہم نے ایسا کوئی نہیں دیکھا۔ کہ جس کا من کسی نہ کسی دُکھ سے فکر مند نہ رہتا ہو۔ گورو نانک نے سارا سنسار کھوج ڈالا۔ مگر انہیں سچا سکھیا کوئی نہ ملا اس لئے انہوں نے کہا۔ کہ ؎

نانک دُکھیا سب سنسار

غریب لوگ راجوں اور امیروں کو دیکھ کر دل ہی دل میں دُکھی ہُوا کرتے ہیں۔ اور کہا کرتے ہیں کہ وہ لوگ سُورگ کا آنند بھوگ رہے ہیں۔ مگر اصل میں یہ بات نہیں ہے۔ یہ ان لوگوں کی خام خیالی ہے۔ کیونکہ جو جتنے دھنی ہیں۔ وہ اتنے ہی زیادہ فکرمند اور دکھی ہیں۔ ظاہری طور پر وہ لوگ سکھی نظر آتے ہیں۔ مگر ان کی اندرونی حالت بڑی افسوسناک اور دُکھ بھری ہوتی ہے۔ بڑے لوگوں کو رات کے وقت بھی سکھ کی نیند نہیں آتی۔ ناتجربہ کار لوگ سمجھتے ہیں کہ دھن کمانے سے انسان سکھی ہوتا ہے لیکن ہمارا خیال تو یہ ہے۔ کہ جوں جوں دھن بڑھتا جاتا ہے۔ توں توں افکار بھی بڑھتے جاتے ہیں۔ من کو سدا سکھی رکھنے کا ایک ہی اُپائے آتم سنیم یا خود ضبطی ہے۔ جس نے اپنی اندریوں پر پُورا قابو پا لیا ہے۔ اور جس کی نگاہ میں سکھ دکھ۔ نفع نقصان تعریف یا مذمت یکساں ہے۔ وہی سکھی ہے۔ من کو سکھی رکھنے کا ایک اوتم اُپائے یہ ہے۔ ؎

ہر شئی ہے وُہی جو رام رچ راکھا
کو کر ترک بڑھاوے ساکھا

سبھی جانتے ہیں کہ سُکھ یا دکھ ہمارے اپنے ہی کرموں کا پھل ہیں۔ اچھے کرموں کا

پھل سکھ ہے اور بُرے کرموں کا دُکھ۔ بُرا بھلا جو کچھ بھی ہمارے سامنے آ رہا ہے یہ سب ہماری کاہی کرنی کا پھل ہے۔ ہونہار ٹل نہیں سکتی۔ اور جو شدنی نہیں ہے۔ وہ کبھی نہ ہوگی۔ ایشور کے قانون میں بھول نہیں ہو سکتی۔ جس نے جیسا بویا ہے۔ ویسے وہ کاٹنا ہی پڑیگا کرم کی ریکھا کو برہما بھی مٹا نہیں سکتے۔ اس بات کا وچار کرکے انسان کو ہر حالت میں خوش رہنا چاہیئے۔ شوک اور چنتا سے دُکھ الٹا بڑھتا ہے۔ اس لئے ہر حالت میں سکھی رہنے کی عادت ڈال لو۔

خوبصورتی

خوبصورتی یا سُندرتا بھی پرماتما کی دین ہے۔ مگر وِدوان اُسے ہی خوبصورت سمجھتے ہیں جو کہ خوش سیرت اور وِدوان ہے پنڈت ہے۔ بدھیمان دھرماتما اور پراُپکاری ہے۔ دینوں پر دیا کرتا ہے۔ غریبوں اور محتاجوں کی ضروریات کو پورا کرتا ہے۔ جو سدا خوش رہتا ہے۔ جس کے ماتھے پر کبھی بل نہیں پڑتا جو اپنی میٹھی باتوں سے جگت کے ہردے کو فریفتہ کر لیتا ہے۔ آنکھ ناک اور چہرے کی خوبصورتی سچی خوبصورتی نہیں۔ اگر صورت شکل اچھی ہو اور ساتھ ہی مندرجہ بالا صفات بھی ہوں۔ وہی سچی خوبصورتی ہے مگر مندرجہ بالا خوبیوں کے بغیر صرف صُورت شکل کی سندرتا عبث ہے۔

دیرپا دھن

بہت دنوں تک رہنے والا دھن ہی دیرپا ارتھات سچا دھن ہے۔ جو آج ہے اور کل نہیں ایسا دھن کس کام کا؟ لکشمی کا سوبھاو ہی چنچل ہے۔ وہ ایک جگہ کبھی ٹِک کر نہیں رہتی۔ آج اِس گھر میں ہے تو کل اُس گھر میں۔ دھن پاؤں کی دُھول کی مانند ہے جو پیروں میں لگتی ہے۔ اور جھٹ جھڑ جاتی ہے۔ ایک مغربی عالم نے کہا ہے۔ کہ میں نے کسی کے پاس دولت تین پُشت سے زیادہ ٹھیرتی نہیں سُنی ہے۔ کسی نے کہا ہے۔ کہ "دولت کے پر ہوتے ہیں"۔ مگر ہاں جن پر جگدیش کی پُورن کرپا ہوتی ہے۔ انہیں کے ہاں اُن کی عمر

بھر دھن الشوریہ رہتے ہیں

کلیان کے مارگ

(۲۶) جیو ہنسا نہ کرنا۔ پر ایا دھن ہرن کرنے سے من کو روکنا۔ ستیہ بولنا۔ دتنت پریتھا شکتی دان کرنا۔ غیر استریوں کی چرچا نہ کرنا اور نہ سننا۔ ترشنا کے پرواہ کو توڑنا گورو جنوں (بڑوں) کے آگے حلیمی اختیار کرنا اور سب پرانیوں پر دیا کرنا۔ عموماً سب شاستروں کی رُو سے یہ سب منش کے کلیان کے مارگ ہیں (۲۶)

جیو ہنسا نہ کرنا (اہنسا)

"اہنسا پرمو دھرما"۔ اس بات کو سب دھرم والے مانتے ہیں۔ مہاتما سعدی کا قول ہے

زیر پایت گر بدانی حال مور
ہمچو حالِ تست زیر پائے پیل

تمہارے پاؤں کے نیچے دبی ہوئی چیونٹی کا وہی حال ہوتا ہے۔ جو اگر تم ہاتھی کے پاؤں کے نیچے دب جاؤ۔ تو تمہارا ہو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں سب جیووں کو اپنے مانند سمجھنا چاہیئے۔ پرائی جان بھی اپنی جان کے برابر سمجھنی چاہیئے۔ دوسروں کو دُکھ دیتے وقت اس بات کا خیال رکھنا چاہیئے۔ کہ اگر ہمیں کوئی ایسا ہی دُکھ دے۔ ہمیں بھی کوئی ذبح کرے۔ تو ہمارا کیا حال ہو۔ اگر انسان یہ خیال اپنے ہردے میں رکھے۔ تو اُس سے کبھی کسی کی ہتیا نہ ہو اور کسی طرح کا اور بھی ظلم نہ ہو

دوسرے کے دھن پر من نہ ڈگمگانا

دھن ایک ایسی چیز ہے۔ کہ اس کے کمانے میں بھی دُکھ۔ رکھنے (حفاظت) میں بھی دُکھ اور ناش میں بھی دُکھ ہے۔ گرگ نامی ودوان کا قول ہے۔ کہ دھن کی پراپتی

سے ہمیں اتنا سکھ نہیں ہوتا۔ جتنا کہ اس کے ناش سے ہمیں دکھ ہوتا ہے۔ ایسے ا
کاری دھن کو سوائے اگیانیوں کے کون پسند کرے گا؟ اور اگر اسے کسی طرح سنسا
کے کام چلانے کے لئے اچھا بھی سمجھ لیں۔ تو بھی پرایا دھن چوری زوری یا بے ایمان
سے ہڑپ کر جانا تو بالکل انرتھ اور پاپ کا مول ہے۔ جو اپنے دل میں پرایے دھن
کے ہڑپ کرنے کا وچار بھی کرتا ہے اس کے دونو لوک بگڑ جاتے ہیں۔ آپ کی بُری
خواہشوں کو بھی نوٹ کرنے والا آپ کے اندر ہی موجود ہے۔ وہ آپ کے گپت سے
گپت کاموں پر نگاہ رکھتا ہے۔

اگر دھن کی خواہش ہو۔ تو خود کوشش کرنی چاہیئے۔ محنتی آدمی کے پاس دھ
دوڑ کر آتا ہے۔ محنتی کبھی غریب نہیں رہتا۔ اگر بہت دھن قسمت میں نہ بھی لکھا
تو بھی محنتی غریب نہیں رہ سکتا۔ اس لئے بھول کر بھی پرایے دھن پر من نہ لگا
چاہیئے۔

سچ بولنا

ستیہ خود پرماتما ہے۔ سچ کے برابر اور کوئی دھرم نہیں ہے نہ تیرتھ ہے۔ ستیہ
سب دھرموں سے اونچا ہے۔ ستیہ کی سدا جے ہوتی ہے۔ ستیہ کی ناؤ پربت پر چلتی
ہے۔ ستیہ سے ہی پرتھوی ٹھیری ہوئی ہے۔ ستیہ سے ہی سورج تپتا ہے۔ ستیہ
سے ہی ہوا چلتی ہے۔ جو کچھ ہے۔ وہ ستیہ پر ہی ٹھیرا ہوا ہے۔ ہمیں اپنے منزل مقص
تک پہنچنے کے لئے ستیہ ہی کی راہ پر چلنا چاہیئے۔ یہ راہ سیدھی اور نزدیک ہے۔

کہاں تک لکھیں۔ ستیہ کی مہما سب شاستروں نے گائی ہے۔ ستیہ کے لئے
ہی راجہ ہریش چندر نے راج۔ دھن اور استری پتر تک کو تیاگ کر شمشان گھاٹ
پر چانڈال کی سیوا کی تھی۔ انسان کو ہمیشہ سچ بولنا چاہیئے۔ سچا آدمی اگر کبھی بھول
سے یا جان کر جھوٹ بھی بول دیتا ہے۔ تو اُس کا وہ جھوٹ بھی سچ ہی سمجھا جاتا ہے۔

اور جو جھوٹ بولتا ہے وہ اگر کبھی سچ بھی بولے تو لوگ اسے جھوٹا ہی سمجھتے ہیں۔ مہاتما کبیر داس جی کہتے ہیں:-

ساچ برابر تپ نہیں جھوٹ برابر پاپ
جا کے ہردے ساچ ہے تا کے ہردے آپ
ساچے شاپ نہ لاگئی ساچے کال نہ کھائے
ساچے کو ساچا ملے۔ ساچے ماہیں سمائے

خلاصہ یہ کہ سدا سچ بولو۔ سچ بولنے والے کا درجہ سب سے اونچا ہوتا ہے۔ ستیہ وادی پرماتما کا سب سے زیادہ پیارا ہوتا ہے۔ ستیہ کا انجام سدا سکھدائی ہے۔

حسب حیثیت دان

انسان کو اپنی حسب حیثیت شردھا انوسار دان ضرور کرنا چاہئیے۔ اپنی حیثیت سے بڑھ کر دان کرنا یا بے وقت دان دینا اچھا نہیں ہے۔ جوانی۔ زندگی۔ دھن لکشمی اور حکومت یہ سب چنچل ہیں آج ہیں کل کا بھروسہ نہیں۔ مرنے پر صرف دھرم ہی انسان کے ساتھ جاتا ہے۔ اور سب تو جسم کے ساتھ ہی ناش ہو جاتے ہیں۔ اس لئے انسان کو ہر روز کچھ نہ کچھ دان ضرور کرنا چاہیئے۔ کون جانے کس وقت موت کا پروانہ آ جائے۔ دانی (سخی) کو اس لوک میں ناموری ملتی ہے۔ اور موت کے بعد سورگ ملتا ہے ہریشچندر۔ کرن۔ بکرماجیت۔ نوشیروان اور حاتم طائی آج اس ناپائیدار دنیا میں نہیں ہیں۔ ان کی ہڈیوں کا بھی پتہ نہیں ہے۔ مگر ان کی پاک شہرت آج صفحۂ دنیا پر موجود ہے۔ اور اسی طرح اجر امر رہے گی۔

بھائیو! اس بات کو سدا یاد رکھو۔ کہ جسم سدا رہنے والا نہیں اس لئے بھلا چاہو۔ تو دھرم کرو۔ دھرم کرو۔ دوسروں کا دکھ دور کرو۔ مرنے پر یہی متر ساتھ جاوے گا اور سب متر تو جیتے جی کے ہیں۔

اگیانی لوگ سمجھتے ہیں کہ دان دھرم اور بھجن اپاسنا بڑھاپے کے وقت کا شغل ہے۔ یہ ان کی کتنی بھاری نادانی ہے۔ روز ہی دیکھتے ہیں کہ کال نہ بوڑھے کو چھوڑتا ہے نہ جوان کو اور نہ بچے کو۔ وہ جسے پاتا ہے۔ اُسے ہی اُٹھا لے جاتا ہے۔ اس لئے بچپن سے ہی دان دھرم اور بھجن اپاسنا کر لی چاہیئے۔ دھرو اور پرہلاد نے بچپن میں ہی بھگوان کا بھجن کیا تھا۔ جو اب تک غافل رہے ہیں۔ وہ اب خبردار ہو جاویں۔ یہی ہماری بنتی سب سجنوں کے آگے ہے۔

پر استریوں کی چرچا

پر استریوں کی چرچا نہ خود کرنی چاہیئے اور نہ دوسرے سے سننی ہی چاہیئے۔ ان کی باتیں کرنے اور سننے سے ہی مد چھا جاتا ہے۔ اور پھر انرتھوں کی راہ کھل جاتی ہے اسی لئے ودوانوں نے فحش کتابوں کے پڑھنے اور بری صحبت میں رہنے کی ممانعت کی ہے۔ پر استریوں کے روپ کی کتھا سن ہی پہلے زمانے کے لوگ بھی نشٹ ہوئے ہیں۔ اندر اہلیا کی اور راون سیتا جی کی خوبصورتی کا حال سن کر ہی اس طرف مائل ہوئے نتیجہ جو ہوا۔ سو سب کو معلوم ہے۔ دھرم پد میں لکھا ہے کہ جو بے سمجھ آدمی غیر عورت کی خواہش کرتا ہے۔ اسے یہ چار پھل ملتے ہیں (۱) بدنامی۔ (۲) نیند کا ناش (۳) دنڈ (۴) نرک۔ سنساری لوگ اپنا سرو ناش نہ کریں۔ اپنے سکھ مئے جیون کو دکھ مئے نہ بناویں۔ اسی غرض سے راجرشی بھرتری ہری بدھیمانوں کو پر استری کی چرچا سننے ہی سے الگ رہنے کا اپدیش دیتے ہیں۔ کیونکہ آفت کی جڑ ان کی چرچا ہی ہے۔

ترشنا کا ناش

ترشنا سب دکھ اور آفتوں کا مول ہے۔ جسے ترشنا نہیں ہے اور غریب ہونے پر بھی راجاؤں کا راجہ اور شہنشاہوں کا شہنشاہ ہے۔ ترشنا ہین کی جگت میں کون برابر کر سکتا ہے؟ ترشنا ہی منش کو نیچے سے نیچا بناتی ہے۔ ترشنا ہی انسان سے

پرائی چاکری کراتی ہے۔ ترشنا کا سوبھاؤ ہے۔ کہ وہ دن بدن بڑھتی ہے۔ کچھ بھی پاس نہ ہونے پر سو روپے کی خواہش ہوتی ہے۔ سو ہو جانے پر ہزار کی۔ ہزار ہو جانے پر لاکھ کی اور لاکھ ہو جانے پر کروڑ کی۔ کروڑ ہو جانے پر بڑے راج کی۔ راج مل جانے پر چکرورتی راج کی اور چکرورتی راج کے ملنے پر ترلوکی کے راج کی خواہش ہوتی ہے اس ترشنا کا بھی کوئی انت ہے؟

ترشنا کے چکر میں پڑ کر انسان ذرا بھی سکھ نہیں پاتا۔ وہ اس دُرلبھ منش شریر کو عبث نشٹ کرتا اور بار بار جنم مرن کے بندھن میں پڑ کر سدا دُکھ بھوگتا ہے پھر بھی نہ جانے کیوں ترشنا کو نہیں تیاگتا؟ اگیانی اتنا نہیں سمجھتا کہ جتنا میں نے پہلے جمع کرایا ہے۔ اتنا مجھے ضرور ملیگا؟ اگر میں نہ لوں تو بھی مجھے زبردستی لینا ہی پڑے گا۔ اور جو میں نے جمع نہیں کرایا۔ وہ مجھے کسی طرح ہزار کوشش کرنے اور اونچے سے اونچے کام کرنے پر بھی نہ ملے گا۔ شیخ سعدی صاحب نے بھی کہا ہے۔ کہ جو تیری قسمت میں نہیں ہے وہ تجھے ہرگز نہ ملے گا۔ اور جو تیری قسمت میں ہے وہ تجھے جہاں تو ہوگا۔ وہیں مل جاویگا۔ پس ترشنا تیاگ کر سنتوش کرنا چاہیئے۔ سنتوش میں ہی سچا سکھ ہے۔ سنتوش ہی سب سے بڑی دولت ہے۔ اس لئے بدھیمان وہی ہے۔ جو ترشنا کو سنتوش سے شانت کرکے پرماتما کی بھگتی اور پر اُپکار میں اپنا بیش قیمت جیون وتیت کرے۔ کہا ہے کہ

"کرودھ یم راج ہے۔ ترشنا ویترنی ندی ہے۔ ودیا کام دھینو ہے۔ اور سنتوش اندر کا باغیچہ ہے۔

ترشنا کی شانتی کا اُپائے سنتوش ہے۔ سنتوش گیان سے ہوتا ہے۔ پس گیان ہی ترشنا کو شانت کرنے والا ہے۔ وشیوں کے بھوگنے سے ترشنا بڑھتی ہے اور وشیوں کے تیاگنے سے ترشنا کم ہوتی ہے۔ اگر آپ ترشنا سے دُور رہنا چاہتے

ہیں۔ تو آپ من کو بس میں کیجئے۔ من کے بس میں ہو جانے سے اندریان آپ ہی قابو
میں ہو جاوینگی۔ اور اس طرح آپ کو اس پرتھوی پر ہی سُورگ سے زیادہ سکھ
پراپت ہو جاویگا۔ جس نے اندریوں کو جیت لیا۔ اس نے جگت کو جیت لیا۔

گورو جنوں سے نمرتا

سکھ کا چاہنے والا اپنے ماتا پتا گورو وغیرہ بڑوں کے ساتھ نمرتا کا برتاؤ کرے
اور برداشت سے کام لے۔ نیچ لوگ ہی اپنے ماں باپ اور استاد یا گورو یا بڑے
بھائی وغیرہ سے روکھا اور کڑا برتاؤ کرتے ہیں۔ مہاراج رامچندر جی نے اپنے پتا
کی آگیا سے چودہ برس تک بن باس کے دکھ سہے۔ اپنے بڑے بھائی یدھشٹر
کے لئے بھیم۔ ارجن اور نکل سہدیو نے بھی کچھ کم دکھ نہیں اٹھائے۔ ہمیں بھی
ان کے نقش قدم پر چل کر بڑوں کے ساتھ سدا ادب سے پیش آنا چاہیئے۔

پرانی ماتر پر دیا

سنسار میں دیا کے سمان اَور گُن نہیں ہے۔ جو دیا لو سو بھاو کا ہے۔ وہ دیوتا
ہے۔ جس میں دیا نہیں وہ منش کہلانے کا حقدار نہیں۔ دیالو پرش سمجھتے ہیں کہ
جیسے ہمیں اپنے پران پیارے ہیں۔ ویسے ہی دوسروں کے بھی ہیں۔ اگر انسان
دوسروں کے دکھ اور کشٹ کو دور نہ کر سکے۔ دوسروں کی مدد نہ کر سکے۔ تو کم از کم اسے
دوسروں کا دل تو نہ دکھانا چاہیئے۔ کسی کو اپنی زبان اور اپنے جسم سے تکلیف
نہ دینی چاہیئے۔ یہ بھی دیا ہی ہے۔

آپ اناتھ بچوں پر یہ سمجھ کر دیا کیجئے۔ کہ ان بیچاروں نے اپنے ماں باپ کو دیکھا
ہی نہیں۔ ان کو اپنے ہی بالک سمجھ کر ان کی تعلیم اور پرورش کا بندوبست کر دیجئے۔
آپ استریوں پر یہ سمجھ کر دیا کیجئے۔ کہ وہ ابلا ہیں۔ ان میں خود کمانے اور پیسہ
لانے کی شکتی نہیں۔ ان کو حتےٰ المکان خوش رکھنے کی کوشش کیجئے۔ گھر کی بہوؤں

پر یہ سمجھ کر دیا کیجئے۔ کہ یہ ہمارے بھروسے ہی اپنے ماں باپ کو چھوڑ کر چلی آئی ہیں۔ اگر ہم ہی ان سے کڑوی باتیں کہیں گے۔ ان کا دل دکھاویں گے۔ تو یہ بیچاری کیا کریں گی۔ اگر آج ہم انہیں کی طرح ہوتے۔ تو ہماری کیا حالت ہوتی؟ گھر کی بیواؤں پر سب سے زیادہ دیا کیجئے۔ کیونکہ وہ پتی بینا ہیں۔ سنسار میں پتی ہی استری کو سب طرح کے سکھ دینے والا ہے۔ آپ ان کو گھر دیگر عورتوں کی نسبت اچھے کپڑے دیجئے۔ روگی ہونے پر سب سے پہلے ان کا علاج کرائیے۔ بھول کر بھی اُن سے کڑا بچن نہ کہیئے۔ اگر اُن سے کوئی بھول بھی ہو جائے۔ تو ان کی نادانی سمجھ کر کشما کر دیجئے میٹھی میٹھی باتوں سے اُنہیں سمجھا دیجئے کہ وہ پھر ویسی غلطی نہ کریں۔ وغیرہ وغیرہ

یاد رکھو۔ کہ پریم۔ دیا اور چت کی شانتی کے بنا بھی انسان دھنوان اور بلوان ہو سکتا ہے۔ مگر ان تینوں کے بغیر انسان سکھی ہرگز نہیں ہو سکتا۔ ان کے بغیر سورگ بھی نرک ہے۔ لوگ کہتے ہیں۔ کہ دوستوں کو پیار کرو۔ دشمنوں سے نفرت کرو مگر میں کہتا ہوں۔ دشمنوں پر بھی دیا کرو۔ جو تم سے نفرت کرے۔ تم اس کا اپکار کرو۔ جو تم کو دکھ دے۔ تم اس کے لئے ایشور سے کشما مانگو۔ پھر دیکھو۔ کیسا آنند آتا ہے کسی نے کہا ہے۔

جو توکوں کانٹا بُوے تاہی بو تو پھول
توکوں پھول کے پھول ہیں واکو ہیں ترشول

بے قصور ہو یا قصور وار۔ دھرماتما ہو یا پاپی۔ تم سب پر دیا کرو۔ دیا میں سب کا حق یکساں ہے۔ دیکھئے پرماتما سب پر دیا کرتے ہیں۔ چاند سب کو یکساں طور سے چاندنی دیتا ہے۔ سورج امیر غریب۔ چھوٹے بڑے برے بھلے سب کے گھر میں روشنی کرتا ہے۔ تم بھی بلا لحاظ مذہب و ملت سب کے ساتھ یکساں دیا کا سلوک کرو۔ مہاتما کبیر داس جی نے کہا ہے:۔

ے بھاویں جاؤ بارٹی۔ بھاویں جاؤ گیا ۱؎ ۱؎ ہدری ناتھ
کہیں کبیر سنو بھائی سادھو سب سے بڑی دیا ۲؎ ۲؎ گیا جی تیرتھ

خلاصہ یہ کہ کسی کا بھی دل نہ دکھاؤ۔ ہو سکے۔ تو اپکار ہی کرو۔ اس سے بڑھ کر دھرم نہیں ہے۔

اُوتم پُرش کون ہے

(۲۷) سنسار میں تین طرح کے آدمی ہوتے ہیں۔ (۱) نیچ (۲) مدھیم اور (۳) اُوتم۔ نیچ آدمی وگھن ہونے کے خوف سے کام کو شروع ہی نہیں کرتے۔ مدھیم درجے کے آدمی کام کو شروع تو کر دیتے ہیں مگر وگھن اور رکاوٹ پڑتے ہی اُسے چھوڑ دیتے ہیں۔ اُوتم پرش جس کام کو شروع کرتے ہیں۔ اسے ہزار رکاوٹیں آنے پر بھی پورا کر کے ہی چھوڑتے ہیں۔ (۲۷)

مطلب یہ کہ اُوتم پرش وچاروان اور دھیرج وان ہوتے ہیں۔ وہ جس کام کو کرنا چاہتے ہیں۔ پہلے اسے سب پہلوؤں سے وچار لیتے ہیں۔ اور خوب اچھی طرح سے سمجھ سوچ کر اس میں ہاتھ ڈالتے ہیں۔ مگر جب شروع کر دیتے ہیں۔ تب بار بار وگھن پڑنے پر۔ بار بار ناکامی ہونے پر بھی اُسے نہیں چھوڑتے اور پورا کر کے ہی دم لیتے ہیں۔ دیوتاؤں نے امرت کے لئے سمندر متھنا شروع کیا۔ متھتے متھتے اس میں سے ایسا زہر ہلاہل نکلا جس سے سب جلنے لگے مگر دیوتاؤں نے دھیرج نہ تیاگا۔ زہر سے گھبرائے نہیں اپنا کام کرتے ہی گئے۔ ان کے عزم بالجزم سے انہیں کامیابی ہوئی۔ امرت نکل آیا اور وہ اسے پی کر امر ہو گئے۔

مہاراج بھگیرتھ نے گنگا کو سورگ سے زمین پر لانے کے لئے گھور تپ کیا۔ ان کی تپسیا بھنگ کرنے کے لئے اندر نے بارش کی۔ اگنی بھڑکائی۔ بجر چلایا۔ اس سے پرتھوی کانپ اٹھی۔ چاروں اطراف ہل گئیں۔ مگر ان کا آسن نہ ڈولا۔ انہوں نے عزم بالجزم کرلیا کہ خواہ موت ہی کیوں نہ آجاوے۔ میں اپنے کام کو پورا کرکے ہی اٹھونگا۔ ان کا تپ تک بھنگ کرنے کے لئے اندر نے اپسرا بھی بھیجیں۔ مگر مہاراج بھگیرتھ کو اپسرائیں بھی قابو میں نہ کرسکیں۔ تب شنکر بھگوان ان کی کٹھور تپسیا اور مستقل مزاجی سے بہت خوش ہوئے۔ آپ نے مہاراج کو درشن دے کر گنگا کو اپنے سر پر دھارن کرنے کا بچن دیا۔ برہما پہلے خوش ہو ہی چکے تھے۔ اس لئے گنگا جی سورگ سے آئیں۔ مہاراج کو کامیابی ہوئی۔ ناممکن بات بھی ممکن ہوگئی۔ اگر مہاراج گھبرا کر درمیان میں ہی تپ کرنا چھوڑ دیتے تو کیا گنگا جی سورگ سے آتیں؟ رگھوبنسی راجاؤں میں کسی کام کو شروع کرکے ادھورا چھوڑنے کا سوبھاو نہیں تھا۔ اسی سے وہ ساگروں سمیت ساری پرتھوی کے مالک تھے۔ رگھوبنس میں لکھا ہے۔ کہ

"سورج بنسی راجہ اپنے جنم سے ہی شدھ تھے۔ جب انہیں کامیابی نہیں ہو جاتی تھی۔ تب تک مستقل مزاجی سے کام کئے جاتے تھے۔ کامیابی حاصل کئے بنا کام کو ادھورا نہ چھوڑتے تھے۔ اسی سے سمندروں سمیت ساری پرتھوی کے مالک تھے۔ اور تو کیا سورگ تک میں ان کا رتھ بے روک ٹوک چلتا تھا۔"

خلاصہ یہ کہ انسان جس کام کو بھی شروع کرے۔ اسے بنا پورا کئے نہ چھوڑے خواہ ہزار تکلیفیں پیش آئیں۔ انسان پرماتما پر بھروسہ کرکے ڈٹا رہے۔ کام ضرور پورا ہوگا۔ کامیابی ضرور ہوگی۔ شیخ سعدی نے کیا ہی اچھا کہا ہے۔

مشکلے نیست کہ آسان نشود
مرد باید کہ ہراسان نشود

ہمت مرداں مددِ خدا۔ مطلب یہ کہ جو بھگوان پر بھروسہ رکھ کر کسی کام کو شروع کر دیتا ہے اسکو کامیابی ضرور ہوتی ہے۔

ست پُرش

(۲۸) ست پرش دُشٹوں سے درخواست نہیں کرتے۔ تھوڑے دھن والے متروں سے بھی کچھ نہیں مانگتے۔ انصاف اور محنت کی کمائی سے ہی خوش رہتے ہیں۔ جان پر بن آنے پر بھی پاپ کرم نہیں کرتے۔ مصیبت میں وہ اونچے بنے رہتے ہیں اور حقارت گھبراتے ہیں اور مہان پرشوں کے نقش قدم پر چلتے ہیں اس تلوار کی دھار کی مانند کٹھن برت کا اپدیش انہیں کس نے کیا؟ کسی نے نہیں؟ وہ سوبھاو سے ہی ایسے ہوتے ہیں۔ مطلب یہ کہ ست پُرشوں میں مندرجہ بالا گُن کسی کے سکھانے سے نہیں آتے۔ اُن میں یہ سب گُن سوبھاو سے یا پیدائشی ہوتے ہیں۔" (۲۸)

اول تو مانگنا بہت ہی بُرا ہے۔ شاستر میں کہا ہے۔ کہ تنکا سب سے ہلکا ہوتا ہے۔ تنکے سے روئی ہلکی ہوتی ہے۔ مگر مانگنے والا روئی سے بھی ہلکا ہوتا ہے۔ ہوا روئی کو اڑائے جاتی ہے۔ مگر مانگنے والے کے پاس نہیں آتی۔ ہوا ڈرتی ہے۔ کہ کہیں یہ مجھ سے بھی کچھ مانگ نہ بیٹھے۔ اس لئے مانگنا بہت دکھدائی ہے۔ گروشٹ سوبھاو والے نیچ آدمی سے مانگنا تو بہت ہی بُرا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ست پرش خواہ مر جائیں ان کے چھوٹے چھوٹے بچے بھی تڑپ تڑپ کر جان کیوں نہ دے دیں۔ مگر وہ نیچ آدمی سے کبھی کچھ نہیں مانگتے۔ ست پرشوں کو اپنی مریادا جان سے بھی پیاری ہوتی ہے۔ تلسی داس جی لکھتے ہیں۔

گھر میں بھوکا پڑا رہے دس فاقے ہو جائیں
تلسی بھیا بندھو کے کبھو نہ مانگن جائیں

(۲۲) جو بھائی بندیا متر غریب ہیں جن کے پاس نام ماتر کو دھن ہے۔ ان سے کچھ مانگنا انہیں عبث کشٹ دینا ہے۔ اور اپنے سمان دکھی بنانا ہے۔ بدھیمان آدمی ایسا کیسے کر سکتا ہے۔

(۲۳) ست پرش نیائے ارتھات دہرم سے کمائے ہوئے دھن کو پسند کرتے ہیں شکرنیتی میں لکھا ہے۔ وہی جیوکا (ذریعہ معاش) سرشیٹ ہے۔ جس سے اپنے دہرم کی ہانی نہ ہو۔ مہابھارت میں لکھا ہے۔ کہ جو آدمی پڑھا لکھا نہ ہونے پر بھی گھمنڈی ہو۔ غریب ہو کر بھی اچھے اچھے بھوگ بھوگنے کی خواہش کرے۔ اور برے کاموں سے دھن پیدا کرنا چاہے وہ مورکھ ہے۔ ادہرم سے کمایا ہوا دھن سارے خاندان کو نشٹ کر دیتا ہے۔ مگر دہرم سے کمایا ہوا دھن بیٹے پوتوں تک قائم رہتا ہے۔ اس لئے انسان کو دہرم سے ہی دھن کمانا چاہیئے۔ اور بھی کہا ہے۔ کہ ادہرم سے کمایا ہوا دھن دس سال تک ٹھیرتا ہے۔ گیارھواں سال لگنے پر مول سمیت نشٹ ہو جاتا ہے۔

شوریتا

(۲۴) جو شیر شوربیروں کا سرتاج ہے۔ اور سدا متوالے ہاتھیوں کے بدارے ہوئے مستک کے گراس کا چاہنے والا ہے۔ وہ خواہ کتنا ہی بھوکا۔ بڑھاپے کے مارے شتھل۔ کمزور۔ بہت ہی دکھی اور تیج ہین کیوں نہ ہو جائے۔ مگر وہ خواہ جان چلی جائے۔ تو بھی سوکھی سڑی گھاس کھانے کو ہرگز تیار نہ ہوگا (۲۹)

مطلب یہ کہ شیر اور آتم ابھیمانی (خودار) پرش یکساں ہوتے ہیں۔ شیر بھوکا بھلے ہی مر جائے۔ مگر وہ سڑی گلی گھاس کبھی نہ کھائے گا۔ اسی طرح خود دار آدمی مر بھلے ہی جائے۔ مگر وہ اپنی آن کو بٹا لگا کر نیچ کرم ہرگز نہ کرے گا۔ شیخ سعدی نے کہا ہے۔ کہ ؎

نخورد شیر نیم خوردۂ سگ
گر بہ سختی بمیرد اندر غار

سواتی کی بوند کا پیاسا پپیہا مر بھلے ہی جائے۔ مگر وہ تالاب کا پانی کبھی نہیں پیتا۔ انسان پر خواہ کیسی بھی مصیبت آپڑے وہ کتنا ہی دکھی کیوں نہ ہو۔ مگر صبر کو ہاتھ سے نہ جانے دینا چاہیئے۔

(۳۰) چھوٹا سا ہڈی کا ٹکڑا کچھ ہت اور چربی لگا ہوا جو خواہ کتنا ہی میلا اور گوشت سے خالی ہو۔ اسے پا کر کتا خوش ہو جاتا ہے اگرچہ اس سے اس کی بھوک نہیں جاتی اور شیر گود میں آئے ہوئے گیدڑ کو چھوڑ کر بھی ہاتھی کو ہی جا کر مارتا ہے۔ اس سے یہ ثابت ہوا۔ کہ سب لوگ خواہ کیسے ہی دکھ سے بیاکل ہوں۔ مگر وہ اپنے پرشارتھ کے مطابق ہی پھل کی خواہش کرتے ہیں (۳۰)

مطلب یہ کہ نیچ آدمی کتے کی طرح اور بڑے لوگ شیر کی طرح ہوتے ہیں۔ ادنےٰ آدمی بری سے بری چیز پر اپنی نیت لگا لیتا ہے۔ مگر بڑے لوگ سخت مصیبت آنے پر بھی اپنے پرشارتھ کے انوسار ہی جیو کا پراپت کرتے ہیں۔ ہنس یا تو موتی ہی چگتے ہیں نہیں فاقہ کر کے مر جاتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ

(۳۱) کتے کو دیکھئے۔ کہ وہ اپنے روٹی کے دینے والے کے سامنے پونچھ ہلاتا ہے اس کے چرنوں میں گرتا ہے۔ زمین پر لیٹ کر اُسے اپنا منہ اور پیٹ دکھاتا ہے۔ مگر اس سر لشٹ ہاتھی کو دیکھئے۔ کہ وہ اپنے کھلانے والے کی طرف دھیرج سے دیکھتا ہے۔

اور سینکڑوں طرح خوشامدیں کرا کے ہی کھاتا ہے۔

سارتھک جنم

(۳۲) اس تغیر پذیر جگت میں مرکر کون نہیں جنم لیتا؟ مگر جنم لینا اُسی کا سارتھک ہے۔ جس کے جنم سے بنس یا خاندان کی اُونتی ہو۔ (۳۲)

سب جانتے ہیں کہ ہماری یہ زمین بھی سورج چاند وغیرہ گرہوں کی طرح گھومتی ہے۔ اس گھومنے والی پرتھوی پر سدا تغیر و تبدل ہوتے رہتے ہیں سنسار ایک حالت میں نہیں رہتا۔ جو آج زندہ ہے۔ کل وہی مردہ ہو جاتا ہے۔ اور جو مرتا ہے۔ وہ پھر جنم لیتا ہے۔ یعنی اس سنسار میں جینا اور مرنا لگا ہی رہتا ہے۔ روز بروز تغیر و تبدل ہوتے ہی رہتے ہیں۔ مگر جنم لینا اسی کا سپھل ہے۔ کہ جس کے جنم لینے سے بنس کی ترقی ہو۔ خاندان کا نام اونچا ہو۔ جو جنم لیکر اپنا پیٹ بھرتے ہیں اور عمر پوری کر کے مرجاتے ہیں۔ ان کا جنم لینا عبث ہی ہے۔ اگر ایسے ناکارہ لوگ جنم نہ لیتے ہو تو اچھا ہوتا۔ وہ پرتھوی کے بوجھ تو نہ ہوتے۔

دانی۔ پراوپکاری۔ شورسیر۔ تپسوی۔ وِدوان اور دہرماتما پرشوں کے جنم لینے سے یقینی طور پر بنس کی شہرت بڑھتی ہے۔ جن کے جنم لینے سے سنسار کا اُپکار نہ ہُوا۔ بنس کا نام نہ ہُوا۔ ان کی ماتا بندھیا اور اُن کا جنم جنم ہی نہیں ہے۔

(۳۳) پھولوں کے گچھے کی طرح مہا پرشوں کی گتی بھی دو طرح کی ہی ہوتی ہے۔ یا تو وہ سب لوگوں کے سر پر ہی براجتے ہیں۔ اور یا جنگل میں پیدا ہو کر جنگل میں ہی مرجھا جاتے ہیں۔ (۳۳)

مطلب یہ کہ آتم ابھیمانی پرش پھولوں کی طرح ہوتے ہیں۔ پھول یا تو دیوتاؤں کے

سر پر ہی چڑھتے ہیں یا بن کے بن میں ہی نشٹ ہو جاتے ہیں۔ بدھیمان پرش بھی یا تو جگت میں دیوتا کی طرح پوجے جاتے ہیں۔ اور یا گمنامی میں ہی عمر گذار دیتے ہیں۔ کسی کی خوشامد نہیں کرتے۔

(۴۳) آکاش میں برہسپتی وغیرہ اور بھی پانچ چھ گرہ سرلشیٹ ہیں۔ مگر غیر معمولی پراکرم دکھانے کا خواہش مند راہو ان گرہوں سے بیر نہیں کرتا۔ بھائیو! دیکھو۔ کہ اماوس اور پورنما کو داناپتی راہو کا سر ماتر باقی رہ گیا ہے۔ تو بھی وہ اماوس اور پورنما کو دنیشور (سورج) اور نشاناتھ (چاند) کو ہی گرستا ہے۔ (۴۳)

بڑے آدمیوں کا یہ سوبھاو ہی ہوتا ہے کہ وہ چھوٹوں سے دشمنی نہیں کرتے کیونکہ چھوٹوں کو جیتنے میں نیکنامی نہیں ہوتی۔ اور ہار جانے میں بدنامی ہوتی ہے۔ اس لئے ضرورت پڑنے پر مہاپرش زیادہ بل والے سے ہی یدھ کرتے ہیں۔

(۳۵) شیش ناگ چودہ بھون کی شرینی کو اپنے پھن پر دھارن کرتا ہے۔ اس شیش ناگ کو کچھپ راج نے اپنی پیٹھ کے درمیانی حصے پر دھارن کر رکھا ہے۔ مگر سمندر نے ان کچھپ راج کو بھی ہلکی سی چیز سمجھ کر اپنی گود میں رکھ چھوڑا ہے۔ اس سے یہ ثابت ہے کہ مہاتماؤں کے چرتر کی کوئی حد نہیں (۳۵)

مطلب یہ کہ چودہ لوکوں کو اپنے پھن پر دھارن کرتے میں شیش جی کو بوجھ نہیں لگتا۔ یہ بڑے تعجب کی بات ہے۔ مگر اس سے بھی زیادہ تعجب کی بات یہ ہے۔ کہ کچھپ راج نے چودہ لوک سمیت شیشناگ کو بھی اپنی پیٹھ پر دھارن کر رکھا ہے مگر انہیں بوجھ نہیں لگتا۔ مگر جب یہ دیکھتے ہیں کہ سمندر نے چودہ لوکوں شیشناگ اور کچھپ۔ ان سب کو ہلکی سی چیز سمجھ کر اپنی گود میں رکھ رکھا ہے۔ تب تعجب کی حد ہی نہیں رہتی۔ ارتھات بڑوں کی شکتی (طاقت) کی حد نہیں ہے۔ وہ جو کریں سو تھوڑا ہے۔ بڑوں کی بڑائی کا انت نہیں ہے

(۳۶) ہمالیہ کے بیٹے میناک نے پتا کو مصیبت میں چھوڑ کر اپنے بچاؤ کے لئے سمندر
کی شرن لی۔ یہ کام اس نے اچھا نہیں کیا۔ اس سے تو یہی بہتر ہوتا کہ میناک
خود بھی گھمنڈی اندر کی اگنی کی جوالا اُگلنے والے بجر سے اپنے بھی پر کٹوا لیتا۔

کتھا اس طرح پر ہے۔ کہ ہمالیہ پہاڑ کے بیٹے کا نام میناک تھا۔ اُس زمانہ
میں پہاڑوں کے پر ہوتے تھے۔ اُن پروں سے اڑتے پھرتے تھے۔ اور بنا کسی وچار
کے خواہ جہاں پڑ کر انسان کا خون کرتے تھے۔ اس سے پرتھوی کے جیو بہت
دُکھی ہوئے۔ تب اندر نے جیووں کی رکھشا کے لئے پہاڑوں کے پر کاٹنے کے لئے
اپنا بجر چلایا۔ اس وقت میناک اپنے باپ ہمالیہ کو مصیبت میں چھوڑ کر سمندر
سے دوستی کر کے اس میں جا چھپا۔ اور اس طرح اپنے آپ کو اندر کے بجر سے بچا
لیا۔ وہاں جا کر اس نے ناگ کنیا سے شادی کر لی۔

اس طرح باپ کو دُکھ میں چھوڑ کر اپنی جان بچانے کے لئے میناک کا سمندر میں
جا چھپنا اور وہاں آنند کرنا اچھا کام نہیں ہوا۔ جو ماتا پتا جنم دیں۔ جو پُتر کو پالنے
پوسنے میں بے حد دُکھ اُٹھا دیں۔ انہیں مصیبت کے منہ میں ڈال کر بھاگ کر اپنی جان
بچا لینا بڑی بُری بات ہے۔ ایسے لوگوں کی سنسار نندا کرتا ہے۔ یہ بزدلوں کا کام
ہے۔

(۳۷) جب بے جان سُوریہ کانت منی سورج کرن رُوپی پیروں کے لگنے سے جل
اٹھتا ہے۔ تب جاندار تیجسوی پرش دُوسرے کا کیا اپمان کیسے برداشت کر سکتا
ہے؟ ارتھات نہیں کر سکتا۔ (۳۷)

مطلب یہ کہ سوریہ کانت منی بے جان چیز ہے۔ مگر وہ بھی سورج کی کرن رُوپی
پاؤں کے لگنے سے اپنا اپمان ہوا سمجھ کر مارے غصہ کے جل اٹھتی ہے۔ تب جاندار تیج
وان پرش دوسرے کے لئے اپمان کو کیسے سہہ سکتا ہے؟ خوددار (غیور) آدمی اپمان

کو موت سے بھی بڑھ کر دکھدائی سمجھتے ہیں، چندن کا سوبھاو شیتل ہے مگر گھسنے سے اس میں سے بھی آگ نکلتی ہے۔ پس کسی کا اپمان کبھی نہ کرنا چاہیئے۔

(۳۸) شیر اگرچہ چھوٹا بچہ بھی ہو۔ تو بھی وہ مدلین بڑے کروڑھ والے مست ہاتھی کے مستک پر ہی چوٹ کرتا ہے۔ یہ تیجسویوں کا سوبھاو ہی ہے۔ بلاشبہ عمر تیج کا کارن نہیں ہے۔

یہ سچ ہی ہے۔ شکنتلا کا بیٹا مہاراج بھرت بچپن میں ہی ہمالیہ پر شیر کے کان پکڑ کر اس کے ساتھ کھیلا کرتے تھے۔ خود اُن کے باپ دشمنت کو یہ دیکھ کر بڑا تعجب ہوا۔ انہوں نے کہا۔ یقیناً یہ کسی مہا تیجسوی کا بیٹا ہے۔ جب انہیں معلوم ہوا کہ وہ ان کا ہی لخت جگر ہے۔ تب اُن کی خوشی کی حد نہ رہی۔ شری کرشن جی نے بچپن میں ہی پوتنا جیسی وکرال راکھشسی کے پران لے لئے تھے۔ اور سات آٹھ سال کی عمر میں تو انہوں نے بے شمار مہابلی راکھشسوں کو مار ڈالا۔ کنس جیسے بلوان راجہ کو بھی انہوں نے بچپن میں ہی ہنستے ہنستے مار ڈالا۔ ابھمنیو کوئی بڑی عمر کے نہ تھے مگر انہوں نے وہ پراکرم دکھایا۔ کہ سات سات مہارتھیوں کے منہ موڑ دیئے کہاں تک مثالیں دیتے جائیں۔ تیجسوی پرشوں میں شُور ہیرتا سوبھاو سے ہی ہوتی ہے۔ اس میں عمر کی کوئی قید نہیں۔ جیسا کہ پنچ تنتر میں لکھا ہے۔

"بال سوریہ کی کرنیں پہاڑوں پر گرتی ہیں۔ تیج کے ساتھ پیدا ہونے والوں کی عمر نہیں دیکھی جاتی"

ہاتھی اتنا بڑا جانور ہے۔ مگر ذرا سے آنکس سے بس میں ہو جاتا ہے۔ کیا آنکس ہاتھی کے برابر ہے؟ دیپک کے جلنے سے سارے گھر کی تاریکی مٹ جاتی ہے۔ سچ یہ ہے کہ جس میں تیج ہے۔ وہی بلوان ہے۔ جسم کے موٹے ہونے یا عمر کے زیادہ ہونے سے کچھ نہیں ہوتا

دھن کی مہما

(۹۰) اگر جاتی پاتال کو چلی جائے۔ سارے گُن پاتال سے بھی نیچے چلے جاویں شیل (سداچار۔ شرافت) پہاڑ سے گر کر نشٹ ہو جائے۔ رشتہ دار اگنی میں جل کر بھسم ہو جائیں۔ اور شور بیرتا رُوپی دشمن پر بھلے ہی بجر گر پڑے۔ مگر ہمیں ان باتوں کی کوئی پرواہ نہیں۔ ہمارا دھن نشٹ نہ ہو۔ ہمیں تو صرف دھن چاہیئے۔ کیونکہ دھن کے بنا انسان کے سارے ہی گُن تنکے کی طرح نکمے ہیں۔ (۳۹)

کوئی سجن پرش کہتا ہے۔ انسان کی اعلےٰ ذات۔ اچھے اچھے گُن۔ سداچار اور شور بیرتا وغیرہ نشٹ ہو جائیں۔ تو ذرا بھی ہرج نہیں۔ اُن سب کے نشٹ ہونے سے کچھ بھی ہانی نہیں۔ سب نشٹ ہوں صرف ایک دھن بنا رہے۔ کیونکہ دھنوان میں اگر یہ سب گُن نہ بھی ہوں۔ تو بھی لوگ۔ اس کی پوجا کرتے ہیں۔ اور مفلس میں اگر یہ سب گُن ہوں۔ تو بھی لوگ اس کا آدر نہیں کرتے۔ دھن کے بنا گُن نکمے ہیں۔ دھن سے ہی گُنوں کی شوبھا ہے۔ جس طرح سب چیزوں میں سورج سے پرکاش آتا ہے اُسی طرح لکشمی سے سب گُن پرکاشت ہوتے ہیں۔

جس کے پاس دھن ہو۔ وہ خواہ کتنا ہی نیچ ہو۔ تو بھی لوگ اس کی پوجا کرتے ہیں۔ اور مفلس نے خواہ کتنے ہی اعلےٰ خاندان میں جنم لیا ہو۔ مگر اُس کی طرف لوگ دیکھتے تک نہیں۔ اس لوک میں دھن ہونے سے بیگانے بھی یگانے ہو جاتے ہیں اور نردھن ہونے پر اپنے نزدیکی رشتہ دار بھی بیگانے ہو جاتے ہیں

غریب کی جگت میں بڑی دُردشا ہوتی ہے۔ غریب کو استری پُتر تک تیاگ دیتے ہیں۔ غریب کا نہ کوئی متر ہے نہ رشتہ دار۔ غریب کے سارے ہی کام بگڑ

جاتے ہیں۔ اُسے اچھے سے اچھا کام کرنے پر بھی لیش نہیں ملتا۔
غریبی شریر دھاریوں کو پرم دُکھ دینے والی اور ان کا قدم قدم پر اپمان کرانے والی ہے۔ سچ تو یہ ہے۔ کہ موت کا ہی دُوسرا نام غریبی ہے۔ غریب آدمی اگر کچھ دینے کے لئے بھی کسی دھنوان کے گھر جاتا ہے۔ تو دھنوان اور اس کے گھر والے من میں یہی سمجھتے ہیں کہ کچھ مانگنے ہی آیا ہے۔ اس لئے اس سے بیٹھنے کو بھی نہیں کہتے۔
پس غریبی کو دھکار ہے۔
ایسا کوئی کام نہیں جو دھن سے سادھ نہ ہوتا ہو۔ دھن سے سوَرگ میں بھی سیڑھی لگ سکتی ہے۔ اسی وجہ سے بھرتری ہری جی نے کہا ہے کہ دھن سب گنوں کی کان ہے۔ اور غریبی انسان کے لئے وبالِ جان ہے۔
(۱۰) ساری اندریاں بھی وہی کی وہی ہیں۔ کام بھی سب ویسے ہی ہیں مگر ایک دھن کی گرمی کے بغیر وہی انسان لمحہ بھر میں اور کا اور ہو جاتا ہے۔ بلاشبہ یہ ایک عجیب بات ہے (۱۰)
انسان نہیں بدل جاتا۔ صرف حالت بدل جاتی ہے۔ حالت کے بدل جانے سے ہی انسان اور کا اور ہو جاتا ہے۔ بات یہ ہے کہ انسان کے پاس سے دھن کا نکل جانا ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ جسم سے پران کا نکل جانا۔ بے جان جسم کو جس طرح لوگ نکما سمجھتے ہیں۔ اسی طرح غریب آدمی کو بھی نکما سمجھتے ہیں۔
(۱۱) جس کے پاس دھن ہے۔ وہی کُلین۔ پنڈت۔ شاستروں کا ماہر۔ مقرر اور خوبصورت ہے۔ اس سے ثابت ہُوا۔ کہ سارے گُن دھن میں ہی ہیں (۱۱)
جس کے پاس دھن ہے۔ اسی کے متر ہیں۔ جس کے پاس دھن ہے۔ اسی کے بھائی بند ہیں۔ جس کے پاس دھن ہے۔ دُنیا میں وہی مرد ہے۔ جس کے پاس دھن ہے۔ وہی پنڈت ہے۔ سنسار میں پیسہ ہی ہرتا کرتا اور ودھاتا ہے۔ پیسہ ہی ماتا پتا

اور منتر ہے۔ بہت کیا اس سنسار کا تو پیسہ ہی پرماتما ہے۔ ڈوکٹر صاحب کہتے ہیں۔
"The God of this world is riches, Pleasure & pride"
"اس دُنیا کا خُدا دھن، سُکھ اور غرور ہے۔" سچ مچ دھن میں ہی سارے گن
ہیں۔ نیتی کا واکیہ ہے۔ کہ شیروں وغیرہ کے رہنے والے بن میں درخت کے نیچے رہنا۔
پکے پکے پھل کھانا۔ جل پینا اور گھاس کے بستر پر سونا اچھا۔ مگر بھائی بندوں کے درمیان
غریب ہو کر رہنا اچھا نہیں۔" دھن کے نشٹ ہونے پر یقیناً انسان کی بُدھی نشٹ ہو
جاتی ہے۔ اسے رات دن گھی۔ تیل۔ نمک۔ چاول۔ کپڑے اور ایندھن کی چنتا رہتی ہے۔
جب بُدھی ہی نشٹ ہو گئی۔ تب انسان میں رہ ہی کیا گیا؟ وہ تو بنا پتوار کی ناؤ ہو گئی
اس لئے زندگی کا بیڑا پار کرنے کے لئے انسان کو دھن ضرور کمانا چاہیئے۔ دھن کے بنا
دھرم بھی نہیں ہوتا۔ دھرم اور ارتھ آپس میں ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں۔ ارتھ
یعنی دھن دھرم سے کمایا جاتا ہے۔ اور دھن کے پراپت ہونے پر اندریوں کے ترپت
ہونے سے سُکھ ملتا ہے۔ اسی کو "کام" کہتے ہیں۔ کہا ہے۔ کہ انسان کو دن کے پہلے بھاگ
میں دھرم آچرن دوسرے بھاگ میں دھن کمانا اور تیسرے بھاگ میں کام بھوگ کرنا
چاہیئے۔ دنیا داروں کو دھن کے بغیر دھرم اور کام کی پراپتی نہیں ہوتی۔ اس دھن کما کر خود
اس سے سکھ بھوگنا چاہیئے۔ اور دوسرے مستحق لوگوں کو دینا چاہیئے۔ سچ مچ دھن کی گرمی
انسان کے تیج کو بڑھاتی ہے۔ اور اگر تیاگ بھاؤ سے اس کو بھوگا جائے۔ تب تو کہنا ہی
کیا ہے۔

(۲۸) دُشٹ وزیر سے راجہ، سنساریوں کی سنگت سے سنیاسی۔ لاڈ پیار سے بیٹا
وِدیا نہ پڑھنے سے براہمن۔ کپوت سے خاندان۔ دُشٹ کی سیوا سے شیل (سداچار)
شراب پینے سے لاج۔ دیکھ بھال نہ کرنے سے کھیتی۔ بدیش میں رہنے سے سنیہ پریتی
نہ کرنے سے متر تا۔ انیتی سے جائداد اور اندھا دھند خرچ کرنے ارتھات فضول خرچی

سے دھن نشٹ ہو جاتا ہے

دُشٹ منتری

جو منتری راجہ کو نیک صلاح دیتا ہے اور دہرم کے راستے پر چلاتا ہے وہی اچھا منتری ہوتا ہے اس سے راجہ کا راج ہمیشہ بڑھتا ہے۔ لیکن اگر منتری اپنا اُلو سیدھا کرنے کے لئے راجہ کو شراب نوشی اور وبھچار وغیرہ بُرے کرموں میں لگاتا ہے، تو وہ راجہ کا دشمن ہوتا ہے۔ اس کی بُری صلاح سے راجہ ضرور نشٹ ہو جاتا ہے۔ جیسے شکنی کی صلاح سے دریودھن اور اس کا راج نشٹ ہُوا۔

سنیاسی

سنسار تیاگی بیراگی گرہستیوں اور خاص کر استریوں کی سنگت سے نشٹ ہو جاتا ہے۔ اس میں ذرا بھی شک نہیں۔ یہ اندریاں بڑی پربل ہیں۔ یہ سدا الشان کو وشیوں کی طرف کھینچ کر لے جانے والی ہیں۔ مہرشی وشوامتر جیسے تپسوی مینکا کے حسن کے دام میں پھنس کر اپنا تپ بھنگ کر بیٹھے۔ شنکر جیسے یوگیشور موہنی کی خوبصورتی پر فریفتہ ہو کر اپنی عقل کھو بیٹھے۔ اور پراشر رشی ناؤ میں ہی ملاح کی لڑکی پر لٹو ہو گئے۔ جب ایسے ایسے رشی منی حسین استریوں کے موہ کے پھندے میں پھنس گئے۔ تب آج کل کے معمولی سادھو سنیاسیوں کی تو بات ہی کیا ہے؟

شری گردھر کوی رائے بھی کہتے ہیں:۔

رہنو سدا ایکانت کو۔ پُن بھجنو بھگونت | کتھن شروَن اُدوہت کو۔ یہی متو ہے سنت
یہی متو ہے سنت تتو کو چتون کرنو | ہر ٹیک برھم ابھنگ سدا اُر انتر دھرنو
کہ گردھر کوی رائے بچن وُرجن کو سہنو
تج کے جن سموداے دیش نرجن میں رہنو
بہتا پانی نرملا۔ پڑا گندھ سو ہوئے | تیوں سادھو رمتا بھلا داغ نہ لاگے کوئے

داغ نہ لاگے کوے جگت میں رہے اکیلا　　راگ دویش پریت پریت نہ چت کو کریں وچیلا
کہ گردھر کوی رائے شیت اُشن آدک سہتا
ہوئے نہ کہوں آسکت یتھا گنگا جل بہتا

لاڈلا بیٹا

لاڈ پیار سے بیٹا بلاشبہ خراب ہو جاتا ہے۔ کئی لوگ بچپن میں اپنے بیٹے کا اتنا لاڈ کرتے ہیں۔ کہ اس کی حد نہیں۔ لڑکے بُری صحبت میں پڑ جاتے ہیں تو انہیں منع نہیں کرتے۔ وہ جوا کھیلتے۔ سگرٹ تمباکو پیتے اور رنڈیوں کے پاس جاتے ہیں تو بھی وہ چپ سادھ جاتے ہیں۔ پھر جب وہی لڑکے بڑے ہو جاتے ہیں۔ تب ماں باپ کا کلیجہ جلاتے ہیں۔ مگر اس وقت کیا ہو سکتا ہے؟ بڑے ہونے پر وہ ایک نہیں سنتے۔ بعض بعض برخوردار تو اپنے ماں باپ پر ہی ہاتھ صاف کرتے ہیں یہ بچپن کے لاڈ پیار کا ہی نتیجہ ہے کہا ہے۔ کہ

لاڈ کرنے میں بہت دوش ہیں۔ اور تاڑنا کرنے میں بہت گُن ہیں اس لئے بیٹے اور شیہ کو تاڑنا کرنی چاہیئے۔ گلستان میں بھی کہا ہے۔ کہ

"یہ بات دل کی تختی پر سنہری حروف سے لکھنے لایق ہے۔ کہ ماں باپ کے لاڈ پیار سے استاد کی سزا اچھی ہے۔"

مگر تاڑنا کا یہ مطلب نہیں کہ لڑکے کو ڈنڈوں سے پیٹا جائے۔ مارنے پیٹنے سے لڑکے اکثر خراب ہوتے دیکھے جاتے ہیں۔ آنکھوں سے جو کام ہوتا ہے۔ وہ ڈنڈے سے نہیں ہوتا

کپوت

کپوت سے کل کا ناش ہوتا ہے۔ اس بات کو سبھی لوگ جانتے ہیں۔ نیتی میں کہا ہے۔ کہ آگ سے جلتا ہوا ایک ہی سوکھا ہوا درخت سارے جنگل کو نشٹ کر دیتا ہے۔

اسی طرح ایک کپوت سے ساری کُل کا ناش ہو جاتا ہے۔ جیسے کورو کُل کو ایک ہی کپوت دریودھن نے نشٹ کر دیا۔ شیخ سعدی صاحب کہتے ہیں۔ سہ

زنانِ باردار اے مردِ ہُشیار اگر وقت ولادت مار زایند
ازان بہتر بہ نزدیک خردمند کہ فرزندانِ ناہموار زایند

ہمارے گرنتھوں میں بھی کہا ہے۔ کہ "گربھ گر جانا اچھا۔ رتوسنان کے بعد استری کے پاس نہ جانا اچھا۔ پیدا ہوتے ہی مر جانا اچھا۔ کنیا پیدا ہونا اچھا۔ استری کا بانجھ رہنا اچھا۔ گربھ ہیں رہنا ہی اچھا۔ مگر مورکھ کپوت بیٹے کا پیدا ہونا اچھا نہیں ہے۔

دُشٹ کی سنگت

بُرے آدمی کی صحبت سے سوشیلتا کا ناش ہوتا ہے۔ اس بارے میں پہلے بہت کچھ لکھا گیا ہے۔ بُرے کی صحبت سے بھلا آدمی بھی بُرا بن جاتا ہے۔

شراب نوشی

گرہستیوں کو شراب نوشی سے سدا دور رہنا چاہیے۔ تھوڑی تھوڑی پینے سے یہ بڑھ جاتی ہے۔ اس سے سب انرتھوں کی جڑ کام اور کرودھ پیدا ہوتے ہیں۔ انسان کے ہاتھ کانپنے لگتے ہیں۔ کپڑوں کی سدھ نہیں رہتی ننگے ہو جانے سے بھی لاج نہیں آتی شرابی ماتا پتا۔ بہن اور بیٹی تک کے سامنے ایسی بے شرمی کرتا ہے۔ کہ جس کے لکھنے سے قلم بھی شرماتی ہے کہا ہے۔ ایک طرف چاروں وید۔ ایک طرف برہم چریہ۔ ایک طرف سارے پاپ اور ایک طرف شراب نوشی

شراب نوشی سے ہی یادو کُل کا ناش ہوا۔ شراب پی کر یادو لوگ اتنے بے لجھ ہو گئے۔ کہ انہوں نے شری کرشن بھگوان کی بات بھی نہیں مانی۔

بدیش میں رہنے سے سنیہہ یقینی طور پر گھٹ جاتا ہے۔ پریتی سے پریتی بڑھتی ہے اور نفرت سے پریت گھٹتی ہے۔ کٹھور بچن سے بہتر بھی دشمن ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ

کٹھور بچن کے تیر کو من سے کوئی نہیں نکال سکتا۔ نمرتا اور مدھر بھاشن سے ہی سنساری لوگ پرسن ہوتے ہیں۔ سبھی ان سے بس میں ہو جاتے ہیں۔ میٹھے بچنوں اور نمر بیوہار سے بن میں بھی شری رام چندر جی کے لاکھوں کروڑوں بانر اور ریچھ متر ہو گئے۔ تب انسان کا تو کہنا ہی کیا؟

انیتی ارتھات بداخلاقی سے سمپتی یقیناً ناش ہو جاتی ہے۔ بالی نے اپنے چھوٹے بھائی کی استری کو اپنی استری بنانے کی انیتی کی۔ راون نے اپنی طاقت کے گھمنڈ میں دیوتاؤں اور براہمنوں پر اتیاچار کئے۔ جگت جننی سیتا جی کو کام کے بس ہو کر چرا لے گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بالی اور راون دونو کا ناش ہو گیا۔ مغل بادشاہ اورنگ زیب نے اپنے باپ شاہ جہان کو قید کیا۔ بھائیوں کو بڑی بے رحمی سے قتل کرایا۔ ہندوؤں کو زبردستی مسلمان بنایا۔ اور جزیہ وغیرہ ٹیکس لگا کر کئی ظلم و ستم کئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مغل سلطنت کی بنیاد ہل گئی۔ اس کے بعد جو دو چار بادشاہ ہوئے۔ وہ صرف نام کے بادشاہ تھے۔ آج اُسی خاندان کے کئی افراد مزدوری تک کر کے اپنا پیٹ پال رہے ہیں۔ یہ انیتی کا پھل ہے۔

فضول خرچی

دھن کو سمجھ بوجھ کر خرچ کرنا چاہیئے۔ جو بنا سمجھے اندھا دھند خرچ کرتے ہیں۔ وہ ایک دن ضرور ہی کنگال ہو جاتے ہیں۔ ہمالیہ کے برابر دھن بھی لگاتار خرچ کرنے سے ایک نہ ایک دن ختم ہو جاتا ہے جس کے انش کی آمدنی اور چوگنا اُسی کا خرچ ہوتا ہے۔ اس کا ایک نہ ایک دن دیوالہ ضرور نکل جاتا ہے۔

(۳۲) دان۔ بھوگ اور ناش۔ دھن کی یہی تین حالتیں ہیں۔ جس نے نہ دیا نہ بھوگا۔ اس کے دھن کی تیسری گتی ہوتی ہے (۳۱)

جو اپنے کمائے ہوئے دھن کو نہ آپ بھوگتا ہے۔ اور نہ کسی کو دیتا ہے اس کا

دھن ناش ہو جاتا ہے۔ یا تو اُسے چور لے جاتے ہیں۔ یا راجہ چھین لیتا ہے۔
اس دھن سے کیا۔ جو نہ دان کیا گیا نہ بھوگا گیا۔ اس بل شکتی سے کیا۔ جس سے دشمن کو نہ دبایا گیا؟ شاستر سننے سے کیا اگر اس پر عمل نہ کیا گیا؟

گردھر کوی رائے نے بھی کہا ہے :۔

کھایو جائے جو کھائے رہے۔ دیو جائے سو دیہہ　　ان دونو سے جو بچے۔ سو تم جانو کھیہ
سو تم جانو کھیہ۔ بنے پن کام نہ آوے　　سرب شوک کو بیج پنہ پن تمہیں رلاوے
کہ گردھر کوی رائے چرن ترے دھن کے گایو
دان بھوگ بن ناش ہوت جو دیو نہ کھایو

رسالہ سکھ ساگر اور مارتنڈ کے خاص نمبر

اودم کی مہما اور جپ کی ودھی
گایتری کی مہما اور جپ ودھی

یہ دونو کتابیں ابھیاسیوں کے لئے اور دیگر سب ہندو بھائیوں کے جپ کے لئے تیار کی گئی ہیں۔ تاکہ ان کا جپ کرکے سب بھائی اپنے دکھوں اور کشٹوں کا نوارن کر سکیں۔ ہر ایک ہندو بھائی کو ان کی ایک ایک جلد ضرور اپنے پاس رکھنی چاہیئے اور روزانہ ان کا پاٹھ کرنا چاہیئے۔ قیمت ہر دو ۶/

کرشن نمبر

مارتنڈ کا کرشن نمبر حجم ۱۲۸ صفحات کلاں۔ تین سہ رنگی تصاویر۔ ہر ایک کرشن بھگت کو روزانہ اس کا ابھیاس کرنا چاہیئے۔ قیمت صرف ۶/ سکھ ساگر کا کرشن نمبر۔ قیمت ۳/

آنند نمبر۔ سچا آنند اور سکھ پراپتی کے سادھن۔ ضرور پڑھیئے۔ قیمت صرف ۳/

طاقت اور صحت افزا ادویات کا استعمال کر کے اپنے جسم کو مضبوط بنالو

اگرچہ دُنیا میں بہت سی طاقتور ادویات ہیں۔ مگر چندراودے مکردھوج اور شری مدنانند مودک سے بڑھکر کوئی طاقت مردمی کے بڑھانے والی دوائی نہیں ہے۔ یہ دونو ادویات ہمارے ہاں نہایت محنت اور جانفشانی کے ساتھ آیوروید شاستر کی ودھی کے انوسار تیار ہوتی ہیں

اس لئے ہم سب بھائیوں کو

چندراودے مکردھوج اور مدنانند مودک

ان آیوروید کی دو سب سے زیادہ مقوی اور مفید ادویات کے استعمال کی سفارش کرتے ہیں۔ چندراودے مکردھوج اور شری مدنانند مودک اگر اکیلی اکیلی استعمال کی جاویں۔ تب بھی حیرت انگیز فائدہ ہوتا ہے۔ لیکن اگر ان دونو ادویات کا اکٹھا استعمال کیا جاوے۔ تب تو کہنا ہی کیا ہے کسی قسم کی کمزوری جسم میں نہیں رہتی۔ جریان۔ احتلام۔ سرعت انزال اور ویریہ کا پتلا پن وغیرہ جس قدر دھاتو کی بیماریاں ہیں۔ ان ادویات کے باقاعدہ استعمال سے رفع دفع ہو جاتی ہیں۔ اور جسم ہرشٹ پشٹ ہو جاتا ہے۔ پورے تین ماہ استعمال کرنے سے حیرت انگیز نتائج ظہور میں آتے ہیں۔ **قیمت چندراودے رس** ایک ماہ کی خوراک تین روپیہ دو ماہ کی خوراک ۵ر **قیمت شری مدنانند مودک** ایک ماہ کی خوراک دو روپیہ دو ماہ کی خوراک ۳ر۔ قیمت چندراودے رس تین ماہ کی خوراک رعایتی ۸ر مدنانند مودک تین ماہ کی خوراک پانچ روپے۔ محصولڈاک بذمہ خریدار۔ ملنے کا پتہ:

منیجر مارتنڈ اوشدھ برانچ سید مٹھا بازار۔ لاہور

چالیس روحانی و اخلاقی گلدستے

(جن کے مطالعہ سے کسی فرد بشر کو محروم نہ رہنا چاہیئے)

میرے پیارے دھرم بھائیو! اگر آپ سچا سکھ حاصل کرنا چاہیں تو مندرجہ ذیل چالیس روحانی و اخلاقی گلدستے منگوا کر مطالعہ کریں۔ ہم آپ کو یقین دلاتے ہیں۔ کہ ان دھارمک گلدستوں کے پاٹھ سے آپ کا من سچ مچ پرسنّ ہو جاویگا اور آپ کی زندگی میں حیرت انگیز روحانی تبدیلی آ جاویگی۔ چونکہ اکثر بھائی یہ دھارمک و اخلاقی کتابیں یکشت منگاتے ہیں۔ اس لیئے ان سب کی یکمشت خریداری پر ہم نے

خاص رعایت

رکھی ہوئی ہے۔ ان گلدستوں کی مجموعی تعداد چالیس ہے۔ جن کی مجموعی قیمت علاوہ محصولڈاک ساڑھے نو روپیہ اور محصولڈاک ۱؎ ملا کر کل ساڑھے دس روپیہ ہوتی ہے مگر جو بھائی یہ سبھی سب گلدستے یکمشت منگائیں گے۔ ان کی خدمت میں رعایتی قیمت سات روپے اور محصولڈاک ۱؎ ملا کر کل آٹھ روپے ایک آنہ کی بجائے آٹھ روپے کا وی پی بھیجا جاویگا

(۲) جو بھائی گلدستوں کی خریداری کے ساتھ رسالہ سکھ ساگر کی خریداری بھی قبول فرمائینگے ان کی خدمت میں آٹھ روپیہ + ۲؎ کل ۱۰؍ ۲؎ کی بجائے صرف نو روپیہ کا وی پی بھیجا جاویگا یا ایسے بھائی نو روپیہ بذریعہ منی آرڈر بھیجکر مشکور کریں

چالیس روحانی و اخلاقی گلدستوں کے نام و قیمت

۱۔ برہم چریہ کے سادھن	۲؍	۴۔ انسان کو زندگی کس طرح بسر کرنی چاہیئے	۲؍
۲۔ دھرم کی دیا کھیا (بطور کتھا)	۳؍	۵۔ راہ نجات کی ابتدائی منزلیں	۳؍
۳۔ غصہ دور کرنے کی تدابیر	۳؍	۶۔ خوشی اور کامیابی کے بنیادی اصول	۳؍

۷۔ جیسے چاہو ویسے بن جاؤ — ۳ر
۸۔ فتحمند زندگی (روحانی کتاب) — ۵ر
۹۔ شانتی کی دولت۔ جیمس ایلن — ۴ر
۱۰۔ اپنے خیرخواہ بنو ״ — ۴ر
۱۱۔ آئینۂ سداچار اور قوت خیال — ۳ر
۱۲۔ بھگوان رام کے اپدیش — ۲ر
۱۳۔ اچھی عادتیں ڈالنے کی تعلیم — ۴ر
۱۴۔ ہنش کرتویہ (فرائض انسانی) — ۲ر
۱۵۔ ویراگ سندیش (گوروبانی) — ۸ر
۱۶۔ اندرشکتی کا وکاش (بہت عمدہ) — ۳ر
۱۷۔ ادھیاتم یوگ۔ ازمہرشی اربندو گھوش — ۸ر
۱۸۔ مانسک شکتی کا وکاش — ۳ر
۱۹۔ شریمد بھگوت گیتا کی تعلیم — ۲ر
۲۰۔ جیبی گیتا (برائے روزانہ پاٹھ) — ۳ر
۲۱۔ مقدمہ بازی کا برا نتیجہ (ڈرامہ) — ۵ر
۲۲۔ سورج بھیدی دیا یام — ۳ر
۲۳۔ شری کرشن چرتر کی مہما — ۶ر

۲۴۔ مکمل تندرستی کے حصول کا طریقہ — ۴ر
۲۵۔ مکمل صحت اور خوشی کے حصول کے طریقے — ۴ر
۲۶۔ مہاتما گاندھی کی سندربانی — ۲ر
۲۷۔ بھجن مالا (ایشور بھگتی کے بھجن) — ۳ر
۲۸۔ شانتی کا سوپان یا مدیجیر تھر — ۶ر
۲۹۔ دودھ چکتسا (دودھ سے علاج) — ۴ر
۳۰۔ شہد چکتسا (شہد سے علاج) — ۳ر
۳۱۔ گلدستہ ظرافت (پروہیا) — ۴ر
۳۲۔ حب الوطنی کے روشن ستارے — ۳ر
۳۳۔ چھوٹے بھائی کا پریم — ۴ر
۳۴۔ ستی بیہولا کی پتی بھگتی — ۴ر
۳۵۔ استری رتن کتھائیں — ۴ر
۳۶۔ سوامی درجانند جی کا جیون چرتر — ۴ر
۳۷۔ مہارانی چنتا اور شری وتس — ۳ر
۳۸۔ بندو کا لڑکا (دلچسپ کتھا) — ۶ر
۳۹۔ رستیہ آگرہ کی حقیقت — ۳ر
۴۰۔ دھارمک و اخلاقی کتھائیں — ۳ر

گایتری کا مہاتم اور جپ کی ودھی — ۳ر
اوم کا مہاتم اور جپ کی ودھی — ۳ر

ॐ

مہاتما بھرتری ہری جی کے

نیتی شتک حصہ دوم

کا

اردو ترجمہ مع تشریح

از

شریمان پرمارتھی۔ ایڈیٹر رسالہ مارتنڈ، سکھ ساگر لاہور

نیماولی

(۱) دفتر سکھ ساگر سے تین ماہواری رسالجات شائع ہوتے ہیں۔ مارتنڈ۔ سکھ ساگر اور مہابھارت۔ (۲) مارتنڈ۔ ہر ماہ کی دس تاریخ کو۔ سکھ ساگر ۲۰ تاریخ کو اور مہابھارت ۲۸ تاریخ کو شائع ہوتے ہیں۔

(۳) مارتنڈ کا سالانہ چندہ ہندوستان اور برما کے لئے ساڑھے تین روپے سکھ ساگر کا سالانہ چندہ ایک روپیہ بارہ آنہ اور مہابھارت کا ساڑھے چار روپے مقرر ہے۔ (۴) ہندوستان سے باہر۔ مارتنڈ کا سالانہ چندہ [illegible] سکھ ساگر کا دو روپیہ اور مہابھارت کا پانچ روپیہ ہے۔

(۵) تینوں رسالوں کا یکمشت سالانہ چندہ ہندوستان میں نو روپیہ اور ممالک غیر میں گیارہ روپیہ ہے (۶) صرف مارتنڈ و سکھ ساگر کا سالانہ چندہ اندرونِ ملک پانچ روپیہ اور بیرونجات سے رعایتی چھ روپیہ لیا جاتا ہے۔

ہمارا اُدیش

پرماتما کی بھگتی۔ منش ماتر کی سیوا۔ سُکھ اور شانتی سے زندگی بسر کرنے کے سادھن۔ بس انہیں باتوں کا اپدیش کرنا اور ان کی عملی تعلیم دینا ان رسالجات کا اور ہمارے جیون کا ایک ماتر اُدیش ہے۔ جو بھائی خدانخواستہ کسی جسمانی بیماری میں مبتلا ہوں۔ یا آتمک شانتی کے متلاشی ہوں یا پرانایام سیکھنا چاہتے ہیں۔ وہ ایک پانچ پیسہ کا ٹکٹ لفافہ میں بھیج کر اور مختصراً اپنے حالات لکھ کر یہ سیوا ہم سے لے سکتے ہیں۔ خط و کتابت کا پتہ یہ ہے۔

رام لال ورما مینیجر مارتنڈ سکھ ساگر و مہابھارت (سید مٹھا بازار) لاہور

اوم

مہاتما بھرتری ہری جی کرت

نیتی شتک اردو ترجمہ

معہ تشریح

دُوسرا حصہ

شلوک ۴۴

سان پر خراد کی ہوئی منی ہتھیاروں سے گھایل فاتح یودھا۔ مد رہت ہاتھی۔ شرد رتو کی سوکھے کناروں اور تھوڑے پانی والی ندی کلا رہت دوج کا چاند۔ شورت کے مرون چمبن وغیرہ سے تھکی ہوئی نوخیزہ (نوجوان حسین عورت) اور اپنا سارا ہی دھن دان کرکے غریب بنے ہوئے سجن پرش۔ یہ سب اپنی ہانی یا کمزوری (نقصان) سے ہی شوبھا پاتے ہیں۔ (۴۴)

(۱) ہیرا وغیرہ رتن سان پر رکھ کر گھسے جاتے ہیں۔ تب وہ پہلے سے زیادہ خوبصورت اور چمکیلے ہو جاتے ہیں۔ اس طرح ان کا کچھ حصہ گھٹ جانے سے اُن کی خوبصورتی اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ (۲) ہتھیاروں سے سجا ہُوا یودھا اچھا معلوم ہوتا ہے۔ مگر جس فاتح یودھا کے جسم پر ہتھیاروں کے زخم لگے ہوں۔ اسکی خوبصورتی اور شوبھا کا کیا کہنا؟ (۳) سردی کے

موسم میں دریا کے کناروں سے پانی ہٹ کر بیچ میں آپڑتا ہے۔ وہ پانی اگرچہ تھوڑا ہوتا ہے
مگر بڑا ہی صاف ہوتا ہے۔ اس وقت وہ سوکھے کناروں والی ندی پر سندر معلوم ہوتی
ہے (۴) چاند ویسے ہی منوہر ہے۔ مگر جب دو بج کر وہ گھٹی ہوئی کلاؤں سے آدے ہوتا
ہے۔ تب اس کی شوبھا (شان) اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ (۵) نوخیز سولہ سالہ نازنین ویسے
ہی خوبصورت ہوتی ہے۔ مگر آلنگن اور چمبن (بوسہ بازی) سے اس کا بل جب کچھ گھٹ
جاتا ہے۔ تب وہ اور بھی خوبصورت معلوم ہوتی ہے۔ (۶) ایسے ہی داتی پرش جب اپنا
سارا ہی مال خزانہ دان کر کے غریب ہو جاتا ہے۔ تب وہ اور بھی زیادہ شوبھا والا معلوم
ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ مندرجہ بالا سب چیزوں کی شوبھا نقصان یا کمزوری سے اُلٹی بڑھ جاتی
ہے۔ مہاراجہ ہریشچندر۔ اور راجہ بلی اپنا سب کچھ دان کر کے غریب بن گئے۔ مگر ان کی شہرت
آج تک قائم ہے اور تا ابد قائم رہے گی۔

شلوک ۵۸

جب انسان غریب ہوتا ہے۔ تو وہ ایک پسے جوگی بھوسی کی خواہش
کرتا ہے۔ مگر وہی آدمی جب دھنوان ہو جاتا ہے۔ تب ساری پرتھوی کو
تنکے کی طرح سمجھنے لگتا ہے۔ اس سے ثابت ہے۔ کہ انسان کی اچھی یا بری
حالت ہی چیزوں میں اپنی اچھائی یا بُرائی کے باعث اختلاف پیدا کرتی
ہے۔ کبھی انہیں چیزوں کو پھیلاتی اور کبھی سُکیڑتی ہے۔ مطلب یہ کہ
امیری اور غریبی ہی انسان کو بڑا یا چھوٹا بناتی ہے۔ (۵۸)

مطلب یہ کہ چیز کا دراصل کوئی مول نہیں۔ انسان کی حالت ہی اُسے بڑا بنا دیتی
ہے۔ اور حالت ہی اُسے چھوٹا بناتی ہے۔ جو آج چھوٹا ہے۔ وہی دھن دولت سے کل بڑا
ہو جاتا ہے۔ اور جو آج بڑا ہے۔ وہی غریب ہونے سے کل چھوٹا ہو جاتا ہے۔ یہ سنسار
کی چال ہی ہے

جب انسان غریب ہوتا ہے۔ تب وہ چار پیسے یا پیٹ بھر روٹی کو ہی بہت سمجھتا ہے۔ اور اپنے آپ کو سب سے چھوٹا سمجھتا ہے۔ مگر جب وہی آدمی دولت مند ہو جاتا ہے۔ تب وہ سنسار کو اپنے سامنے ہیچ سمجھتا ہے۔ اور اپنے آپ کو سب سے بڑا سمجھتا ہے۔ اس طرح یہ غریبی اور امیری ہی انسان کو نیچا اور اونچا بناتی ہے۔ غریبی اسے حلیم اور سنتوشی بناتی ہے۔ اور امیری اُسے ابھیمانی اور بے صبر بناتی ہے۔ انسان تو وہی کا وہی رہتا ہے۔

شلوک ۱۶۰

ہے راجاؤ! اگر تم اس پرتھوی روپی گائے کو دوہنا چاہتے ہو۔ تو رعایا روپی بچھڑے کا پالن پوشن کرو۔ اگر تم رعایا روپی بچھڑے کی اچھی طرح پرورش کرو گے، تو زمین سورگیہ کام دھینو کی طرح آپ کو بہت پرکار کے بھوگ پدارتھ دے گی۔ (۱۶۰)

مطلب صاف ہے۔ رعایا کے خوشحال رہنے سے راجہ بھی خوشحال رہ سکتا ہے۔ اگر راجہ اتیاچاری اور ظالم ہو۔ تو راجہ اور پرجا دونو کا ناش ہوتا ہے۔ راجہ کا کام پتا کی طرح پرجا کا پالن کرنا ہے۔ رگھو بنس میں راجہ کے فرائض کے بارے میں جو لکھا ہے۔ اسے پڑھکر حیران رہ جانا پڑتا ہے۔ ذیل میں ہم رگھو بنس کے صرف دو شلوکوں کا ترجمہ درج کرتے ہیں، مہاراجہ دلیپ کے بارے میں لکھا ہے۔

"مہاراجہ دلیپ دھن جمع کرنے کے لئے رعایا سے خراج نہ لیتے تھے۔ جو دھن لیتے تھے۔ وہ اسے اپنے کام میں نہ لاتے تھے۔ بلکہ اسے پرجا کی بھلائی میں خرچ کرتے تھے۔ اس بارے میں وہ اپنے بزرگوں کی تقلید کرتے تھے۔ سورج جس طرح زمین سے رس لیتا ہے۔ اور اسے بارش کی شکل میں ہزار گنا کر کے واپس دے دیتا ہے۔ اسی طرح وہ بھی کرتے تھے۔ حقیقی طور سے وہ پرجا کے پتا تھے۔"

شلوک ۴۷

راج نیتی (سیاست یا پالیٹیکس) ویشیا (زن بازاری) کی طرح بہت روپ بدلتی ہے۔ کہیں وہ راستی کو اختیار کرتی ہے تو کہیں ناراستی کو۔ کہیں سخت زبانی (سختی) سے کام لیتی ہے۔ تو کہیں شیریں بیانی (نرمی) سے۔ کہیں یہ ہنسا (کشت و خون) کرنے والی ہوتی ہے۔ تو کہیں دیا (رحم) کرنے والی۔ کہیں یہ لالچی ہوتی ہے تو کہیں اُدار (فراخدل) کہیں پر یہ فضول خرچ بن جاتی ہے۔ تو کہیں پر کفایت شعار بن جاتی ہے۔

مطلب صاف ہے۔ کہ پالٹیکس (راج نیتی) ایک حالت پر کبھی نہیں رہتی۔ راج نیتی کی چالوں کو سمجھنا ٹیڑھی کھیر ہے۔ گلستان میں ایک جگہ پر لکھا ہے۔ کہ تین چیزیں تین چیزیں تین چیزوں کے بغیر قائم نہیں رہتیں۔ دولت بغیر تجارت کے۔ ودیا بنا شاستر ارتھ کے اور بادشاہی بنا راج نیتی (سیاست) کے۔

شلوک ۴۸

جن پُرشوں میں ودیا۔ کیرتی۔ براہمنوں کی پرورش۔ دان۔ بھوگ اور متروں کی رکھشا یہ چھ گن نہیں ہوئے۔ ان کی راج سیوا (نوکری) کرنا عبث ہے۔

مطلب یہ کہ جو راجا کا نوکر ہو۔ اس میں یہ صفات ہونی چاہئیں۔ وہ وِدوان ہونا چاہئیے اُسے خوب شہرت (نیکنامی) حاصل کرنی چاہئیے۔ اُسے براہمنوں اور ودوانوں کی پرورش کرنی چاہئیے۔ خیرات کرنی چاہئیے۔ سُکھ بھوگنا چاہئیے اور اپنے دوستوں اور رشتہ داروں کی مدد اور رکھشا کرنی چاہئیے۔

شلوک ۴۹ سنتوش

تھوڑا یا بہت جتنا دھن ودھاتا نے تمہاری قسمت میں لکھ دیا ہے۔

آتنا تجھے یقیناً ریگستان میں بھی مل جائے گا۔ اس سے زیادہ تم کو سمیرو پہاڑ پر بھی نہیں مل سکتا۔ اس لئے سنتوش کرو۔ دولت مندوں کے سامنے عاجزی سے مت گڑگڑاؤ۔ کیونکہ دیکھو۔ گھڑا سمندر اور کوئیں سے ایک جیسا جل ہی گرہن کرتا ہے۔"

مطلب یہ ہے کہ جتنا دھن قسمت میں ہوتا ہے۔ اتنا تمہیں یقیناً ریگستان میں بھی مل جائے گا۔ مگر جو قسمت میں نہیں ہے۔ وہ سمیرو پہاڑ پر بھی نہیں ملیگا۔ گھڑے کو خواہ سمندر میں ڈالو خواہ کوئیں میں۔ دونو جگہوں میں وہ یکساں پانی گرہن کریگا۔ ارتھات جتنا پانی اس میں سما سکتا ہے۔ اس سے زیادہ اس میں نہیں آجاتا۔ اس بات کو سمجھ کر انسان کو سدا سنتوش کرنا چاہیئے۔ دولت مندوں کی خوشامد کر کے اپنی خودداری کو ہاتھ سے نہیں دینا چاہیئے۔ شاستر میں لکھا ہے کہ

عمر۔ کرم۔ دھن۔ ودیا اور موت۔ یہ پانچوں پرانی (جاندار) کی قسمت میں اسی وقت سے لکھ دئے جاتے ہیں۔ جب کہ وہ گربھ آشے کے اندر جاتا ہے۔ جتنا ودھاتا لکھ دیتا ہے۔ اتنا ضرور ملتا ہے۔ اور جو نہیں لکھتا۔ وہ نہیں مل سکتا۔"

ایسے ہی پنچ رتن میں لکھا ہے کہ جو ہونہار نہیں ہے۔ وہ نہیں ہوتا اور جو شُدنی ہے وہ بنا کوشش کے ہی ہو جاتا ہے۔" پرانی کے جتنا پہلے جنم میں بویا ہے۔ اتنا وہ ضرور ہی کاٹے گا۔ سارا سنسار پراربدھ اور پرشارتھ میں قائم ہے پہلے جنم کے کرم کو پراربدھ اور اس جنم کے کرم کو پرشارتھ کہتے ہیں۔ پھل کی پراپتی پہلے جنم کے کرم انوسار ہوتی ہے جس طرح بچھڑا اپنی ماں کو ہزاروں گائیوں میں سے پہچان لیتا ہے۔ اسی طرح پہلے جنم کا کیا کرم اپنے کرتا کو جھٹ پہچان لیتا ہے۔ جس طرح سایہ اور دھوپ کا آپس میں تعلق ہے۔ اسی طرح کا کرتا اور کرم میں بھی اوٹٹ سمبندھ ہے۔

جس وقت تک موت نہیں آتی۔ انسان شیر کے منہ میں جا کر بھی بچ جائے گا۔ اور جب

موت آ جائے گی۔ تب پرانی لہیں بھی اور کسی بھی طریقے سے نہیں بچ سکتا

دوستو! ان باتوں کو سمجھو۔ اور ان پر وشواس کر کے بے فکر ہو جاؤ۔ بھگوان تمہارا منگل کریں۔ عبث امیروں کی چوکھٹ چاٹنے سے کیا فائدہ؟

شلوک ۵۰

ہے سریشٹ میگھ! تمہیں ہم پپیہوں کے ایک ماتر آدھار ہو۔ اس بات کو کون نہیں جانتا؟ ہمارے دین (عاجزانہ) بچنوں کی اپیکشا کیوں کرتے ہو؟ (۵۰)

چاتک کہتا ہے۔ ہے میگھ! سنسار میں تالاب۔ دریا۔ سرودر وغیرہ بہت سے پانی ہیں۔ مگر میں خواہ پیاسا ہی تڑپ تڑپ کر کیوں نہ مر جاؤں۔ تمہارے سوا کسی کا جل نہیں پیتا۔ تمہارے جل کے سوا گنگا۔ جمنا سرسوتی اور سندھ وغیرہ ہمارے لئے دھول کی مانند ہیں۔ ہمیں تو تمہارا ہی آسرا ہے۔ اس حالت میں تمہارے لئے ٹھیک نہیں کہ تم ہم سے بار بار عاجزی کراؤ۔ مطلب یہ کہ جو جس کا آشرت ہے۔ اسے اس کی رکھشا اور پرورش کا خود ہی خیال رکھنا چاہئے۔ اسی میں بڑائی ہے۔

تم ہر کسی کے سامنے مت گڑگڑاؤ

شلوک ۵۱

ارے چاتک! (پپیہے!) ساودھان ہو کر ذرا ہماری بات سن! آکاش میں بہت سے میگھ ہیں۔ مگر سب ایک سے نہیں۔ کتنے ہی تو ایسے ہیں۔ جو پرتھوی پر جل ہی جل کر دیتے ہیں اور کتنے ہی ایسے ہیں جو عبث ہی گرج کر چل دیتے ہیں۔ اس لئے اے متر! تم جس کو دیکھو۔ اسی کے سامنے عاجزی سے مت گڑگڑاؤ۔ (۵۱)

انسان کو چاہیئے۔ کہ ہر کسی کے سامنے عاجزی مت کرے۔ کیونکہ اس جگت میں سبھی داتا کرن یا سخی حاتم ہی نہیں ہوتے۔ بہت لوگ ایسے ہوتے ہیں۔ جو باتیں تو بڑی لمبی چوڑی کرتے ہیں۔ مگر دیتے ایک پیسہ نہیں۔ ایسے سجن بہت تھوڑے ہیں۔ جو بنا مانگے ہی اپنے آشرتوں کی ضروریات کو پورا کردیں۔ گلستان میں لکھا ہے کہ۔

دُشٹوں کے آگے اپنی عمر بھی کا رونا مت روؤ۔ کیونکہ اُن کے دُشٹ سوبھاو کے کارن تمہیں دکھی ہونا پڑے گا۔ اس لئے کسی کے سامنے اپنے دل کا دُکھ بتانے میں خوب سمجھداری سے کام لو یقین رکھو۔ کہ جو تھوتھے ہیں وہ گرجتے بہت ہیں مگر برستے نہیں۔ جو پورے ہیں وہ چپ چاپ بنا مانگے ہی مراد پوری کردیتے ہیں۔

دُشٹوں کا سوبھاو

شلوک ۵۲

کسی پر دیا نہ کرنا۔ بلا وجہ لڑائی جھگڑا (دنگا فساد) کرنا۔ دُوسرے کے دھن اور دوسرے کی استری پر من چلانا۔ سجنوں اور اپنے رشتہ داروں کی ترقی پر کڑھنا۔ یہ چھ عیب دُشٹوں میں سوبھاو سے ہوتے ہیں۔ ۵۲

مطلب یہ کہ جو بھی دُشٹ ہوگا اس میں یہ چھ عیب ضرور ہونگے۔ دریودھن میں یہ چھ عیب موجود تھے۔ ویسے دُشٹوں کے سر پر کلغی نہیں ہوتی۔ جن میں یہ چھ عیب ہوں انہیں کو دُشٹ سمجھنا چاہیئے۔ ایسے دُشٹ اس جگت میں بہت ہیں۔ پرائی دولت یا مرتبے کو دیکھ کر جلنا۔ یہ ان دُشٹوں کی بڑی پہچان ہے۔

شلوک ۵۳

دُرجن دُوشٹ، ودوان ہو۔ تو بھی اُسے تیاگ دینا ہی ٹھیک ہے

کیونکہ سر میں منی رکھنے والا سانپ کیا خطرناک نہیں ہوتا؟ (۵۱)

پنچ تنتر میں بھی لکھا ہے۔ کہ دھرم شاستر کے پڑھنے یا وید کے پڑھ لینے سے دُشٹ آدمی بھلا نہیں ہو جاتا۔ وجہ یہ کہ جس کا جو سوبھاؤ ہے۔ وہی پربل ہے۔ گائے کا دودھ سوبھاؤ سے ہی میٹھا ہوتا ہے۔ اور نیم سوبھاؤ سے ہی کڑوا ہوتا ہے۔ جیسا جس کا سوبھاؤ ہے۔ ویسا ہی رہے گا۔ زہر میں خواہ کتنا ہی شہد ملا لیجئے۔ مگر زہر اپنا سوبھاؤ نہیں چھوڑے گا۔ راون کچھ کم ودوان نہیں تھا۔ مگر ودوان ہونے سے کیا اس کی دُشٹتا چلی گئی؟ وہ لوگ بڑے ہی خوش قسمت ہیں۔ جن کا ایسے دُشٹوں سے پالا نہیں پڑتا۔

شلوک ۵۲

حیا والوں کو مورکھ۔ برت اُپواس رکھنے والوں کو ٹھگ۔ پوترتا سے رہنے والوں کو ڈھورت۔ شوربیروں کو بے رحم۔ چُپ رہنے والوں کو کم عقل۔ میٹھا بولنے والوں کو کمزور دیرہ دل؟ تیجسویوں کو اہنکاری۔ اُپدیشکوں کو بکوادی اور شانت پُرشوں کو نا قابل کہ کر دُشٹوں نے گن والوں کے کون سے گنوں کو کلنکت نہیں کیا؟ (۵۲)

مطلب یہ کہ دُشٹوں کو بھلے آدمیوں سے سوبھاوک ویر ہوتا ہے۔ بُرے کاموں سے بچنا انسان میں اچھا گن ہے۔ اس سے انسان بُرے کاموں سے بچتا ہے۔ ایسے ہی برت اُپواس کرنے سے من اور آتما شدھ ہو جاتے ہیں۔ شوربیرتا سے کمزوروں کی رکھشا ہوتی ہے۔ میٹھا بولنے سے سب کی آتما خوش ہوتی ہے۔ وغیرہ۔ مگر دُشٹوں کی نگاہ میں یہ گن بھی عیب ہیں۔ یہ لوگ اس اپدیشک کو بھی تھوڑا بتاتے ہیں۔ جس کے اپدیش سے سننے والوں کے ہردے شیتل ہو جاتے ہیں۔

دُشٹ لوگ بھلے آدمیوں کو بلا وجہ ہی اتنا تنگ کرتے ہیں۔ کہ انسان کو یہ سنسار بہت ہی بُرا معلوم ہوتا ہے۔ ایسے ہی دکھی ہو کر غالب نے کہا ہے:۔

رہیئے اب ایسی جگہ چل کر جہاں کوئی نہ ہو
ہم سخن کوئی نہ ہو اور ہم زباں کوئی نہ ہو
بے درو دیوار کا اِک گھر بنایا چاہیئے
کوئی ہمسایہ نہ ہو اور پاسباں کوئی نہ ہو

نیچ لوگ دروازے پر تو ٹاٹ بھی نہیں لگا سکتے۔ مگر بلی اور ہریشچندر جیسے مہادانیوں کی نندا کرتے ہیں۔ کرن اور ددھیچی تو ان کی نگاہ میں کوئی چیز ہی نہیں۔ یہ لوگ خواہ نندا کریں خواہ تعریف۔ سمجھدار آدمی کو ان کی بات پر ہرش شوک نہیں کرنا چاہیئے۔ رِلیس دُشٹوں میں رہ کر شانتی پورک زندگی بسر کرنے کا اس سے بہتر اور کوئی طریقہ نہیں ہے۔

شلوک ۵۵

اگر لوبھ ہے تو دُوسرے کسی عیب کی کیا ضرورت؟ اگر دُوسروں کی نندا یا چُغلخوری کی عادت ہے۔ تو اور کسی پاپ کی کیا ضرورت؟ اگر سچائی ہے۔ تو تپسیا سے کیا مطلب؟ اگر من شدھ ہے۔ تو تیرتھوں سے کیا لابھ؟ اگر بھلمنساہت (شرافت) ہے تو اور گنوں (اوصاف حمیدہ) کی کیا ضرورت؟ اگر کیرتی (شہرت یا ناموری) ہے۔ تو زیور کی کیا ضرورت؟ اگر اچھی ودیا ہے تو دھن کی کیا ضرورت؟ اگر بدنامی ہے۔ تو موت سے اور کیا ہوگا؟ (۵۵)

۱۔ لوبھ

لوبھ سے ہی کام۔ کرودھ اور موہ پیدا ہوتے ہیں۔ اور موہ سے انسان کا ناش ہو جاتا ہے۔ لوبھ سب پاپوں کا مول ہے۔ لوبھ سے ترشنا بڑھتی ہے۔ اور ترشنا والے کو دونو لوکوں میں سُکھ نہیں۔ لوبھ کے آتے ہی اور سب عیب اپنے آپ چلے آتے ہیں۔ کہا بھی ہے۔ کہ

کام کرودھ مد لوبھ کی۔ جب لگ من میں کھان
کا پنڈت کا مُورکھا۔ دونو ایک سمان
(تلسی داس جی)

۲۔ نندک

دوسروں کی نندا کرنے ہی چغلخوری سے بڑھ کر کوئی پاپ نہیں۔ جن کا دل میلا ہوتا ہے۔ وہی پرائی نندا کرتے ہیں۔ پرائی نندا اگر سچی ہو۔ تو بھی اس سے کچھ لابھ نہیں اور اگر جھوٹی ہو۔ تب تو کہنا ہی کیا؟ اپنی زبان گندی کرنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ بہت سے لوگ دوسروں کی نندا سن کر خوش ہوتے ہیں۔ مگر ان کو سوچنا چاہیئے۔ کہ آج جو آدمی دوسروں کی نندا تمہارے سامنے کرتا ہے۔ وہ ایک دن تمہاری نندا بھی دوسروں کے سامنے ضرور کریگا۔ دوسروں کی نند اسننے اور کرنے دونو میں پاپ لگتا ہے۔

کسی کی نندا کرنا آسان ہے۔ مگر اس کی تعریف کرنا مشکل ہے۔ اس کام کے لئے بڑے دل کی ضرورت ہے۔ نندک تنگ دل ہوتے ہیں۔ پرایا دل دکھانا ہی سنسار میں سب سے بڑا پاپ مانا گیا ہے۔ مگر نندک اور چغلخور اس بات کو جانتے ہوئے بھی اپنی عادت سے لاچار ہیں۔

۳۔ سچائی

ستیہ یا سچائی کی مہما شلوک ۲۶ میں لکھ آئے ہیں۔ ستیہ ہی سب سے بڑا تپ ہے۔ ستیہ وادی خود بڑا بھاری تپسوی ہے

۴۔ من کی شُدھی

اگر من شدھ ہے۔ تو سچ مچ تیرتھ یاترا کی کوئی ضرورت نہیں۔ مثل مشہور ہے "من چنگا۔ تو کٹھوتی میں گنگا" جس کا من شدھ نہیں۔ جس کے ہردے میں پاپ ہے۔ وہی دُشٹ ہے۔ وہ سو بار تیرتھ سنان کرنے پر بھی شدھ نہیں ہوسکتا۔ جن کے من میں کام۔ کرودھ۔ لوبھ موہ اور اہنکار وغیرہ کا نواس نہیں ہے۔ ان کا من ہی شدھ ہے۔ اور جن کا من شدھ نہیں ہے ان کو تیرتھوں سے کیا لابھ؟ اگر من شدھ رہے اور ایک ہی رنگ میں رنگا رہے تو بس پھر سارا کام ہی بن گیا۔ خود جگدیش ہی مل گئے۔

من داتا من لالچی من راجہ من رنک
جو یہ من ہر سوں ملے تو ہری ملے نشنک

۵ ۔ شرافت

بھلے لوگ سدا دوسروں کا بھلا کرتے ہیں۔ بُرا وہ کسی کا من سے بھی نہیں چاہتے۔ سبھی کا کام بناتے ہیں۔ بگاڑتے کسی کا بھی نہیں۔ وہ نہ کسی پر غصہ کرتے ہیں نہ کسی چیز پر من چلاتے ہیں۔ غیر عورتوں کو اپنی ماتا کی مانند سمجھتے ہیں۔ پرائی ماتر کو اپنا کٹنب سمجھتے ہیں سب کے دُکھ کو اپنا دکھ سمجھتے ہیں۔ اور کسی کو بھول کر بھی دُکھ نہیں دیتے۔ جھوٹ بولنا یا چغلخوری کرنا تو ان کی عادت ہی میں نہیں، وہ دوسروں کے عیوب کو چھپاتے اور اُن کی خوبیوں کو پرگٹ کرتے ہیں۔ وہ ایسی میٹھی بات کرتے ہیں۔ کہ جس سے بولتے ہیں۔ وہی ان کا ہو جاتا ہے۔ ان کی شرافت کی وجہ سے ہی لوگ اُن کے ہو جاتے ہیں۔ اسی سے کہا ہے کہ اگر شرافت ہے۔ تو کسی دوسرے رشتہ دار کی کیا ضرورت؟

۶ ۔ ودیا

بلاشبہ ودیا یا علم خود دھن ہے۔ جس کے پاس ودیا ہے۔ اسے کیا کمی ہے؟ اول تو ایسے ودوان دھن کی خواہش ہی نہیں کرتے۔ وہ جانتے ہیں کہ دھن سارے انرتھوں کی جڑ ہے۔ دھن بڑے دُکھ سے کمایا جاتا ہے۔ بڑی بڑی تکلیفوں سے اکٹھا ہوتا ہے۔ اسکی رکشا میں بڑا کشٹ ہوتا ہے۔ دولت مندوں کو لمحہ بھر بھی چین نہیں۔ دھن کو کھانے والے سب جگہ ہیں۔ جس طرح انسان موت سے ڈرتا ہے، ویسے ہی دولت مند راجہ۔ آگ۔ پانی۔ چور اور رشتہ داروں سے سدا ڈرتا رہتا ہے۔ رشتہ دار سدا دولت مند کے مرنے کی خواہش کرتے ہیں۔ دھن سے ترشنا بڑھتی ہے اور جوں جوں دھن بڑھتا ہے۔ توں توں ترشنا اور بھی بڑھتی جاتی ہے۔ اور کبھی شانتی نہیں ملتی۔ جو دھن پاس ہوتا ہے۔ اس کے چلے جانے کا ڈر سدا سر پر سوار رہتا ہے۔ کیونکہ لکشمی سوبھاؤ سے ہی چنچل ہے۔ کسی ایک کے ہاں نہیں

ٹھیرتی۔ اپنے چنچل سوبھاو کی وجہ سے ایک کو چھوڑ کر یہ دُوسرے کے ہاں چلی جاتی ہے۔ اس کے چلے جانے پر جو دُکھ ہوتا ہے وہ بیان سے باہر ہے۔ مطلب یہ کہ دھنوان کو کبھی سکھ نہیں ملتا۔ بنجمن فرنکلن صاحب نے کیا ہی اچھا کہا ہے۔

Money never made a man happy yet, nor will it. there is nothing in its nature to produce happiness. The more man has, the more he wants.

ارتھات: "روپے نے آج تک کسی کو سکھی کیا بھی نہیں اور کریگا بھی نہیں۔ اس کے سوبھاو میں ایسی کوئی بات ہی نہیں۔ جس سے وہ سُکھ پیدا کرے۔ جتنا ہی آدمی کے پاس ہوتا ہے۔ اتنا ہی وہ اور چاہتا ہے۔" لُوتھر صاحب کہتے ہیں۔

Our Lord God commonly gives riches to foolish people, to whom He gives nothing else.

ارتھات "ہمارا مالک پرماتما مُورکھوں کو دھن دیتا ہے۔ جن کو وہ دھن دیتا ہے انہیں وہ سوائے دھن کے اور کچھ نہیں دیتا۔"

ان دُکھوں کے سوائے دھن سے ایک اور بھی دُکھ ہوتا ہے۔ یہ موت کے وقت بھی کشٹ دیتا ہے۔ جس گدھے پر ہلکا بوجھ ہوتا ہے۔ وہ آسانی سے چلا جاتا ہے۔ اسی طرح جو غریب ہوتے ہیں۔ وہ سکھ سے دیہہ تیاگ دیتے ہیں۔ مگر دھنی کو اپنے دھن۔ محل ماڑیوں موٹر گاڑیوں۔ باغ باغیچوں۔ بڑے کٹنب وغیرہ کی چنتا موت کے وقت بھی بہت ستاتی ہے۔ انہیں سب وجوہات سے بیچے وِدوان دھن کو پسند نہیں کرتے۔ وہ وِدیا روپی دھن کو سب سے اچھا دھن مانتے ہیں۔ کیونکہ وِدیا کا دھن کبھی نشٹ نہیں ہوتا۔ اور سدا انسان کا کلیان ہی کرتا ہے۔ اس لئے اِس اکھشے دھن کے مقابلے میں وہ فانی اور دُکھدائی دھن کو کیوں پسند کرنے لگے؛

۷۔ نیک نامی

انسان اگر نیک نام ہے۔ تو اُسے دوسرے زیوروں کی ضرورت نہیں۔ زیوروں سے تو جسم کی تھوڑی دیر کے لئے شوبھا ہوتی ہے۔ مگر نیک نامی سے آتما کی شوبھا ہوتی ہے۔ اور وہ دیرپا ہوتی ہے۔ انسان کا جسم تو ناشس ہو جاتا ہے۔ مگر نیک نامی مرنے کے بعد بھی قائم رہتی ہے۔

۸۔ بدنامی

یہ بدنامی ہی انسان کی حقیقی موت ہے۔ جس کی بدنامی ہو۔ وہ جیتا ہُوا ہی مرا ہے۔ سجنوں کے دل میں بدنامی سے جتنا دُکھ ہوتا ہے ویسا شاید موت سے بھی نہیں ہوتا۔ بدنامی کے ڈر سے ہی بھگوان رامچندر جی نے سچی ستی پران پیاری سیتا کو نردوش جان کر بھی بن میں بھیجدیا۔ اور خود اس کی برہ کی اگنی میں جل جل کر بھسم ہوئے۔ زیادہ کیا کہیں۔ انسان کو کوئی بھی کام ایسا نہ کرنا چاہیئے۔ جس سے اس کی بدنامی ہو۔

دِل کے کانٹے

شلوک ۵۶

دن کا بے رونق چاند۔ ادھیڑ عمر کی کامنی۔ کمل سے خالی سرودر انپڑھ حسین۔ کنجوس مالک۔ سجّن درودی اور راج سبھا میں دُشٹوں کا ہونا۔ یہ ساتوں ہمارے دل میں کانٹے کی طرح چبھتے ہیں ۔ ۱۰ ۵۶)

چاند اپنی پربھا سے ہی شوبھا والا لگتا ہے۔ اس لئے دن کے وقت پربھا ہین ہونے کی وجہ سے وہ کانٹے کی طرح کھٹکتا ہے۔ ایسے ہی استری کی شوبھا جوانی سے ہے۔ ادھیڑ عمر کی استری شوقین مزاجوں کو کانٹے کی طرح کھٹکتی ہے۔ سرودر کی شوبھا کملوں سے ہوتی

ہے۔ ایسے ہی خوبصورت مرد ان پڑھ ہونے پر ڈھاک کے پھولوں کی طرح بیکار ہوتا ہے۔ اگر خوبصورت آدمی وِدوان (عالم) بھی ہوتا ہے۔ تو اس کی خوبصورتی دوبالا ہو جاتی ہے راجہ یا دولت مند کی شوبھا کشادہ دلی سے ہے۔ کنجوس راجہ یا دھنی نامرد کی طرح ہوتا ہے۔ داتا (سخی) اگر تھوڑے دھن والا بھی ہو۔ تو اچھا۔ مگر کنجوس اگر ہفت اقلیم کا بادشاہ بھی ہو تو بھی اچھا نہیں۔ سمندر کی نسبت لوگ کوئیں کو زیادہ پسند کرتے ہیں۔ پس دولت مند ہونے پر جو سخی نہیں ہوتا۔ وہ بھی دل میں کانٹے کی طرح کھٹکتا ہے۔ اسی طرح بھلے (شریف) آدمیوں کا غریب ہونا اور راج سبھا میں دُشٹوں کا ہونا بھی کھٹکتا ہے۔

مندرجہ بالا سب باتیں دل میں کھٹکتی ہیں۔ اور جی میں آتا ہے کہ کیا ہی اچھا ہوتا۔ اگر یہ باتیں نہ ہوتیں۔ مگر پرماتما کی تو لیلا ہی نیاری ہے۔ وہ سجنوں کو اکثر غریب ہی رکھتا ہے۔ ایمرسن صاحب کا قول ہے۔

The greatest man in history was the poorest.

ارتھات "تواریخ میں سب سے بڑا آدمی سب سے زیادہ غریب تھا۔" یوں کہتے ہیں:۔

Men are seldom blessed with good fortune and good sense at the same time

ارتھات " دھن اور بدھی ایک ساتھ کسی بڑے خوش قسمت ہی کو ملتی ہیں۔ عام طور پر ایسا ہی ہوتا ہے۔ کہ اگر دھنوان ہے۔ تو بدھیمان نہیں اور اگر بدھیمان ہے تو دھنوان نہیں۔ پس اس تعجب نہ کرنا چاہیئے۔

شلوک ۵۶

ہر چند کرودھی راجاؤں کا کوئی پیارا نہیں۔ جس طرح ہون کرنے والے کو بھی آگ چھوتے ہی جلا دیتی ہے۔ اسی طرح راجہ بھی کسی کے نہیں۔

راجہ کسی کا متر نہیں ہوتا۔ اس لئے راجہ سے سدا خبردار رہنا چاہیئے۔ جیسے آگ ہون کرنے والے کا بھی لحاظ نہیں کرتی۔ اسی طرح راجہ اپنے رشتہ داروں کا بھی لحاظ نہیں کرتا۔ کہاوت ہے۔ سے

راجہ۔ جوگی۔ اگنی۔ جل۔ ان کی اُلٹی ریت ؎
ڈرتے رہیئے پرس رام۔ یہ تھوڑی پالیں پریت

ایسے ہی گلستان میں بھی لکھا ہے۔ کہ راجہ کی دوستی اور لڑکوں کی میٹھی میٹھی باتوں پر بھروسہ نہ کرنا چاہیئے۔ کیونکہ راجاؤں کی دوستی ذرا سے شک سے ٹوٹ جاتی ہے اور لڑکوں کی پیاری پیاری باتیں رات بھر میں بدل جاتی ہیں

شلوک ۵۸

نوکر اگر چپ رہتا ہے۔ تو مالک اسے گونگا کہتا ہے۔ اگر بولتا ہے۔ تو اُسے بکوادی کہتا ہے۔ اگر پاس رہتا ہے تو ڈھیٹھ کہتا ہے۔ اگر دُور رہتا ہے تو اسے مُورکھ کہتا ہے۔ اگر کھوٹی کھری برداشت کر لیتا ہے۔ تو اُسے ڈرپوک کہتا ہے۔ اور اگر نہیں برداشت کرتا۔ تو اُسے گستاخ کمینہ کہتا ہے مطلب یہ کہ سیوا دھرم (نوکری) بڑی ہی کٹھن ہے۔ یہ یوگیوں کے لئے بھی کٹھن ہے ۔۔ ۵۸

اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ سنسار میں جتنے روزگار ہیں۔ اُن میں پرائی نوکری بہت ہی دُکھدائی ہے۔ یوگی لوگ سب طرح کے دُکھ برداشت کرنے کے عادی ہوتے ہیں۔ مگر نوکری اُن کے لئے بھی مہا کٹھن ہے۔

شلوک ۵۹

جو دُشٹوں کا سرتاج ہے۔ جو مریادا رہت (شُتر بے مہار) ہے۔ جو پہلے جنم کے کرموں کی وجہ سے بہت ہی دُراچاری ہے۔ جو اتفاق سے امیر

ہو گیا ہے۔ اور جو نیک صفات سے دولیش رکھنے والا ہے، ایسے نیچ کے ماتحت رہ کر کون شکھی ہو سکتا ہے؟ (۵۹)

مطلب یہ کہ نیچ آدمی کی نوکری کر کے انسان ہرگز شکھی نہیں ہو سکتا۔ اس لئے انسان کو کسی حالت میں بھی نیچ پرش کی نوکری نہیں کرنی چاہیئے۔

شلوک ۶۰

دُشٹوں (بُرے آدمیوں) کی دوستی دوپہر پہلے کے سایہ کی طرح شروع میں بہت لمبی چوڑی ہوتی ہے۔ مگر پیچھے بتدریج گھٹتی چلی جاتی ہے۔ مگر سجنوں کی دوستی دوپہر کے بعد کے سایہ کی طرح پہلے بہت تھوڑی ہوتی ہے۔ اور آگے بتدریج بڑھتی چلی جاتی ہے۔ (۶۰)

مطلب صاف ہے۔ پنچ تنتر میں بھی کہا ہے۔ اِکھ کے اگلے حصے میں رس کم ہوتا ہے جوں جوں آگے چلئے گا۔ رس زیادہ ملتا جاویگا۔ بس سجنوں کی دوستی ٹھیک ایسی ہی ہوتی ہے۔ دُشٹوں کی اس کے خلاف ہوتی ہے۔

شلوک ۶۱

ہرن۔ مچھلی اور سجن (بھلا آدمی) بتدریج گھاس۔ پانی اور سنتوش پر ہی اپنا گذارہ کرتے ہیں۔ مگر شکاری۔ ماہی گیر اور دُشٹ لوگ بلا وجہ ہی ان سے دشمنی رکھتے ہیں۔ ۶۱

مطلب یہ کہ ہرن مچھلی اور سجن (ست پرش)، یہ کسی کا نقصان نہیں کرتے۔ مگر دُشٹ لوگ انہیں عبث ستاتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ دُشٹوں کا سوبھاؤ ہی ایسا ہوتا ہے۔ یہ دوسروں کو دُکھ دینا ہی اپنا فرض اوّلین سمجھتے ہیں۔

ست پُرشوں کا سوبھاو

شلوک ۶۲

ستّ پرشوں کے سنگ کی ابھلاشا۔ پرائے گنُوں میں پریتی۔ بڑوں کے ساتھ نمرتا۔ وِدیا کی لگن۔ اپنی ہی استری میں رتی۔ لوک نِندا سے بھے۔ شوجی کی بھگتی۔ من کو بس میں کرنے کی شکتی۔ دُشٹوں کے سنگ کا تیاگ۔ یہ اُتّم گُن جن میں ہیں۔ ان کو ہم پرنام کرتے ہیں۔

مطلب یہ کہ جن پُرشوں میں یہ اُتم گُن ہیں۔ وہ انسانوں میں دیوتا (فرشتے) اور دُنیا کی شوبھا ہیں۔ ایسے سجنوں کا ست سنگ کرنے سے بہت سے لابھ ہیں۔ اس لئے بھلے لوگ سجنوں کا ہی سنگ کرتے ہیں۔ اور بُرے آدمیوں کے سایہ کے پاس بھی نہیں جاتے۔ سجن آپ دُکھ اٹھا کر بھی دُوسروں کا بھلا کرتے ہیں۔ ست پُرشوں کی بات پتھر کی لکیر ہوتی ہے۔ وہ جو کچھ مُنہ سے کہتے ہیں۔ اُسے پورا کئے بغیر نہیں رہتے۔ راجہ ہرلیشچندر نے بے شمار دُکھ بھوگے۔ مگر جو وشوامتر کو بچن دیا تھا۔ اُسے دے ہی دیا۔ ست پرش جسے ہنسی میں بھی اپنا کر دیتے ہیں۔ اُسے اپنے اوپر ہزار ہا ہزار کشٹ آنے پر بھی نہیں تیاگتے۔ وغیرہ

شلوک ۶۳

مصیبت میں استقلال۔ ایشوریہ (امارت) میں کھشما۔ سبھا میں اُتم بچن بولنا۔ یُدھ میں پراکرم۔ نیک نامی سے پریم اور شاستروں کے پاٹھ کی لگن۔ یہ گُن مہا پُرشوں میں سوبھاو سے ہی ہوتے ہیں۔ ۶۳

مہاتما پرش سخت مصیبت میں بھی دھیرج نہیں چھوڑتے۔ مصیبت کے وقت وہ فولاد سے بھی مضبوط ہو جاتے ہیں۔ مصیبت میں نامرد ہی گھبرا جاتے ہیں۔ مرد نہیں گھبراتے۔

مہاتماؤں کا خیال ہے۔ کہ پرماتما اپنے پیاروں پر ہی مصیبت ڈالتا ہے۔ مصیبت کی کسوٹی پر ہی وہ اپنے پیاروں کے دھیرج اور دہرم کا امتحان لیتا ہے۔ یہ سچ ہے۔ کہ دُکھ یا مصیبت خوفناک سانپ ہے۔ مگر اُس کے گُن سانپ کی مَنی سے بھی زیادہ قیمتی ہیں کیونکہ مصیبت میں ہی اپنے دھیرج اور دوستوں اور رشتہ داروں کی پرکھ ہوتی ہے۔ ورنہ خوشحالی کے دنوں میں تو دشمن بھی متر ہو جاتے ہیں۔ گوسامی جی نے کہا ہے

دھیرج۔ دہرم۔ متر اُرو ناری
آپت کال پرکھئے چاری

اس کے علاوہ مصیبت میں انسان دیش بدیش پھرتا ہے۔ چھوٹے بڑے سب سے ملتا ہے اور سب طرح کے آدمیوں کے برتاؤ کو دیکھ کر نت نیا انوبھو پراپت کرتا ہے۔ رات جتنی ہی اندھیری ہوتی ہے۔ تارے اتنے ہی تیز چمکتے ہیں۔ مصیبت جتنی بھاری ہوتی ہے انسان اتنا ہی زیادہ گُن وان ہوتا ہے۔ مصیبت میں انسان کی خوبیاں چمکتی ہیں۔ مصیبت میں ہی پرماتما کی آشیرباد ملتی ہے۔ جس طرح دن کے بعد رات اور رات کے بعد دن آتے ہیں۔ ویسے ہی سکھ اور دُکھ باری باری سے آتے رہتے ہیں۔ سدا نہ سُکھ رہتا ہے اور نہ دُکھ ہی رہتا ہے۔ اس لئے

مصیبت میں گھبرانا نہ چاہیئے

سمندر میں جہاز کے ڈوب جانے پر جو مسافر گھبرا جاتا ہے۔ وہ یقیناً ڈوب جاتا ہے۔ مگر جو دلیر اور بے خوف رہتا ہے وہ پرماتما کی دیا سے اکثر بچ جاتا ہے۔ مستقل مزاج آدمی کا مصیبت کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتی۔ وہ انسان کا دھیرج استقلال دیکھتی ہے۔ جب اُسے دھیرج میں پکا پاتی ہے۔ تب اس کے دھیرج سے گھبرا کر بھاگ جاتی ہے۔

ایودھیا پتی شری رام چندر جی پر کچھ کم مصیبت نہیں آئی۔ راج تلک ہوتے ہوتے بن باس ہُوا۔ پتا دشرتھ سورگباش ہو گئے۔ ماتا کی جدائی برداشت کرنی پڑی۔ خوفناک بنوں اور

پہاڑوں میں بھائی اور استری سمیت گھومنا پڑا۔ بن میں سیتا کا ویوگ ہوا۔ مگر انہوں نے ذرا بھی دھیرج کو نہ چھوڑا۔ اور اس نہایت ہی دشوار گذار مصیبت سے پار ہوگئے۔ یہ ہی اس دھیرج اور حقات استقلال کی مہما ہے۔

مہاراجہ نل پر بھی کچھ کم مصیبت نہیں آئی۔ راج چھن گیا۔ رانی اور اولاد سے جدائی ہوئی۔ کھانے اور کپڑے کے لئے ترسنا پڑا۔ پرائی چاکری کرنی پڑی۔ مگر وہ نہیں گھبرائے۔ اس لئے آخر کار ان کی مصیبت بھاگ گئی۔ رانی اور راج سبھی مل گئے۔

دہرماتما پانڈوؤں کی طرح گھور مصیبتیں کون برداشت کرے گا؟ بیچاروں پر سخت سے سخت مصیبت پڑی۔ راج گیا۔ بھری سبھا میں گھور اپمان ہوا۔ بن بن مارے مارے پھرے۔ بھیک مانگ کر گذارہ کرنا پڑا۔ مگر واہ رے استقلال! ساری مصیبتوں کو سینہ سپر ہو کر برداشت کیا۔ آخر بھگوان کرشن کی دیا سے وہ یدھ میں فتحیاب ہوئے۔

مہاراج ہریشچندر کا راج گیا۔ استری اور بیٹے سے بچھڑنا پڑا۔ بیٹے کی موت ہوئی رانی کو پرائی داسی بننا پڑا۔ خود آپ نے شمشان پر چنڈال کی نوکری کی۔ مگر آپ نے بیٹے کے مرنے پر بھی اپنے دھیرج کو نہ چھوڑا۔ دھرم سے بیکھ نہیں ہوئے۔ اسی لئے شری بھگوان آپ پر خوش ہوئے۔ آپ کی ساری مصیبت ہوا ہو گئی۔

ہم سب آدمیوں کو ان مہاتماؤں کی مصیبت کی داستانیں پڑھ کر استقلال کا سبق لینا چاہیئے۔ اور مصیبت میں کبھی گھبرانا نہیں چاہیئے۔

مہاتما لوگ مصیبت میں جس طرح سخت ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح خوشحالی میں وہ بالکل نرم ہو جاتے ہیں۔ ان میں ابھیمان بالکل نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں۔ کہ دکھ کی طرح یہ سکھ بھی دیرپا نہیں ہے۔

سبھا میں سندر بچن کہنا بھی ایک بڑا گن ہے۔ میٹھے بچنوں سے دیوتا بھی خوش ہو جاتے ہیں۔ مہاتما لوگ شورویر بھی ہوتے ہیں۔ انہیں دھن اور پرانوں کا موہ نہیں ہوتا۔

وہ زندگی کا موہ تیاگ کر اور نربھے ہو کر یدھ کرتے ہیں۔ اور اپنا پراکرم خوب دکھاتے ہیں۔ وہ آگے قدم رکھ کر پیچھے قدم نہیں رکھتے۔ کرن۔ ارجن اور ابھیمنیو وغیرہ مہاپرشوں کے پراکرم کی بات "مہابھارت" پڑھنے والوں سے چھپی نہیں ہے۔

مہاتما لوگ سدا نیک نامی چاہتے ہیں۔ اُن کی اصطلاح میں بدنامی اور موت میں کچھ فرق نہیں ہے۔ اس لئے وہ جو کام کرتے ہیں۔ ایسا ہی کرتے ہیں۔ کہ جس سے ان کی ناموری ہو۔

اس کے علاوہ مہاتما لوگ اپنا ایک لمحہ بھی گپ شپ یا فضول بحث مباحثے میں ضائع نہیں کرتے۔ ان کا سارا وقت دھرم گرنتھوں کے پڑھنے اور وچارنے میں ہی جاتا ہے۔ جب کہ مورکھوں کا وقت ہنسی ٹھٹھا کرنے، سونے۔ جھگڑنے اور دیگر برے کاموں میں ہی گذرتا ہے۔

شلوک ۹۴

دان کو گپت رکھنا۔ گھر آئے کا ستکار کرنا۔ پرایا بھلا کر کے چپ رہنا۔ دوسروں کے کئے اپکار کو سب کے سامنے کہنا، دھنی ہو کر غرور نہ کرنا۔ اور پرائی بات نندا رہت کہنا۔ یہ اُتم گُن مہاتماؤں نے سوبھاو سے ہی ہوتے ہیں (۹۴)

یہ سچ ہے۔ کہ مہاتماؤں میں یہ گُن سوبھاو سے ہی ہوتے ہیں۔ مگر دوسرے لوگ بھی اُن کی پیروی کر کے یہ گُن پراپت کر سکتے ہیں۔

ا۔ گپت دان

دان کر کے کسی سے کہنا۔ اخباروں میں چھپوانا یا کسی اور طرح سے مشہور کرنا ٹھیک نہیں۔ اس طرح سے جو دان کیا جاتا ہے۔ اُس کا پُنیہ گھٹ جاتا ہے۔ اسی سے نیچے دانی اپنے دان کی خبر اپنے دوسرے ہاتھ کو بھی نہیں لگنے دیتے۔ امریکہ کے مشہور

کروڑ پتی کا ریگی سچ مچ زمانہ حال کے کرن یا حاتم طائی تھے۔ وہ کروڑوں روپے کا دان کرکے بھی کسی کو بتلاتے نہیں تھے۔ اُنہوں نے اپنے دھن سے ہزاروں دکھیوں کے دُکھ دُور کر دئے۔ لاکھوں کے چیک ذرا ذرا سی درخواست پر کاٹ دئے۔ اور ساتھ ہی اُن سے کہ دیا۔ کہ خبردار! کسی سے بھی یہ بات نہ کہنا۔ اس ابھاگے بھارت ورش میں بھی پہلے ایسے ہی بہت سے دانی مہاتما جنم لیتے تھے۔ مگر اب تو لوگ دان پیچھے کرتے ہیں اور اخباروں میں خبر پہلے نکل جاتی ہے۔ ایسا دان سچا دان نہیں اس دان کا پھل داتا کو پُورا نہیں ملتا۔

۲۔ گھر آئے کا آدر

ست پُرش گھر آئے دشمن کا بھی آدر کرتے ہیں۔ اپنے گھر میں جو کچھ ہوتا ہے اُسی سے اس کا ستکار کرتے ہیں۔ اگر کچھ بھی پاس نہیں ہوتا۔ تو اپنے گھر آئے ہوئے اتتھی کو وہ گھاس کا آسن دیتے ہیں۔ ٹھنڈا میٹھا کنوئیں کا جل پلاتے ہیں۔ اور میٹھی میٹھی باتوں سے اس کی تکان دُور کرتے ہیں۔ آپ نہیں کھاتے۔ اتتھی کو کھلاتے ہیں۔ یہ آپ زمین پر سو رہتے ہیں۔ مگر اتتھی (مہمان) کو پلنگ پر سُلاتے ہیں۔ یہ ست پرشوں کا سہج سوبھاو ہوتا ہے۔ شاستر میں لکھا ہے۔ کہ جس کے گھر سے پُوجا نہ پاکر اتتھی لمبی سانس لیتا ہُوا چلا جاتا ہے۔ اس کے ہاں سے دیوتا پتروں سمیت بے مکھ ہو کر چلے جاتے ہیں۔ اگر گرہستی سورج غروب ہونے کے بعد آئے ہوئے اتتھی کی سیوا کرتا ہے۔ تو وہ دیوتا ہوتا ہے۔ "آئیے" کہنے سے اگنی۔ آسن دینے سے اِندر۔ چرن دھونے سے پتر اور ارگھیہ دینے سے شوجی پرسن ہوتے ہیں۔ گھر پر کوئی بھی آوے اس کی خاطر کرنی ہی چاہیئے۔ دیکھئے! درخت اپنے کاٹنے والے کے سر پر بھی سایہ کرتا ہے۔ گھر پر آئے ہوئے بالک بوڑھے اور نوجوان سبھی کی پوجا کرنی چاہیئے۔ کیونکہ ابھیاگت سب کا گورو ہوتا ہے۔ جس کے گھر سے اتتھی مایوس ہو کر لوٹ جاتا ہے۔

وہ اپنے کئے پاپ اُسے دے کر اُس کا پُنیہ لے جاتا ہے۔ ایک وقت تھا۔ کہ بھارت ورش میں اتتھی پُوجا کی بڑی مہما تھی۔ مگر اب وہ بات کہاں؟ ملک کے جن حصوں میں نئی تہذیب کی روشنی ابھی نہیں پہنچی ہے۔ وہاں کے لوگ اب بھی پُرانی چال پر چلتے ہیں۔

۳۔ احسان نہ جتانا

مہاپرش اپنے کئے احسان کو تو چھپاتے ہیں۔ مگر دوسرا اُن کے ساتھ اگر ذرا بھی بھلائی کرتا ہے۔ اس کا سو گنا کر کے اوروں سے کہتے ہیں۔ یہ شکتی ست پرشوں میں ہی ہوتی ہے۔

۴۔ ابھیمان نہ کرنا

کہتے ہیں۔ دھن سے کسے گرب (گھمنڈ) نہ ہوا۔ مہاتما تلسی داس جی نے بھی کہا ہے

پربھوتا پائے کیسے مد ناہیں؟

مگر یہ بات سادھارن آدمیوں کے بارے میں ٹھیک ہے۔ ست پرشوں کو دھن سے ابھیمان نہیں ہوتا۔ دھن دولت یا مرتبہ پاکر ست پرش پھل والے درخت کی طرح اپنے نیچے کو جھک جاتے ہیں۔ وہ اس بات کو جانتے ہیں۔ کہ دولت، جوانی اور زندگی اسار اور چنچل ہے۔ دھن گیند کی طرح ہاتھ میں آتا ہے اور گیند کی طرح بہت جلدی ہاتھ سے نکل جاتا ہے۔ جو آج اونچا ہے۔ اسے کل نیچے گرنا ہی ہوگا۔ اس جہاں میں کتنے ہی باغ لگ لگ کر سُوکھ گئے۔ آج اُن کا نام و نشان بھی نہیں ہے کتنے ہی دریا چڑھے اور اُتر گئے۔ سنسار کی اس ناپائیداری کو جان کر ہی مہاتما لوگ اپنے مال و دولت پر گرب نہیں کرتے۔

۵۔ نندا نہ کرنا

مہاتما لوگ اپنی بات چیت میں کسی کی نندا نہیں کرتے۔ وہ اپنی زبان پر ایک بھی

بُرا لفظ کبھی نہیں آنے دیتے۔ ان کو کسی سے راگ دویش نہیں ہوتا۔ اس لئے وہ کسی کا دل دکھانے والی بات کبھی نہیں کہتے۔ پرایا دل دکھانے کو وہ مہا پاپ سمجھتے ہیں۔ اُن کی زبان اور قلم سے خواب میں بھی کسی کی نندا کی بات نہیں نکلتی۔ مہاتماؤں کو دوسروں میں دوش دکھائی ہی نہیں دیتے۔ دوش انہیں کو دکھائی دیتے ہیں۔ جن کا دل خود دوشی (گندہ) ہوتا ہے۔ دُھندلے آئینے میں ہی چہرہ خراب نظر آتا ہے۔ اس لئے دوسرے کا دل دکھانے والی بات خواہ سچ بھی ہو۔ تو بھی نہ کہنی چاہئیے۔ جیسا کہ کہا ہے سبھا میں بدھیمان کو پرائی نندا کسی حالت میں بھی نہ کرنی چاہئیے۔ جو بات کہنے سے دوسرے کو بُری لگے۔ وہ سچ بھی ہو۔ تو بھی نہ کہنی چاہئیے۔

شلوک ۶۵

بنا ایشوریہ کے بھی مہاپُرشوں کے ہاتھ دان سے۔ مستک گُورُوجنوں کو سر جھکانے سے۔ مُنہ سچ بولنے سے۔ فتح پانے والی دونو بھجائیں بہید پراکرم سے۔ ہردہ شدھ ورتی (نیک خیالات) سے اور کان شاستر سُننے سے شوبھا کو پراپت ہوتے ہیں۔ ۶۵

شلوک ۶۶

سمپتی کال (سکھ یا خوشحالی) کے وقت مہاپُرشوں کا چت کمل سے بھی نرم رہتا ہے۔ اور مصیبت یا دُکھ کے وقت وہ پہاڑ کی بڑی چٹان کی طرح سخت ہو جاتے ہیں۔ (۶۶)

مطلب یہ کہ خوشحالی میں جتنا حلیم رہے اتنا ہی اچھا ہے۔ اور مصیبت کے وقت انسان کو پہاڑ کی طرح اٹل رہنا چاہئیے۔ جو مصیبت میں گھبراتا ہے اسی کو مصیبت گھبراتی ہے۔ مصیبت کے سامنے ڈٹ کر کھڑے ہو جانے سے مصیبت آسانی سے کٹ جاتی ہے۔ اُپائے کرنے اور چنتا تیاگنے کے سوائے مصیبت کی اور کوئی دوا

ہی نہیں ہے۔

شلوک ۶۷

گرم لوہے پر جل کی بوند پڑنے سے اس کا نام و نشان بھی نہیں رہتا۔ وہی جل کی بوند کنول کے پتے پر پڑنے سے موتی سی ہو جاتی ہے۔ اور وہی جل کی بوند سواتی نکھشتر میں سمندر کی سیپی میں پڑنے سے موتی ہو جاتی ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ سنسار میں ادھم (ادنیٰ) مدھیم (درمیانہ) اور اوتم (اعلیٰ) گُن اکثر کرکے سمبندھ (تعلق) سے ہی ہوتے ہیں (۶۷)

بلا شبہ ادنیٰ۔ درمیانہ اور اعلیٰ گُن انسان میں سنگت یا صحبت سے ہی پیدا ہوتے ہیں۔ بری صحبت سے انسان بُرا بن جاتا ہے اور بھلی صحبت سے بلا شبہ بھلا ہو جاتا ہے۔

شلوک ۶۸

جو اپنے سداچار سے پتا کو خوش رکھے۔ وہی بیٹا ہے۔ جو اپنے پتی کا ہر حالت میں بھلا کرے۔ وہی استری ہے۔ اور جو دکھ اور سکھ دونو حالتوں میں یکساں رہے۔ وہی متر ہے۔ جگت میں یہ تینوں خوش قسمت لوگوں (بھاگوانوں) کو ہی ملتے ہیں (۶۸)

پہلا رتن۔ سداچاری بیٹا

یوں تو بیٹے عموماً سبھی کے ہوتے ہیں۔ مگر جو بیٹا سداچاری ہے۔ نیک چلن ہے۔ ماں باپ کا آگیاکاری ہے۔ بُرے کرموں سے بچنے والا ہے۔ وہی سچا بیٹا ہے اسی کے ماں باپ با اولاد ہیں۔ بد چلن اور گستاخ بیٹے کے ماں باپ کو بے اولاد ہی اچھے تھے۔ کیونکہ اولاد سے ان کو کوئی سُکھ نہیں ہوتا۔ ایسے بد چلن اور اپنے

کُل کو داغ لگانے والا بیٹا بیٹا نہیں بلکہ دُشمن ہے۔

دوسرا رتن۔ آگیاکارنی استری

استریاں بھی عموماً سبھی کی ہوتی ہیں۔ مگر سچی استری تو وہی ہے۔ جو پتی برتا اور پتی پرائنا ہو۔ اور جو سایہ کی طرح پتی کے ساتھ رہنے والی ہو۔ اور پتی کے دُکھ میں دُکھی اور سُکھ میں سُکھی رہنے والی ہو۔ اور ہر لمحہ پتی کا شبھ چنتن کرنے والی ہو۔ جو استری وبھچارنی۔ کلٹا یا دُشٹ ہو۔ جو ہر دم جھگڑا کرنے والی اور غضبناک ہو جو پتی کو دُکھ دیتی اور اس کی آگیا انوسار نہیں چلتی۔ وہ استری استری نہیں وہ تو پتی کے لئے ساکھشات موت ہے۔

تیسرا رتن۔ سچا دوست

دوست بھی بہت لوگوں کے ہوتے ہیں۔ جس کے پاس دو پیسے ہوتے ہیں اس کے بہت سے خوشامدی دوست بن بیٹھتے ہیں۔ جب تک پیسہ دیکھتے ہیں۔ موج اڑانے کے سامان دیکھتے ہیں۔ خوب گلچھرے اڑتے ہیں۔ تب تک وہ متر بنے رہتے ہیں۔ لیکن جوں ہی ہاتھ خالی دیکھتے ہیں۔ آج کل کے دوست نو دو گیارہ ہوتے ہیں جو ایسوں کو متر سمجھتے ہیں وہ بڑی غلطی کرتے ہیں اور دھوکہ کھاتے ہیں۔ ان لوگوں کو دوست کہنا دوست لفظ کی ہتک کرنا ہے۔ ان کو تو خود غرض اور مطلبی کہنا چاہیئے دوست تو وہی ہوتا ہے۔ جو سُکھ اور دکھ دونو حالتوں میں ایک سا رہتا ہے۔ اور مصیبت میں سنیہہ کی ماترا اور بڑھا دیتا ہے۔ مگر ایسے متر خال خال ہوتے ہیں اور خوش قسمتی سے ملتے ہیں۔ آج کل تو دوستی کا نام محض رہ گیا ہے۔ اب سچی مترتا کہاں ہے کسی اردو کے شاعر نے ٹھیک ہی کہا ہے۔ ؎

مٹ گئے جوہر وفا کے اُٹھ گئے سب اہل دل
اب وفا ہے نام کو اور باوفا کہنے کو ہیں

ایک کے ہو جاؤ

شلوک ۶۹

ایک دیوتا کی آرادھنا کرنی چاہیئے۔ کیشو بھگوان کی یا شو جی کی۔
ایک سے ہی متر تا کرنی چاہیئے۔ راجہ سے یا تپسوی سے۔ ایک ہی
جگہ بسنا چاہیئے۔ شہر (بستی) میں یا بن میں۔ اور ایک سے ہی
ولاس کرنا چاہیئے۔ سندری ناری سے یا کندرا (گفا) سے۔ ۶۹

مطلب یہ کہ انسان یا تو سنسار میں رہ کر بھوگ بھوگے اور یا سنسار کو چھوڑ کر بن میں جا بسے۔ اگر انسان سنسار میں رہے۔ تو اُسے کرشن بھگوان کی بھگتی کرنی چاہیئے۔ کسی راجہ سے دوستی کرنی چاہیئے۔ شہر (بستی) میں بسنا چاہیئے اور کسی سُندری ناری سے شادی کر کے اس سے ولاس کرنا چاہیئے۔

اگر انسان اس ناپائیدار سنسار سے متنفر ہو کر بن میں رہے۔ تو اُسے شو جی کی بھگتی اور آرادھنا کرنی چاہیئے۔ کسی تپسوی (یوگی) سے متر تا کرنی چاہیئے ایکانت بن میں رہنا چاہیئے۔ اور گفا سے ولاس کرنا چاہیئے۔ ارتھات گفا میں رہ کر ہی آنند منانا چاہیئے۔

گرہستی اور سنیاسی دونو کے لئے یوگی راج نے کیا ہی اچھا اپدیش دیا ہے سنسار میں رہنے والوں کے لئے شری کرشن کی بھگتی۔ راجہ کی متر تا۔ شہر کا نواس اور سندر استری سے ولاس۔ یہ چاروں باتیں بڑی اچھی ہیں۔ اس طرح کرنے سے انسان دونو لوکوں میں سکھ پاتا ہے۔ بھگوان کرشن کی سچی بھگتی کرنے سے انسان کے سارے منورتھ پورے ہوتے ہیں۔ کوئی دُکھ یا مصیبت پاس نہیں آنے پاتی اور

اگر آتی بھی ہے۔ تو بھگوان کی کرپا سے ہوا سے بادلوں کی طرح اڑ جاتی ہے۔ لاکھ
لاکھ دشٹ دشمن مل کر بھی کرشن کے پیارے کا بال ہی بانکا نہیں
کر سکتے۔ کرشن کی کرپا ہونے سے لکشمی کی کرپا ہوتی ہے۔ پتی جیسے چاہتا ہے
استری بھی اسے پیار کرتی ہے۔ بھگوان کرشن کی بھگتی کا پھل اِس لوک میں بھی
ہاتھوں ہاتھ ملتا ہے۔ اس میں ذرا بھی شک نہیں۔ ان سطور کے لکھنے والے نے
اس بات کا خود تجربہ کیا ہے۔

بہت سے لوگ کہا کرتے ہیں کہ گرہستی کے جنجال میں بھگوان کی بھگتی ہو ہی
نہیں سکتی۔ جو ایسا کہتے ہیں وہ بڑی بھول کرتے ہیں۔

انسان گرہست میں رہ کر بھی بھگوان کی بھگتی کر سکتا ہے

گرہستی کو چاہیئے۔ کہ بنج بیوپار نوکری چاکری وغیرہ سنساری کام کرتا رہے۔ مگر من کو
پیارے کرشن
میں لگائے رکھے۔ اس طرح جسم سے جگت کے کام دھندے کرنے اور من کو پرماتما
میں لگائے رکھنے سے انسان کو دہرم ارتھ کام اور موکش چاروں پدارتھوں کی
پراپتی ہوتی ہے۔ مایا میں پھنسا ہوا چنچل من مکند کے چرن کملوں میں کیسے لگ سکتا
ہے؟ سوامی رام کرشن پرمہنس کہتے ہیں:۔

وبھچارنی استری گھر کے سبھی کام کاج کرتی رہتی ہے۔ مگر اس کا من ہر وقت
اپنے یار میں ہی لگا رہتا ہے۔ گائے جگہ جگہ گھاس چرتی پھرتی ہے۔ مگر من کو
اپنے بچے میں رکھتی ہے۔ استریاں دھان یا باجرہ وغیرہ اوکھلی میں ڈال کر کوٹا
کرتی ہیں۔ اس وقت ایک ہاتھ سے موسل چلاتی ہیں۔ اور دوسرے سے دھان کو
ٹھیک کرتی جاتی ہیں۔ اگر اس وقت گھر کا کوئی آدمی یا پڑوسن آجاتی ہے۔ تو

وہ دھان بھی کوٹتی جاتی ہیں۔ اور باتیں بھی کرتی رہتی ہیں۔ اگر اس وقت بالک روننے لگتا ہے۔ تو اُسے دودھ بھی پلاتی جاتی ہیں۔ مگر ان کا دھیان تو موسل میں ہی رہتا ہے۔ اگر باتوں میں ان کا دھیان ذرا بھی موسل سے ہٹ جاوے۔ تو ان کے ہاتھ کے پلستر اُڑ جائیں۔ فوراً موسل اُن کے ہاتھ پر ہی پڑے۔

عورتیں تین تین گھڑے پانی کے بھر کر سر پر رکھ کر اپنی سہیلیوں کے ساتھ ہنسی ٹھٹھا کرتی اور بات چیت کرتی راہ میں چلتی ہیں۔ اگر راستے میں کسی گاؤں استری کا یار مل جاتا ہے۔ تو وہ سر پر گھڑے کو رکھے ہوئے ہنس ہنس کر اور مٹک مٹک کر خوب باتیں کرتی ہے۔ مگر اس کے گھڑے کا پانی اچھل کر اس کے کپڑے نہیں بھگوتا۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ وہ ہنستی مٹکتی اور باتیں ضرور کرتی ہے۔ مگر اس کا من اپنے سر پر رکھے ہوئے گھڑے سے ذرا بھی نہیں ہٹتا۔ بس اسی طرح سنساری کام کرتا ہوا انسان بھی

بھگوان کی سچی بھگتی

کر سکتا ہے۔ سنسار کے کام اس کی بھگتی میں روکاوٹ نہیں ڈال سکتے۔

اگر انسان کے استری نہ ہو۔ اس پر لکشمی کی بھی کرپا نہ ہو۔ اور وہ اسار سنسار سے متنفر ہو۔ تب اسے بھول کر بھی گرہست آشرم کے جھمیلوں میں نہ پڑنا چاہیئے۔ بلکہ سب آشا ترشنا تیاگ کر بن میں رہنا چاہیئے۔ بن میں اکیلے رہنے سے انسان کا من سب طرف سے ہٹ کر پربھو کے ہی چرن کملوں میں جھکنے گا۔ کیونکہ ایکانت واسی کو من کے بگاڑنے والی باتوں شکار۔ چوپڑ۔ گنجفہ وغیرہ کھیل۔ دن میں سونا دوسروں کی نندا۔ استری کا سنگ۔ شراب نوشی اور ناچ راگ رنگ وغیرہ کا تعلق نہیں ہوتا۔ اس لئے من بگڑنے نہیں پاتا۔ بگڑے ہوئے یا خراب من میں پرماتما بیٹھ نہیں سکتے۔ اس لئے اس پیارے کے تو اس کے لئے من کی شدھی

کی ضرورت ہے۔ اور من ایکانت واس سے شدھ ہوتا ہے۔ اس لئے تیاگیوں کو بن میں رہنا چاہیئے۔ اور وہاں تپسویوں سے متر تا کرنی چاہیئے۔ سنساری لوگوں کا سنگ چھوڑ کر شنکر بھگوان کا بھجن کرنا چاہیئے۔ اس طرح کرنے سے تیاگی انسان کو سچا سکھ اور شانتی اسی جنم میں مل جاتی ہے۔

مطلب یہ کہ انسان کو ایک ہی راستہ اختیار کرنا چاہیئے۔ گرہست یا سنیاس ورنہ وہی مثال صادق آئے گی کہ :-

نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم ۔ نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

سنساری بننا ہو۔ تو سنساری ہی بننا چاہیئے۔ تیاگی کا ڈھونگ کرنا ٹھیک نہیں۔ ایسے ہی سنیاسی ہو کر گرہستیوں کے گھر آنا۔ اچھی اچھی مقوی غذائیں کھانا۔ دھن جمع کرنا۔ استریوں کو اپنے پاس بٹھانا۔ اُن سے پاؤں دبوانا ٹھیک نہیں۔ اس طرح کرنے سے انسان نہ اِدھر کا رہتا ہے نہ اُدھر کا۔ دھوبی کا کتا نہ گھر کا نہ گھاٹ کا۔

سنت پُرشوں کے گُن

شلوک ۷۰

نمرتا (حلم) سے اُونچے ہوتے ہیں۔ پرائے گنوں کا کیرتن کر کے اپنے گنوں کو مشہور کر لیتے ہیں۔ دوسرے کی بھلائی میں دل سے لگ کر اپنا مطلب بھی بنا لیتے ہیں۔ اور نندا کرنے والے دُشٹوں کو اپنی کھشما شیلتا سے ہی شرمندہ کرتے ہیں۔ ایسے حیرت انگیز چلن سے سبھی کے پوجنیہ سنت پُرش سنسار میں کس کے پوجنیہ نہیں ہیں؟ (۷۰)

سنت پُرش سب سے نرمی کا سلوک کرتے ہیں۔ کسی سے بھی اینٹھ کر بات نہیں کرتے وہ کسی کو اپنے سے کم نہیں سمجھتے۔ سب کو اپنے سے اونچا اور سب سے اپنے کو نیچا سمجھتے ہیں۔ ان کے اس شریفانہ برتاؤ سے سب کا آتما خوش ہوتا ہے۔ ہر ایک انسان اُن کی قدر کرنے لگتا ہے۔ اور انہیں اپنے سے اونچا سمجھتا ہے۔ ادنےٰ درجے کے لوگ غرور بھری باتیں کہکر اپنی شان اور رعب دکھا کر اونچا ہونا چاہتے ہیں۔ مگر وہ لوگوں کی نگاہ سے اُلٹے گر جاتے ہیں۔ مُورکھ یہ نہیں جانتے۔ کہ فروتنی اور عجز سے ہی انسان اونچا ہو سکتا ہے۔ بائبل میں ایک جگہ پر لکھا ہے۔ کہ

He that humbles himself shell be exalted.

اربقات: جو اپنے تئیں نیچا بنا دے گا۔ وہ ضرور اونچا ہوگا۔ شیخ سعدی نے بھی کہا ہے

بنی آدم سرشت از خاک دارند | اگر خاکی نہ باشد آدمی نیست
نہ شاید بنی آدمے پاک زاد | کہ در سر کُند کبر و تُندی و باد

Dust thou art and unto dust thou shalt return.

سچ ہے۔ انسان مٹی سے بنا ہے۔ اور مٹی میں ہی مل جاویگا۔ اس لئے اس میں مٹی (خاک) کی طرح ہی خاکساری ہونی چاہیئے۔ جس میں خاکساری نہیں وہ انسان نہیں

دُوسری بات

ست پُرشوں کے سوبھاؤ میں یہ ہوتی ہے۔ کہ وہ کسی کی بھی نندا نہیں کرتے۔ جہاں تک بن پڑتا ہے۔ دوسرے کی تعریف ہی کرتے ہیں۔ جن کے ہردے ناپاک ہوتے ہیں انہیں کے دل سے ہی گندی باتیں نکلا کرتی ہیں۔ جو سب کو ہی پرماتما کا روپ سمجھے ہیں۔ جو سبھی جانداروں میں پرماتما کا رُوپ دیکھتے ہیں۔ وہ بھول کر بھی کسی کی نندا نہیں کر سکتے۔ وہ سب کو بڑا سمجھتے ہیں اور اپنے کو سب سے چھوٹا۔ اس لئے وہ کسی کے ساتھ بھی دشمنی یا وَیر بھاؤ نہیں کرتے۔ کہا ہے :-

کیسا مومن کیسا کافر؛ کون ہے صُوفی کیسا رند ؟
سارے بشر ہیں بندے حق کے۔ سارے شر کے جھگڑے ہیں

اور بھی کہا ہے۔ کہ :-

اُسے ذوقؔ کِسی کو چشم حقارت سے دیکھئے
سب ہم سے ہیں زیادہ کوئی ہم سے کم نہیں

جو سب کو بندۂ خدا سمجھتے ہیں اور سبھی کو اپنے سے زیادہ سمجھتے ہیں وہ کسی کو نظر حقارت سے نہیں دیکھ سکتے۔ نپولین کہتا ہے۔ کہ A true man hates no one. جو ایسا کرتے ہیں۔ ان کا کوئی دشمن نہیں ہو سکتا۔ سبھی اُن کے مِتر ہو جاتے ہیں اور انہیں کے ذریعے پھر ان کے گنوں کی شہرت ہوتی ہے۔

تیسرا گُن

سجنوں میں یہ ہوتا ہے۔ کہ وہ سدا پر اوپکار کرتے ہیں۔ جو سدا دوسروں کی بھلائی میں لگا رہے گا۔ اس کا کوئی کام اٹکا نہیں رہ سکتا۔

چوتھا گُن

ست پُرشوں میں یہ ہوتا ہے۔ کہ وہ اپنی نندا کرنے والوں کی باتوں کا بُرا نہیں مانتے۔ وہ سدا پر اوپکار میں لگے رہتے ہیں۔ وہ آم کے درخت کی طرح ہوتے ہیں۔ کہ لوگ اسے پتھر مارتے ہیں۔ اور وہ پھل دیتا ہے۔ جو لوگ ان کی مذمت کرتے ہیں وہ انہیں کی تعریف کرتے ہیں۔ ان کا خیال ہے۔

زباں کھولیں گے مجھ پر بد زباں کیا بد شعار ایسے ؟
کہ میں نے خاک بھر دی اُن کے مُنہ میں خاکسار ایسے

اور بھی :-

تو بھلا ہے تو بُرا ہو نہیں سکتا اسے ذوقؔ !
ہے بُرا وہ ہی کہ جو تجھ کو بُرا جانتا ہے۔

پراُوپکاریوں کی تعریف

شلوک ۱۷

جیسے درخت پھل لگنے سے نیچے کی طرف جھک جاتے ہیں۔ بارش کے پانی سے بھرے ہوئے نئے بادل زمین کی طرف جھومنے لگتے ہیں۔ ویسے ہی ست پرش بھی سمپتی (دھن دولت وغیرہ) پاکر اتراتے نہیں بلکہ نمر ہو جاتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہے۔ کہ پراُوپکاری آدمیوں کا سوبھاو ہی ایسا ہوتا ہے۔ (۱۷)

مطلب یہ کہ ست پرش سمپتی پاکر جھک جاتے ہیں۔ مگر دُشٹ لوگ دھن دولت پا کر اترا اٹھتے ہیں۔ جیسا کہ کہا ہے۔

A vulgar mind is proud in prosperity and humble in adversity: a noble mind is humble in prosperity and proud in adversity (Ruckert).

جو لکشمی سجنوں کو نمر (حلیم) بنا دیتی ہے۔ وہ بُروں کی بُرائی کو بڑھا دیتی ہے۔ دُشٹ لوگ دھن دولت پاکر اور متوالے ہو جاتے ہیں۔ اس بارے میں ایک شاعر نے کہا ہے

نشہ دولت کا بد اطوار کو جس آن چڑھا
سر پہ شیطان کے اِک اور شیطان چڑھا

مورکھ یہ نہیں جانتے۔ کہ سمپتی کے ساتھ آپتی اور سنیوگ کے ساتھ ویوگ جُڑا ہُوا ہے۔ اور سب پیدا ہونے والی چیزیں ناشوان ہیں

شری شنکر آچاریہ کرت پرشنوتر مالا میں بھی لکھا ہے کہ

سوال۔ سنسار میں بجلی کی طرح چنچل کیا ہے؟

جواب ۔ دھن۔ جوانی اور عمر

سوال۔ سب سے اوتم دان کیا ہے؟ جواب۔ جو سپاتر (مستحق) کو دیا جاوے

استاد ذوق بھی کہتے ہیں۔ کہ

دکھانہ جوش وخروش اتنا زور پر چڑھ کر
گئے جہان میں دریا بہت اُتر چڑھ کر

سچے گیانی ہمیشہ حلیم ہوتے ہیں۔ دیکھو۔ کنول نرمل (شفاف) جل میں پیدا ہوتا ہے۔ اس کی مدھرتا استریوں کے مکھ کی شوبھا سے بھی بڑھی چڑھی ہوتی ہے۔ اس کی سگندھ سے دیوتا بھی راضی ہوتے ہیں۔ خود نارائن کے ہاتھ میں اس کا واس ہے۔ اور کام دیو کا تو وہ سروسو ہی ہے۔ اتنے گن ہونے پر بھی کنول ناچیز بھونرے سے محبت رکھتا ہے۔ اس سے صاف ہے۔ کہ بڑے لوگ دھن دولت ہونے پر اپنے سے چھوٹوں سے اتراتے نہیں۔ کیونکہ سب طرح سے سکھی ہونے پر بھی انہیں موت اور مصیبت کا ڈر لگا ہی رہتا ہے۔ استاد ذوق نے بھی کہا ہے۔

ہے باغ جہاں میں تجھے گر ہمت عالی　　کر گردن تسلیم کو خم اور زیادہ
لیتے ہیں ثمر۔ شاخ ثمردار کو جھکا کر　　جھکتے ہیں سخی وقت کرم اور زیادہ

شلوک ۶۲

دیالو پُرشوں کے کانوں کی شوبھا شاستر سننے سے ہے۔ کنڈل پہننے سے نہیں۔ اُن کے ہاتھوں کی شوبھا دان کرنے سے ہے۔ کنگن پہننے سے نہیں اُن کے جسم کی شوبھا پراوپکار کرنے سے ہے۔ چندن لگانے سے نہیں ۶۲

اسی سے ملتا جلتا کلام استاد ذوق نے کہا ہے۔ اس کا بھی مزا لیجئے۔

دل وہ کیا؟ جسکو نہیں تیری تمنائے وصال
چشم وہ کیا؟ جسکو تیری دید کی حسرت نہیں

کان وہی ہیں۔ جو شاستر سنتے ہیں۔ ہاتھ وہی ہیں جو دان کرتے ہیں۔ جسم وہی ہے جو پرائے کام آتا ہے۔ دل وہی ہے۔ جو پرماتما کے پانے کی خواہش رکھتا ہے۔ اور آنکھ وہی ہے جو اس پربھو کے درشنوں کی خواہش رکھتی ہے۔ اگر ہمارے جسم اور اس کے اعضاء سے یہ کام نہیں ہوتے تو ان کا ہونا نہ ہونا برابر ہے۔ انسان اور حیوان میں فرق ہی کیا ہے۔ یہی کہ انسان اپنے جسم سے پراپکار اور پرماتما کی بھگتی وغیرہ اچھے اچھے کام کرسکتا ہے۔ اور حیوان یہ سب نہیں کرسکتے۔ اگر جسم دوسرے کے کام نہ آیا تو اس سے کوئی لابھ نہیں۔ جیساکہ کہا ہے۔

"پنڈتوں کو چاہیئے۔ کہ اپنا دھن اور پران دوسروں کے لیے تیاگ دیں۔ کیونکہ جسم کا ناش ضرور ہوگا" خلاصہ یہ کہ شاستر سنو۔ دان کرو۔ اور پراوپکار کرو۔ ان کاموں سے سچ مچ ہی جسم کی شوبھا بڑھتی ہے۔ نہ کہ زیوروں سے

شلوک ۷۳

سنتوں نے کہا ہے۔ سچا متر وہی ہے۔ جو متر کو برے کاموں سے روکتا ہے اچھے کاموں میں لگاتا ہے۔ اس کی گپت بات کو چھپاتا ہے۔ اس کے گنوں کو پرگٹ کرتا ہے۔ مصیبت کے کال میں اس کا ساتھ نہیں چھوڑتا اور وقت پڑنے پر حتے الامکان دھن بھی دیتا ہے۔ ۷۳

سچے متر کے کام

(۱) اپنے متر کو پاپ کرموں سے بچانا (۲) متر کو اچھے کاموں میں لگانا۔ (۳) متر کی پوشیدہ بات کو چھپانا (۴) متر کے گنوں کو مشہور کرنا (۵) دکھ میں دوست کا ساتھ نہ چھوڑنا (۶) اور وقت پڑنے پر مالی امداد کرنا۔

گوسوامی تلسی داس جی نے بھی کہا ہے۔ ؎

جے نہ متر دُکھ ہو ہیں دُکھاری
تن ہیں وِلوکت پاتک بھاری
نج دُکھ گری سم رج کر جانا
متر کو دُکھ رَج میرو سمانا
جن کے اَس متی سہج نہ آئی
تے شٹھ ہٹھ کت کرت متائی
کوپتھ نوار سوپنتھ چلاوا
گُن پرگٹے اوگُن ہی دُراوا
دیت لیت من شنک نہ دھریں
بل انومان سدا ہت کر ہیں
بپت کال کر شت گُن نیہا
شرتی کہ سنت متر گُن ایہا
آگے کہ مرِدو بچن بنائی
پاچھے اَن ہت من کُٹلائی

جا کر چِت اہی گت سم بھائی
اُس کُو متر پری ہرے بھلائی

آج کل کپٹی یار بہت ہیں۔ نِش کپٹ یا صاف طبیعت کے آدمی کوئی وِرے ہی ہوتے ہیں۔ استاد ذوق نے کہا ہے۔

دیکھے آئینے بہت بِن خاک ہیں ناصاف سب
ہیں کہاں اہلِ صفا اہلِ صفا کتنے کو ہیں ؎

متر کو بُرے کاموں سے روکنا

متر یا دوست کا پہلا کام ہے متر کو پاپوں یا بُرے کاموں سے روکنا۔ آج کل بُرے کاموں سے روکنے والے تو نظر نہیں آتے۔ مگر بُرے کاموں میں پھنسانے والے یا بُرے راستے پر لے جانے والے بہت ہیں۔ جس کے پاس لوگ دھن دیکھتے ہیں۔ اس کے چاروں طرف چھتے پر مکھیوں کی طرح آ لگتے ہیں۔ اس کی خوشامد کر کے اس کی ہاں میں ہاں ملا کر اپنا الّو سیدھا کرتے ہیں۔ اندر سے ہتکاری اور ظاہر میں کڑوی بات کہنے اور سننے والے شاذ و نادر ہی ملتے ہیں۔ ایسی بات تو وہی کہ سن

سکتا ہے جس کے دل میں پاپ نہ ہو۔ جو شدھ ہردے اور نشکپٹ ہو اور جسے اپنا الو سیدھا نہ کرنا ہو۔ مہابھارت میں لکھا ہے۔ وہ

ہے راجن! سدا میٹھی میٹھی باتیں بنانے والے لوگ بہت ہیں مگر ہتکاری اور کڑوی بات کہنے اور سننے والے دُرلبھ ہیں۔

خوشامدی دوست

جن کو لوگ آج کل لوگ دوست سمجھتے ہیں۔ وہ دوست نہیں۔ خوشامدی ٹٹو ہیں خوشامدیوں کی لچھے دار باتوں میں کون نہیں پھنس جاتا؟ خوشامدیوں نے لاکھوں کے گھر خاک میں ملا دیئے۔ بھولے بھالے ناتجربہ کار لوگ ان کی چکنی چپڑی باتوں میں پھنس جاتے اور اپنا ستیاناس کر لیتے ہیں۔

دُھورت یا دغاباز آدمی کی باتیں شروع میں تو بڑی پیاری لگتی ہیں مگر انجام ان کا بہت بُرا ہوتا ہے۔ سجن یا بھلے آدمی کی باتیں شروع میں تو کڑوی معلوم ہوتی ہیں۔ مگر نتیجہ ان کا بہت اچھا ہوتا ہے۔ اس لئے خوشامدی لوگوں سے سدا بچنا چاہیئے یہ کالے ناگ ہیں

اپنے من کی بات کسی سے بھی نہ کہو

ہم اپنے پیارے ناظرین کو بار بار خبردار کرتے ہیں۔ کہ وہ اپنے من کی گپت بات کبھی کسی سے نہ کہیں۔ اپنی بات دوسرے کو بتا دینا اور اس کا غلام ہونا ایک ہی بات ہے۔ گلستاں میں ٹھیک ہی کہا ہے کہ "وہ راز جسے تم چھپائے رکھنا چاہتے ہیں۔ کسی سے بھی نہ کہو۔ خواہ وہ تمہارا پرم وشواسی ہی کیوں نہ ہو۔ اپنی پوشیدہ بات کو جتنی اچھی طرح آپ خود چھپا سکتے ہیں۔ دوسرا نہ چھپا سکے گا۔ اے بھلے آدمی! پانی کو نکاس پر ہی روک۔ جب وہ دریا کی شکل میں بہنے لگے گا۔ تب تو اُسے روک نہ سکے گا۔" یہ کتنی

اچھی اور سچی نصیحت ہے۔

وشواس گھاتک متر

دوست کے پوشیدہ رازوں کو ظاہر کرنا اس کے ساتھ وشواس گھات کرنا ہے۔
متر دروہی اور وشواس گھاتی کی سزا شاستروں میں بڑی بھاری لکھی ہے۔
ناشکرے اور پرایا احسان نہ ماننے والے اور وشواس گھات کرنے والے۔
جب تک سورج اور چاند ہیں۔ نرک میں پڑے رہیں گے۔
فرانسیسی زبان میں ایک کہاوت ہے۔ کہ دغا سے دشمن کے حوالے کرنے والا یا بھید کھول دینے والا ہتیارا ہوتا ہے۔ افسوس کی بات ہے۔ کہ ان باتوں پر بشٹ لوگ دھیان نہیں دیتے۔ اور اپنی ذراسی مطلب برادی کے لئے بڑے سے بڑا پاپ کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ وہ نہیں جانتے کہ وشواس گھات کے برابر اور کوئی پاپ نہیں ہے۔

دوست کے عیب چھپانا

اب رہی دوست کی خوبیوں کے مشتہر کرنے اور عیبوں کو چھپانے کی بات یہ بھی آج کل کے دوستوں میں نہیں پائی جاتی۔ آج کل تو سامنے میٹھی میٹھی باتیں کرنے والے اور پیٹھ پیچھے گھور نندا کرنے والوں کی ہی کثرت ہے۔ ایسے دوستوں سے بھی سدا بچنا چاہیئے۔ جیسا کہ مہاتما چانکیہ نے کہا ہے۔
"آنکھ کی اوجھل ہونے پر کام بگاڑنے والے اور سامنے میٹھی میٹھی باتیں کرنے والے متر کو منہ پر دودھ اور اندر زہر بھرے گھڑے کی طرح تیاگ دینا چاہیئے۔

دوست کی وقت پر مدد کرنا

اب رہی دوست کو وقت پر مدد کرنے کی بات۔ مدد کرنا تو دور کی بات رہی۔ آج کل کے اکثر دوست بنا دھن دیئے خالی ہاتھوں بھی دوست کا ساتھ نہیں دیتے۔

آپ ہی جب تک کچھ دیتے رہیں گے یا دینے کا وعدہ کرتے رہیں گے۔ یار لوگ آپ کا ساتھ دیتے رہیں گے۔ جہاں آپ نے اپنے وعدے کے مطابق کچھ نہ دیا۔ یا آپ کے گھر میں چوہے ڈنڈ پیلنے لگے۔ کہ یاری ٹوٹ گئی۔ وہی دوست جو آپ کی دہلیز کی دھول چاٹ جاتے ہیں۔ آپ کے ہاں دن رات پڑے رہتے ہیں۔ آپ کے لئے جان تک قربان کرنے کی ڈینگ مارتے ہیں۔ آپ کے غریب ہوتے ہی آپ کو فوراً سب سے پہلے ترک کر دیتے ہیں۔ سچ پوچھو۔ تو ان کی دوستی دھن سے ہے۔ آپ سے نہیں۔ آج کل بنا دیئے پریتی نہیں رہتی۔ گائے کے تھنوں میں دودھ سوکھ جانے سے بچھڑا جس طرح گائے کو تیاگ دیتا ہے۔ اسی طرح آپ کے دوست بھی آپ کے خدا نخواستہ غریب ہونے پر آپ کو تیاگ دیں گے۔

دُشٹوں کی دوستی

دُشٹوں کی دوستی مٹی کے گھڑے کی طرح ہوتی ہے۔ مٹی کا گھڑا سہج میں ہی ٹوٹ جاتا ہے۔ اور پھر نہیں جُڑتا۔ دُشٹوں کی دوستی بھی بآسانی ٹوٹ جاتی ہے اور پھر نہیں جُڑتی۔ جیسا کہ کہا ہے۔

بادلوں کا سایہ۔ دُشٹوں کی پریت، پکا ہوا اناج۔ استری۔ جوانی اور دھن یہ تھوڑی سی دیر تک ہی بھوگنے کے لائق ہوتے ہیں۔

مصیبت میں تیاگنے والوں کی نندا

خوشحالی میں ساتھ دینے والوں اور مصیبت میں ساتھ چھوڑ کر بھاگ جانے والوں کی دو دوالوں نے کیسی نندا کی ہے۔ دیکھئے۔ بھامنی ولاس میں لکھا ہے۔

"ہے بھنورے! بسنت کے آتے ہی جب آم میں منجریاں ہی منجریاں کھل اُٹھتی ہیں۔ تب تو تو نے اس کے چاروں طرف منجو منجو کر کے گونجتے ہوئے خوب مزا لیا۔ اب اتفاق سے پھولوں کے جھڑ جانے پر اگر تو اس سے محبت نہ رکھے گا۔

تو تجھ سے بڑھ کر نیچ کون ہوگا؟"

سچا متر تو وہی ہے۔ جو پتا کسی سوارتھ کے پریت رکھے۔ بھلے اور بُرے دنوں میں یکساں رہے۔ اچھے دنوں میں خواہ کم پریتی دکھاوے۔ مگر بُرے دنوں میں تو خوب ہی محبت کرے۔ دُکھ میں دوست کو مدد دے۔ اور اس کا کشٹ دُور کرنے کے لئے تن من اور دھن [illegible] دے۔

بِنا دوست کے سنسار میں سُکھ نہیں

باوجود [illegible] کہ یہ بات بھی سچ ہے۔ کہ بنا دوست کے سنسار میں آنند نہیں ہے۔ جانسن صاحب کہتے ہیں:۔ کہ "Life has no pleasure nobler than that of a friendship".

ارتھات زندگی میں دوستی سے بڑھ کر سُکھ نہیں۔ ہمارے ہاں بھی کہا ہے۔ کہ "چندن۔ کپور۔ برف اور ٹھنڈی چیزوں سے کیا ہے؟ وہ سب دوست کے شریر کے سولہویں حصہ کے برابر بھی نہیں۔ امرت کے سمان "متر" یہ دو اکھشر کس نے بنائے ہیں؟ جو مصیبت میں رکھشا کرنے والے اور دُکھ شوک کے ہرنے والے ہیں۔"

سنسار دوستوں کے بارے میں ایسا ہی کہتا ہے۔ مگر ایسا متر تو کسی خوش قسمت کو ہی ملتے ہیں۔ ہمارا کام تو یہ ہے۔ کہ سب سے میل جول رکھیں اور اپنی طرف سے کسی کے ساتھ بگاڑ پیدا نہ کریں۔ مگر ان میل جول والوں کو ہی متر سمجھ لینا بھاری بھول ہے۔ جسے دوست بنانا ہو۔ اس کی پہلے خوب آزمائش کر لینی چاہیئے۔ پھر اگر وہ سچ مچ دوستی کے قابل ہو۔ تو دوست بنانا چاہیئے۔

ذیل میں ہم اپنے انوبھو سے دوستی کے بارے میں چند ہدایات درج کرتے ہیں۔ امید ہے۔ کہ ناظرین اُن سے لابھ اٹھاویں گے۔

دوستی پر چند ضروری ہدایات

(۱) دوستی کرو۔ تو ہمیشہ اس آدمی کے ساتھ کرو۔ جو دھن۔ بل۔ ودیا۔ بدھی اور کُل میں تمہارے جیسا ہو۔ دوستی ایک جیسے سوبھاؤ اور عادت والوں کی ہی ہوتی ہے۔ نابرابر دوستی میں سُکھ نہیں ہوتا۔

(۲) دوستی کرو۔ مگر کسی کا بھی بھروسہ مت رکھو۔ نہ کسی سے اپنا مخفی بھید کہو۔ اگر ایسا کرو گے تو زندگی بھر پچھتاؤ گے۔ اس کلجگ کے زمانہ میں جو آج گہرا دوست ہے وہ کل دُشمن ہو سکتا ہے۔

(۳) جو دوست تمہارے دُشمن سے میل ملاپ رکھے۔ اُسے تم اپنا دوست نہ سمجھو۔ کیونکہ دشمن کا دوست دشمن ہی ہوتا ہے۔

(۴) جس دوست سے ایک بار دوستی ٹوٹ جائے۔ اسے پھر بھُول کر بھی دوست نہ بناؤ۔ اسی میں بھلائی ہے۔

(۵) دُشمن خواہ کیسی ہی میٹھی باتیں کیوں نہ کرے۔ مگر اُسے بھُول کر بھی دوست نہ بناؤ۔

(۶) اگر تمہارا دوست چپ رہے۔ تو اسے تم اپنا دوست مت سمجھو۔ چپ رہنے والے دوست سے بڑبڑانے والا دشمن اچھا۔

(۷) نادان یا گستاخ یا مُورکھ کو اپنا دوست مت بناؤ۔ ایسے دوست سے سمجھدار دشمن اچھا۔ کہا بھی ہے کہ "نادان دوست سے دانا دشمن اچھا"

(۸) دوستی رکھنا چاہو۔ تو دوست کی فروگذاشتوں پر دھیان مت دو۔ دوستی کے مقابلے میں دھن کو ہیچ سمجھو۔

(۹) اٹلی والوں کی کہاوت ہے۔ کہ ایک گھنٹے کا انڈا۔ ایک سال کی شراب اور تین سال کا دوست سب سے اچھا ہوتا ہے۔ دوست اور شراب پرانے ہی اچھے سمجھے جاتے ہیں۔

(۱۰) دوستی نباہنی ہو۔ تو حتے الامکان ضرورت کے وقت دوست کی دھن سے مدد کرو۔ مگر اس دھن کو واپس لینے کی امید نہ رکھو۔

(۱۱) جو سب کا متر ہو۔ اسے اپنا متر مت سمجھو۔ جس کا ایک دل اور انیک دوست ہونگے۔ وہ تم سے کیا کسی سے بھی دلچسپی نہیں رکھ سکتا۔ اٹلی والوں کی ایک ایک کہاوت ہے۔ جو ہر کسی کا دوست ہے۔ وہ کسی کا بھی دوست نہیں ہے۔

(۱۲) دوست کو کبھی دھوکہ مت دو۔ اس کے پوشیدہ راز کو ظاہر نہ کرو۔ خواہ اس سے آپ کی دوستی ٹوٹ ہی کیوں نہ جائے۔

(۱۳) خوشامدی کو بھول کر بھی دوست مت سمجھو۔

(۱۴) جہاں تک تم سے ہو سکے۔ اپنے دوست سے مالی امداد مت چاہو۔ ہو سکے۔ تو دو بھلے ہی۔ دینے میں کچھ عیب نہیں

(۱۵) جو دوست تمہارے کچھ کہتے وقت نگاہ چرا جائے۔ تمہاری بات کو غور سے نہ سنے۔ اور جس وقت دوسرا کوئی تمہاری تعریف کرتا ہو۔ اس وقت منہ پھیرے اسے بھول کر بھی دوست نہ سمجھو۔

(۱۶) جو دوست تمہارے دشمن کے کاموں کی بھی تمہارے ہی سامنے تعریف کرے اور تمہارے اچھے کاموں کو بھی نفرت کی نگاہ سے دیکھے۔ اس کو بھی دوست مت سمجھو۔

(۱۷) جو دوست تمہارے دشمن کی حمایت کرے یا اس سے بھی میل رکھنا چاہے اسے اپنا دوست نہیں۔ دشمن ہی سمجھو۔ دوستوں کے جسم دو ہوتے ہیں مگر جان

ایک ہوتی ہے۔ ایک جان دو قالب والی دوستی ہی سچی دوستی ہے۔ اگر یہ بات نہیں۔ تو دوستی نہیں ڈھونگ ہے۔

(۱۸) دوست کے ساتھ بھی لین دین صاف رکھو۔ حساب کی گڑبڑ کا نتیجہ خراب ہوتا ہے۔ اور دوستی توڑ دیتا ہے۔

(۱۹) جو اچانک ہی تمہیں اپنا دلی دوست یا جانی دوست کہ بیٹھے۔ اس کی دوستی کا بھروسہ نہ کرو۔ وہ سدا نہ رہے گی۔

(۲۰) جو دوست وقت پر تمہارے ساتھ عملی ہمدردی کرے۔ اسے دوست سمجھو۔ مگر جو لفظی ہمدردی دکھاوے۔ اور باتیں بنادے۔ اُسے دوست مت سمجھو

(۲۱) جو آدمی تمہارے منہ پر کسی خاص وجہ سے تمہیں کھوٹی کھری بھی سنائے مگر تمہاری پیٹھ پیچھے اور لوگوں میں تمہاری تعریف کے پل باندھ دے۔ اسے اپنا دوست سمجھو۔ اور جو تمہارے سامنے تمہاری تعریف کرے اور پیچھے سے نندا کرے اسے اپنا دشمن سمجھو۔

(۲۲) کسی کو دوست بنانے سے پہلے۔ جسے دوست بناؤ۔ اس کے عیب و ثواب کی چھان بین کرو۔ اس کے چال چلن اور اس کی صحبت کیسے آدمیوں سے ہے اس بات کا وچار کرو۔ اور اس کے مزاج اور عادات سے واقفیت پیدا کرو۔ اس کے بعد سوچو۔ یہ تمہاری دوستی کے قابل ہے یا نہیں؟ اس سے ہمیں کیا فائدہ ہوگا اور ہم سے اس کو کیا لابھ ہوگا۔ اگر اتنی باتوں میں وہ پاس ہو جاوے تو اُسے دوست بنا سکتے ہو۔ دوست کی اصل پہچان تو مصیبت میں ہی ہوتی ہے۔ پھر بھی مندرجہ بالا باتوں کے دیکھے بنا کسی کو دوست مت بناؤ۔

(۲۳) وفادار نوکر سچا دوست ہوتا ہے مگر آپ بہت جلدی ایسا سمجھ کر اپنے نوکر کو اپنا بھید مت دے دو۔ ایسا کرنا آفت مول لینا ہے۔ ڈرائیڈن صاحب

کہتے ہیں - He who trusts a secret to his servant makes his own his master

ارتھات جو اپنے نوکر کو اپنا بھید دیتا ہے۔ وہ اپنے ہی نوکر کو اپنا مالک بناتا ہے۔

۴۲ - حقیقی طرز عمل تو یہی ہے کہ آپ نہ کسی کو اپنا دوست بناویں اور نہ دشمن۔ جو آپ کا کام کریں گے۔ وہ بدلے میں آپ سے بھی اپنا کام بنانے کی امید رکھینگے۔ اگر وقت پر آپ ان کا کام کسی وجہ سے نہ کر سکیں گے تو وہ آپ سے ناراض ہو جائینگے اس وقت آپ کے دل میں بڑا رنج ہوگا۔ اگر کسی سے دوستی ہی نہ ہو گی۔ تو ایسا موقعہ نہ آئے گا۔ اور آپ مانسک کشٹ سے بچے رہیں گے۔ جرمن ودوان شوپن ہارنے ٹھیک ہی کہا ہے۔ " ہمارا دوسرے لوگوں کے ساتھ جو تعلق ہوتا ہے۔ اُس سے ہی ہمارے سب دُکھوں اور چنتاؤں کی پیدائش ہوتی ہے۔ ارتھات دوسروں سے اپنا تعلق جوڑنے سے ہی ہمیں دُکھ بھوگنے پڑتے ہیں۔

اوم شم

دوسروں کی بھلائی

شلوک ۴۷

جس طرح سُورج بنا کہے آپ ہی کملوں کو شگفتہ کرتا ہے۔ چاند بنا کہے کمُدنی کو پرسن کرتا ہے۔ بادل بنا درخواست کئے ہی پانی برساتا ہے۔ اسی طرح سنت لوگ بنا کہے ہی پرائی بھلائی کے لئے خودبخود کوشش کرتے ہیں۔ ۴۷۔

مطلب یہ کہ پر اوپکار کرنا سنتوں کا سوبھاوک گُن ہے۔ اُن سے کہنے سُننے یا درخواست کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔

شلوک ۷۵

جو لوگ اپنے سوارتھ کا خیال نہ کر کے پرایا بھلا کرتے ہیں۔ وہ سچ مچ ہی ست پرش ہیں۔ جو اپنا سوارتھ بھی دیکھتے ہیں اور پرایا بھلا بھی۔ ارتھات اپنا اور پرایا دونو کا بھلا چاہتے ہیں۔ وہ سادھارن (درمیانہ درجہ) کے آدمی ہیں۔ اور جو اپنے سوارتھ کے لئے دُوسروں کا کام بگاڑتے ہیں۔ وہ انسان کی شکل میں شیطان (راکھشس) ہیں اور عبث ہی پر ایا نقصان کرتے ہیں۔ انہیں کیا کہیں سو ہماری سمجھ میں نہیں آتا۔ (۷۵)

مندرجہ بالا شلوک میں یوگی راج جی نے چار طرح کے انسان بتائے ہیں۔ جس کا جنم سوبھاؤ جیسا ہوتا ہے۔ ویسا ہی وہ رہے گا۔ جو ست پرش ہے۔ وہ اپنا نقصان کر کے بھی دوسروں کا بھلا ہی کرے گا۔ اور جو نیچ ہے۔ وہ دوسروں کا کام بگاڑنا ہی جانتا ہے۔ جیسا کہ کہا ہے:۔

"نیچ لوگ پرائے کام کو بگاڑنا جانتے ہیں۔ مگر بنانا نہیں جانتے۔ ہوا درخت کو اکھاڑ سکتی ہے۔ مگر جما نہیں سکتی۔ چوہا اناج کی پٹاری کو گرا سکتا ہے۔ مگر اٹھا کر نہیں رکھ سکتا۔ بلی اگر دودھ کو پی نہیں سکتی۔ تو لڑھکا ہی دیتی ہے۔ نیچوں کا سوبھاؤ ایسا ہی ہوتا ہے۔

اور ست پرشوں کے سوبھاؤ کے بارے میں بھی کسی کوی نے کہا ہے:۔

" ست پرش اپنا کام بگاڑ کر پرایا کام کرتے ہیں۔ ان پورنا کے پتی ۔۔ شو جی مہاراج خود تو بھکشا مانگتے ہیں۔ مگر وہ سارے سنسار کا ان دے کر پالن کرتے ہیں۔ ست پرش پرادپکار میں ہی اپنی شوبھا سمجھتے ہیں۔"

مطلب یہ کہ جو اپنا کام تو بنا نہیں سکتے۔ مگر دوسروں کا کام بگاڑتے ہیں وہ

نیچوں (دشٹوں) سے بھی سردار ہیں۔ اور جو اپنا کام بنانے کے لیئے پرایا کام بگاڑتے ہیں وہ نیچ ہیں۔ آپ ان دونوں کی راہ پر بھول کر بھی نہ چلیں۔ اگر ہو سکے۔ تو اپنے سوارتھ کا خیال بھلا کر پرایا بھلا کریں۔ آپ کا اس لوک اور پرلوک دونوں میں بھلا ہوگا آپ کا نام نامی ست پرشوں کی فہرست میں لکھا جاویگا۔ سورگ اور موکھش کا دروازہ آپ کے لیے کھلا رہے گا۔ اگر اتنی ہمت نہ ہو۔ تو آپ اپنا بھی کام بناویں اور پرایا بھی۔ یہ طریقہ بھی بُرا نہیں ہے۔

دُودھ اور پانی کی مترتا

شلوک ۷۶

دُودھ میں پانی کے ملتے ہی دُودھ نے اپنے سارے گُن جل کو دے دیئے۔ اسی سے دُودھ کو جلتے دیکھ کر پانی بھی اپنا جسم آگ میں جلانے لگا۔ پھر دُودھ نے اپنے متر کی اس آفت کو دیکھ کر خود آگ میں گرنا چاہا۔ پھر پانی کے چھینٹے پڑتے ہی دُودھ نے سمجھا کہ متر آیا اس لیئے وہ شانت ہو گیا۔ ست پُرشوں کی دوستی دودھ اور پانی کی سی ہی ہوتی ہے۔ ۷۶

مطلب صاف ہے۔ مترتا یا دوستی کرو۔ تو دُودھ اور پانی کی سی کرو۔

شلوک ۷۷

سمندر میں ایک طرف شیش کے بستر پر وشنو سو رہے ہیں۔ اور دُوسری طرف ان کے دُشمن دیتوں کا پریوار پڑا ہے۔ ایک طرف اندر کے بجر سے ڈرے ہوئے شرناگت میناک وغیرہ پربت پڑے ہیں۔

اور ایک طرف پرے کی آگ سمیت بڑ وائل پڑا ہے۔ اہو! سمندر کا شریر کیسا بلوان اور وِشال (بڑا) اور بھاری بوجھ سہنے والا ہے۔ اس کی برداشت اور اُوارتا کے بلہارے (۷۷)

مطلب یہ کہ ست پرش، اپنے شرناگت کی سدا رکھشا کرتے ہیں۔ وہ آپ کشٹ سہتے ہیں مگر شرناگتوں کو کشٹ نہیں ہونے دیتے۔

ست پُرشوں کے لکھشن (علامات)

شلوک ۷۸

ترشنا کو تیاگ۔ کھشما کو اختیار کر۔ مستی کو چھوڑ۔ گناہوں سے ناطہ توڑ۔ سچ بول۔ سادھو (بھلے) پُرشوں کے نقش قدم پر چل۔ پنڈتوں کی سیوا کر۔ معزز آدمیوں کی عزت کر۔ دشمنوں کو بھی خوش رکھ۔ اپنے گنوں (خوبیوں) کو شہرت دے۔ اپنی ناموری کو برقرار رکھ۔ اور دین دُکھیوں پر دیا کر۔ کیونکہ یہ سب ست پرشوں کے لکھشن ہیں۔ ۷۸

یہ شلوک بہت ہی اہم ہے۔ اس کی تشریح ذیل میں کی جاتی ہے۔

۱۔ ترشنا کا تیاگ

سنسار میں آشا اور ترشنا کی مانند دکھدائی اور انسان کو بندھن میں ڈال کر لوک اور پرلوک کو بگاڑنے والی اور کوئی بھی چیز نہیں ہے۔ جس کو دھن کی ترشنا نہیں۔ وہی سچا سکھی ہے۔ جسے دھن سے نفرت ہے۔ وہ دیوتاؤں کا بھی مہا دیو ہے۔ سوامی شنکر اچاریہ کرت پرشنو تر مالا میں کہا ہے

سوال۔ بندھن میں کون ہے؟ جواب۔ وشئے۔ وشیوں کا پریمی

سوال: ہمت کون ہے؟　　جواب۔ وشیوں کا تیاگی

سوال: گھور نرک کیا ہے؟　　جواب۔ اپنا ہی جسم

سوال: سورگ کیا ہے؟　　جواب۔ ترشنا کا ناش

انسان بوڑھا ہو جاتا ہے۔ مگر ترشنا بوڑھی نہیں ہوتی۔ بلکہ بڑھاپے میں یہ اور بھی تیز ہو جاتی ہے۔ اور مرنے تک انسان کو اپنے چکر میں پھنسائے رکھتی ہے۔ اور اس کا سرب ناش کر دیتی ہے۔ کہا ہے۔

"بوڑھے ہونے سے بال سفید ہو جاتے یا جھڑ جاتے ہیں۔ بوڑھے ہونے سے دانت ٹوٹ جاتے ہیں۔ بوڑھے ہونے سے آنکھ اور کان بھی جواب دے دیتے ہیں مگر ایک ترشنا ہے۔ جو کر جوان ہوتی جاتی ہے"

"سو والا ہزار کی۔ ہزار والا لاکھ کی۔ لاکھ والا راج کی اور راج والا سورگ کے پانے کی خواہش کرتا ہے۔ اس ترشنا کا کہیں انت نہیں ہے"

ترشنا غریبوں کو تو اپنے چنگل میں پھنسانے ہی رہتی ہے۔ مگر وہ دولت مندوں کو بھی نہیں چھوڑتی۔ امیروں کو غریبوں سے زیادہ ترشنا ہوتی ہے۔ وہ سدا ننانوے کے پھیر میں پڑے رہتے ہیں۔ ان کی ترشنا پوری نہیں ہوتی۔ کال آ کر ان کی چوٹی پکڑ لیتا ہے۔ ترشنا کے پھیر میں پڑ کر انسان اپنے پیدا کرنے والے کو بھی بھول جاتا ہے۔ آخرکار موت کے وقت بہت پچھتاتا اور تڑپتا ہے۔ اور چاہتا ہے کہ اگر کچھ اور مہلت مل جائے تو ترشنا کو تیاگ کر بھگوت بھجن کروں۔ مگر اس وقت وہ ایک لمحہ بھی اسے مل نہیں سکتا۔ اس لئے بچپن اور جوانی میں ہی انسان کو ترشنا کو تیاگ کر پرا اوپکار اور ایشور بھجن سے اپنا جیون سپھل کرنا چاہیئے۔

ترشنا کا دشمن سنتوش ہے

جنہیں سنتوش ہے۔ اس سے ترشنا ڈرتی اور کوسوں دور بھاگتی ہے۔ ترشنا میں

دکھ ہی دکھ ہے اور سنتوش میں سکھ ہی سکھ ہے۔ اسی سے کہا ہے۔ کہ

سب سکھ ہیں سنتوش میں : عمر یقے من سنتوش
نیک شہ وہ دیل ہوت ہے سر پر پون کے پرشش

ترشنا داس سیٹھ کی کتھا

ترشنا داس ایک سیٹھ تھے۔ وہ سدا ننانوے کے پھیر میں لگے رہتے تھے۔ کروڑوں روپے ہونے پر بھی آپ کی ترشنا شانت نہ ہوتی تھی۔ آپ سدا سوچتے تھے۔ اب ایک ارب روپے ہونے میں اتنے کروڑ گھٹتے ہیں۔ فلاں کام میں نفع ہونے سے میں ارب پتی ہو جاؤں گا۔

ایک دن اُن کو کسی ودوان نے سمجھایا۔ سیٹھ صاحب! بھگوان نے آپ کو بہت دیا ہے اب سنتوش کرو۔ بنا سنتوش کے سکھ نہ ہوگا۔ خواہشات کو بڑھانا ہی انسان کا بندھن اور دکھوں کا مول ہے۔ مہاتما سقراط نے کہا ہے۔ The fewer our wants the nearer we resemble the gods.

انسان جوں جوں اپنی خواہشات کو کم کرتا ہے۔ وہ دیوتاؤں کے نزدیک ہوتا جاتا ہے۔ انگریزی میں بھی ایک کہاوت ہے۔ Contentment is better than wealth. یعنی دھن سے سنتوش اچھا ہے۔

مگر ان پنڈت جی کا سیٹھ صاحب کو سمجھانا میٹ ہوا۔ سیٹھ صاحب نے ان کے اپدیش کو ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے نکال دیا۔ ایک دن سیٹھ صاحب اپنی گدی پر بیٹھے حقہ پی رہے تھے۔ اسی وقت خبر ملی۔ کہ آپ کے پوتا ہوا ہے۔ آپ نے اسی وقت نوبت نقارے بجنے کا حکم دیا۔ اور چاکروں میں انعام تقسیم ہونے لگا۔ اتنے ہی میں پھر کوئی خبر لے کر آیا۔ کہ بچہ اور زچہ دونو پرم دھام کو سدھار گئے۔ سنتے ہی سیٹھ جی ہاتھا پیٹنے لگے۔ اور اپنے شوک میں تنبو پیلے۔ کہ تن بدن کی سُدھ نہ رہی۔

اسی وقت کسی نے یکایک خبر دی۔ کہ آپ نے جو ولایت کی لاٹری ڈالی تھی۔ وہ لاٹری آپ کے نام ہی نکلی ہے۔ سنتے ہی سیٹھ جی خوش ہو گئے۔ سارا رنج و غم اور دُکھ بھول گئے تازہ حُقّہ بھرنے کا حکم دیا گیا۔

اسی وقت ایک اور آدمی نے آکر کہا۔ سیٹھ جی! آپ کا جہاز بحرالکاہل میں خوفناک طوفان آنے سے ڈوب گیا۔ یہ افسوسناک بات سن کر پھر سیٹھ جی کی نانی مر گئی۔ حقہ دھرا کا دھرا ہی رہ گیا۔ جب آپ کو ہوش آیا۔ آپ من ہی من میں کہنے لگے۔ "اس دن جو پنڈت جی نے کہا تھا۔ کہ خواہشات کو بڑھا کر ان کی تکمیل کے لئے ترشنا کی ترنگوں میں پڑنا ہی دُکھ کا مول ہے۔ وہ بات سولہ آنہ سچ ہے۔ آپ نے اسی دن ترشنا پشاچنی کو تیاگ کر سنتوش سے متر تا کر لی۔

بس سنتوش سے متر تا کرتے ہی انہیں ہر طرف سُکھ ہی سکھ نظر آنے لگا۔ نہ معلوم وہ دُکھ اور شوک کہاں چلا گیا؟

دُشمن پر دَیا کرنا

انسان کو چاہیئے۔ کہ پرانی ماتر پر دَیا رکھے۔ سب کو دان سنمان اور میٹھے بچنوں سے خوش رکھے۔ یہاں تک کہ دُشمنوں کو بھی خوش رکھے جو اپنے دُشمن پر بھی دیا کرتے ہیں۔ دشمنوں سے بھی اپنا دل صاف رکھتے ہیں۔ دشمنوں کے بھی کلیان کی کامنا کرتے ہیں۔ وہ درحقیقت مہاپرش ہیں۔

"جو اپنے دوستوں وغیرہ پر دَیا کرتے ہیں۔ ان کی دَیا میں کیا گُن ہے؟ جو اپنے دُشمنوں پر دَیا کریں سچے دیالو تو وہی ہیں۔"

سچ مچ یہ بڑا ہی مشکل کام ہے۔ مگر یہ جن کے لئے مشکل ہے۔ اُن کے لئے مشکل ہو۔ مہاپرشوں کے لئے مشکل نہیں ہے۔ ان کا تو سوبھاؤ ہی ایسا ہوتا ہے کہ اپنی بُرائی کرنے والوں کے ساتھ بھی بھلائی کرتے ہیں۔

بھامنی ولاس میں لکھا ہے۔ "ہے چندن: تیری مہما کا بکھان کون کر سکتا ہے: جو سانپ تیرے اُوپر زہر اُگلتے ہیں۔ انہیں کو تو اپنی سگندھ سے پالتی ہے۔ مطلب یہ کہ سجن اپنے دشمن کی دشمنی کو بھول کر ان کا بھلا ہی کرتے ہیں۔

اپنا نقصان کرنے والوں۔ اپنی نندا کرنے والوں اور اپنے ساتھ دشمنی رکھنے والوں پر بھی جو مہربانی کرتے ہیں۔ اُن کے کلیان کی کامنا کرتے ہیں۔ ان ست پُرشوں سے کمل پتی نارائین خوش ہو کر اُن کی اچھا پوری کرتے ہیں۔ دھروکے اپنی سوتیلی ماں کے کلیان کی کامنا کرتے ہی بھگوان نے انہیں درشن دئے۔ جب انسان اس درجے پر پہنچ جاتا ہے۔ تب وہ پرماتما کے بہت ہی نزدیک ہو جاتا ہے۔ اس وقت اُسے کوئی دُکھ نہیں رہتا۔ کسی چیز کی کمی نہیں رہتی۔

راج رشی بھرتری ہری جی نے اس شلوک میں جو بارہ اُپدیش دئے ہیں۔ وہ سب آدمیوں کو اپنے دل کی تختی پر لکھ لینے چاہئیں۔ اور سدا یاد رکھنے چاہئیں۔ ساتھ ہی ان پر عمل کرنے کا بھی ابھیاس کرنا چاہئے۔ انسان کے کلیان کے لئے ان سے بڑھ کر

سچا اُپدیش

ہو نہیں سکتا۔ یہ اعلےٰ سے اعلےٰ اپدیشوں کا لب لباب ہے۔ اچھی سے اچھی نصیحتوں کا نچوڑ ہے۔ آپ ان اُپدیشوں کو کام دھینو گائے سمجھئے۔ خواہ اِندر کے باغ کا کلپ برکش سمجھئے۔ ان پر عمل کرنے والے کو سنسار کا سکھ۔ دھن۔ پرتھوی کا راج اور سورگ تو کیا چیز ہے مکتی تک مل سکتی ہے۔ وہ برہم پد مل سکتا ہے۔ جس کے لئے دیوتا بھی ترستے ہیں۔ دُکھ اور کلیش مصیبت اور چنتا تو ان اپدیشوں پر چلنے والے کے نزدیک خواب میں بھی آ نہیں سکتے۔ اس لئے اے بھلے لوگو! سنسار کے اور جھمیلوں میں نہ پڑ کر آپ یوگی راج جی کے ان اپدیشوں پر عمل کرو۔ دُنیا کے تھوتھے کاموں میں وقت ضائع کرنا عبث اپنی عمر عزیز کو ضائع کرنا (گنوانا) ہے

ست پُرشوں کے مہان گُن

شلوک ۷۹

جن کے تن، من اور بانی میں پُنیہ رُوپی امرت بھرا ہے۔ جو اپنے احسانوں
(اُپکاروں) سے تینوں لوکوں کو ترپت کرتے ہیں۔ اور جو دوسرے کے
رائی بھر گنوں کو پہاڑ کی طرح بڑھا کر اپنے ہردے میں دھارن کر کے
خوش ہوتے ہیں۔ ایسے ست پُرش اس جگت میں ورلے ہی ہیں۔

یوگی راج جی کا یہ شلوک بھی بہت عمدہ ہے۔ نیچ لوگوں کا یہ سوبھاؤ ہوتا ہے۔ کہ وہ
کہتے کچھ ہیں کرتے کچھ ہیں اور اُن کے دل میں کچھ اور ہی ہوتا ہے۔ ان کا من، بانی اور عمل
ایک جیسا نہیں ہوتا۔ مگر ست پرشوں کے بارے میں ایسا نہیں کہہ سکتے۔ ست پرشوں کے
من میں جو ہوتا ہے۔ وہی ان کی زبان سے نکلتا ہے۔ اور جو کچھ زبان سے نکلتا ہے اسی
کے مطابق ہی وہ کام کرتے ہیں۔ ست پرش تن، من، دھن اور بچن سے سدا دوسروں
کی بھلائی میں ہی لگے رہتے ہیں۔ وہ اپنا جیون ہی پراُپکار کے لئے سمجھتے ہیں۔ نیچ دوسرے
کے بڑے سے بڑے گُن کو حقیر سمجھتا ہے۔ مگر سجن لوگ دوسرے کے چھوٹے سے چھوٹے
گن کو بھی پہاڑ جیسا مان کر اپنے دل میں بہت خوش ہوتے ہیں۔ کیا یہ مشکل سے مشکل
اور سخت سے سخت تپ نہیں ہے؟ کیا ایسے ست پرش جگت میں بہت دکھائی
دیتے ہیں؟ دھرتی ماتا ایسے ست پُرشوں سے خالی تو نہیں ہے مگر ان کے درشن
بھاگیہ والوں کو ہی ہوتے ہیں۔ دھنیہ ہیں وہ ماں باپ جن کے گھر ایسے ست پرش جنم لیتے
ہیں۔ دھنیہ ہے وہ دیش جس میں وہ نواس کرتے ہیں۔ ایسے ست پرش کسی ایک دیش
یا جاتی کے نہیں ہوتے بلکہ وہ سارے جگت کے پُوجنیہ ہوتے ہیں۔ کہا بھی ہے

جو سدا خوش رہتے ہیں۔ جن کے پردے میں دیا ہے۔ زبان میں امرت ہے۔
اور جو پر اوپکار میں لگے رہتے ہیں۔ وہ کس کی پوجا کے یوگیہ نہیں ہیں؟

شلوک ۸۰

اس سونے کے سمیرو پہاڑ اور چاندی کے کیلاش پربت سے سنسار کو کیا فائدہ؛ جن پر پیدا ہونے والے درخت جیسے کے تیسے ہی بنے رہتے ہیں؟ ہم تو ملیا چل کو ہی اچھا سمجھتے ہیں۔ جس کے سمبندھ سے کنکول۔ نیم اور کنج وغیرہ کے کڑوے درخت بھی چندن کے درخت بن جاتے ہیں۔ (۸۰)

مطلب یہ کہ سمیرو اور کیلاش پر پیدا ہونے والے درخت ان کے سمبندھ سے سونے چاندی کے نہیں ہو جاتے۔ اس لئے اُن سے سنسار کو کوئی لابھ نہیں۔ اُن سے تو ملیاچل پہاڑ اچھا۔ جس کے تعلق سے وہاں پیدا ہونے والے نیم اور کنکول وغیرہ کے درخت کڑوے ہونے پر بھی چندن کے درخت ہو جاتے ہیں۔ بڑوں کی سنگت ایسی ہی ہوتی ہے۔ جس سے کسی کا کچھ بھلا نہ ہو۔ اس کا ہونا نہ ہونا برابر ہے۔ اپنے لئے تو سبھی جیتے ہیں۔ جو پر لیکھ کے لئے جیتا ہے۔ جس سے دوسروں کو فائدہ پہنچتا ہے۔ اسی کا جینا سپھل ہے جو دھنوان ہو کر دین دکھیوں کے کشٹ دور نہیں کرتا۔ اس کے دھنی ہونے میں کیا فائدہ یہ ایک اُلاہنا اور بھی سنئے۔ کہا ہے۔

ہے سمندر! تیرے بیش قیمت رتنوں اور بادل کی طرح بڑے جسم سے کیا فائدہ؟ جو تیرا پانی پیاس سے گھبرائے ہوئے پرانیوں کے منہ میں بھی نہیں پڑتا۔

جس سے سنسار کا اُپکار نہ ہو۔ وہ بڑا ہونے پر بھی کس کام کا؟ جس سے دکھیوں کا دکھ دور ہو۔ وہ چھوٹا بھی اچھا۔ جیٹھ کی دھوپ سے جلتے ہوئے۔ پیاس سے گھبرائے ہوئے مسافر میرے سوکھ جانے پر کس کے پاس جائیں گے۔ ایسی بات کہنے والا سڑک کے کنارے پر کا کنواں دھنیہ ہے۔ اکھنڈ جل والے سمندر کو لاکھ لاکھ دھکار ہے۔ جس سے

پیاسوں کی پیاس بھی نہیں بجھتی۔ استاد ذوق نے کیا ہی اچھا کہا ہے

سیراب نہ ہو جس سے کوئی تشنۂ مقصود
اے ذوق جو وہ آبِ بقا بھی ہے تو کیا ہے۔

مستقل مزاجی کی تعریف

شلوک ۱۸

سمندر متھتے وقت دیوتا بہت طرح کے امول رتن پا کر بھی مطمئن نہ ہوئے انہوں نے سمندر متھنا نہ چھوڑا۔ خوفناک زہر سے خوفزدہ ہو کر بھی انہوں نے ہمت نہ ہاری۔ جب تک کہ امرت نہ نکل آیا۔ انہوں نے آرام نہیں کیا۔ وہ انتھک محنت کرتے ہی رہے۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ مستقل مزاج لوگ اپنے مقصود کو پائے بغیر بیچ میں گھبرا کر اپنا کام چھوڑ نہیں بیٹھتے کم ہمت یا بزدل لوگ اول تو رکاوٹوں کے ڈر سے کسی کام کو شروع ہی نہیں کرتے اگر کر بھی دیتے ہیں۔ تو بیچ میں وگھن پڑتے ہی اس کام کو چھوڑ بیٹھتے ہیں۔ مگر مستقل مزاج لوگ ہزار ہزار مشکلات پیش آنے پر بھی کام کو ادھورا نہیں چھوڑتے۔

پراچین کال میں مہاتما دھرو نے پرماتما کے درشنوں کی اچھا سے تپ شروع کیا تھا۔ بن میں انہیں بہت سے راکشسوں اور جنگلی درندوں نے بہت ڈرایا۔ اور بھی بہت سی سخت مشکلات پیش آئیں۔ مگر وہ اپنے آسن سے ذرا بھی نہ ڈگے۔ جب پرماتما کے درشن ہو گئے۔ تبھی انہوں نے اپنا کام (تپ) چھوڑا۔

ایسے ہی سورج کل تلک مہاراجہ بھگیرتھ کے بھی ساتھ ہوا۔ انہیں بھی اندر نے بہت ڈرایا دھمکایا۔ مگر وہ نڈر سے۔ اپنا کام کرتے ہی رہے۔ جب انہیں گنگا جی کے مرتیولوک میں آنے کا دھن گیا۔ تب وہ تپیا سے باز آسکے کہا ہے۔

نیتی کا بھوشن دھارن کرنے والے مہاتماؤں کی یہی مہامہا ہے کہ وہ سخت سے سخت مصیبت پڑنے پر بھی اپنے شروع کئے ہوئے کام کو چھوڑ نہیں بیٹھتے۔

شلوک ۸۲

کبھی زمین پر سو رہتے ہیں۔ اور کبھی اُوتم پلنگ پر سوتے ہیں۔ کبھی ساگ پات کھا کر رہ جاتے ہیں۔ اور کبھی دال بھات کھاتے ہیں۔ کبھی پھٹے پرانے چیتھڑے پہنتے ہیں۔ اور کبھی دویہ وستر دھارن کرتے ہیں۔ کام کو پورا کر لینے پر کمر کس لینے والے دھیر پُرش سُکھ اور دُکھ دونوں کو کچھ نہیں سمجھتے۔ (۸۲)

مطلب یہ ہے کہ مستقل مزاج لوگ اپنا کام پورا کرنے کے لئے جی جان سے محنت کرتے ہیں۔ اور اس کے آگے ان ایمان اور سکھ دکھ کو کوئی چیز نہیں سمجھتے۔

شلوک ۸۳

ایشوریہ کا بھوشن شرافت۔ شوربیرتا کا بھوشن ابھیمان رہت بات کہنا۔ گیان کا بھوشن شانتی۔ شاستر دیکھنے کا بھوشن ودیہ [illegible] دھن کا بھوشن سپاتر کو دان دینا۔ تپ کا بھوشن کرودھ رہت ہونا۔ حکومت کا بھوشن کشما اور دھرم کا بھوشن نِشکپٹ ہونا ہے۔ مگر انسان کا سب سے بڑا اور سب سے اُوتم بھوشن تو شیل اسداچار ہی ہے۔ ۸۳

بھگوان شنکر آچاریہ رت پرشنوتر مالا میں لکھا ہے۔

سوال۔ ایک اچھا زیور کیا ہے؟ جواب۔ شیل یا سداچار

سوال - اُدتم سے اُدتم تیرتھ کونسا ہے؟ جواب - اپنے من کی شدھی

سوال - اِس جگت میں تیاگنے یوگیہ کیا ہے؟ جواب - دھن اور استری

سوال - سدا سننے لایق کیا ہے؟ جواب - گورو اور وید کا اُپدیش

ایک سداچاری کی کتھا

ایک گاؤں میں دو بھائی رہتے تھے۔ اُن میں سے ایک بہت ہی ودوان۔ میٹھا بولنے والا۔ شانت۔ سوچ بچار والا اور سب کی بات سہہ لینے والا تھا۔ اس پر اگر کوئی غصہ کرتا تھا تو وہ دب جاتا اور ہمیشہ ایسی جگہ بیٹھتا تھا۔ جہاں سے اُسے کوئی اٹھا نہ سکے۔ دوسرا بھائی بالکل شرارتی بھرشٹاچاری اور بہت ہی کرودھی و تلخ زبان تھا۔ اگر اس پر کوئی غصہ کرتا تو وہ اُس کا سر پھوڑنے کو تیار ہو جاتا۔ وہ ودوان بھائی سے گاؤں کے سب لوگ خوش رہتے تھے۔ اس کے کام کے لئے تن من اور دھن سے تیار ہو جاتے تھے۔ اگر وہ کسی سے کچھ مدد مانگتا۔ تو لوگ فوراً ہی اسے مدد دیتے تھے۔ مگر دوسرے بھائی سے کوئی بات بھی نہ کرتا تھا۔ ایک دن اس نے اپنے بھائی سے پوچھا۔ بھائی! تمہارے پاس ایسی کونسی ترکیب ہے۔ جس کی وجہ سے سب لوگ تم سے خوش رہتے ہیں۔ اور جو کچھ تم چاہتے ہو۔ سو فوراً کر دیتے ہیں۔ مجھ سے تو کوئی بات بھی نہیں کرتا؟

اس نے کہا۔ میرے پاس سداچار ہے۔ اور تیرے پاس یہ نہیں ہے۔

گری سے گر پڑبو بھلو - بھلو پکڑبو ناگ

اگنی ماہیں جربو بھلو - برو شیل کو تیاگ

مطلب یہ کہ پہاڑ سے گرنا اچھا۔ اور سانپ کا پکڑنا بھی اچھا۔ ایسا ہی آگ میں جل مرنا بھی اچھا۔ مگر شیل ارتھات سداچار کا تیاگ کرنا اچھا نہیں۔

خلاصہ یہ کہ اگر اس لوک اور پرلوک میں سُکھ چاہو۔ تو سداچار کا برت دھارن کرو۔ سداچار سب گنوں کا راجہ ہے۔ سداچاری کے سامنے سارا جگت سر جھکاتا ہے۔

سدا اچاری کے لئے آگ ٹھنڈی ہو جاتی ہے۔ سمندر میں ٹخنوں ٹخنوں پانی ہو جاتا ہے۔ بڑے بھاری سمیرو پہاڑ ذرا سے بالو کے دانے کے برابر ہو جاتا ہے۔ شیر بکری جیسا بن جاتا ہے۔ جنگل شہر ہو جاتا ہے۔ زہر امرت ہو جاتا ہے۔ اور ترلوکی کی سمپدا چرنوں میں آپ سے آپ آجاتی ہے۔ سورگ اس کی راہ دیکھتا ہے۔ زیادہ کیا کہیں۔ شیل وان یا سدا اچاری کو جگدیش بھی مل جاتا ہے سچے سدا اچاری پرش کی مہما گنیش اور سرسوتی بھی نہیں گا سکتے۔

شلوک ۸۴۔

نیتی کے ماہر لوگ نندا کریں یا استتی۔ لکشمی آوے اور خواہ چلی جاوے۔ پران ابھی ناش ہو جائیں اور خواہ ہمیشہ کی زندگی مل جاوے۔ مگر دھیر (مستقل مزاج) لوگ نیائے مارگ (راہ راست) سے ذرا بھی ادھر ادھر نہیں ہوتے۔ ۸۴۔

تشریح } مطلب یہ کہ دھیر بیر لوگ کسی طرح لالچ یا ڈر سے اپنے مقرر کردہ نیتی مارگ سے ذرا بھی ڈانواں ڈول نہیں ہوتے مہارانا پرتاپ کو اکبر کی طرف سے بہت طرح کے پرلوبھن اور بھئے دکھائے گئے۔ مگر وہ ذرا بھی نہ ڈگمگائے مہاتما پرہلاد کو بھی ان کے باپ ہرنیہ کشیپ نے بہت طرح کے لالچ دیئے خوف دکھائے۔ اور آخر انہیں پہاڑ کی چوٹی پر سے گرایا۔ آگ میں جلایا۔ مگر وہ مستقل مزاج رہے۔ اور ذرا بھی دھرم مارگ سے نہ گرے۔ سچا مرد وہی ہے۔ جو اپنے سب کچھ ناش ہونے یا پھانسی پر چڑھائے جانے کے ڈر سے بھی راہ راست کو ہرگز نہ چھوڑے۔ جیسا کہ کہا ہے۔

خواہ جان چلی جائے۔ مگر نہ کرنے یوگیہ کام کو ہرگز نہ کرنا چاہیئے۔ اور کرنے یوگیہ کو جانے نہ چھوڑنا چاہیئے۔ یہی سناتن دھرم ہے۔

جاگو

میرے پیارے دہرم بھائیو! یہ منش جنم بار بار نہیں ملتا۔ اس لئے اس کو سپھل کرنا ہر ایک بھائی کا سب سے پہلا فرض ہے۔ یہ منش جنم ایشور بھگتی سے ہی سپھل ہو سکتا ہے۔ اور ایشور کی بھگتی کرنے کا سب سے بڑا اور امول سادھن

بھگوان کے نام کا جپ کرنا

ہی ہے۔ بھگوان کے نام کا ارتھ سہت جپ کرنے سے بھگتی (سنسارک سکھ) اور مکتی (موکھش) دونو پراپت ہو سکتے ہیں۔ اس لئے اگر آپ بھائی اپنا لوک و پرلوک دونو ہی سپھل کرنا چاہیں۔ تو دفتر ہارٹنڈ و سکھ ساگر لاہور سے

(۱)

اوم کی مہما اور جپ کی ودھی

۲

گایتری کی مہما اور جپ کی ودھی

یہ دونو پستکیں سات آنہ کے ٹکٹ لفافہ میں بھیجکر منگوالیں۔ اور ان کو پہلے کم از کم پانچ بار بڑے غور سے پڑھ کر ان کے مطالب کو ذہن نشین کریں۔ پھر ان پستکوں میں لکھے انوسار جپ شروع کر دیویں۔ ہم آپ بھائیوں کو یقین دلاتے ہیں کہ اوم اور گایتری کے تھوڑے دنوں کے جپ سے ہی آپ اپورب آنند محسوس کریں گے۔ اور اس جپ کو لگاتار جاری رکھنے سے آپ ہر کام میں کامیاب ہونے کی شکتی پراپت کر لیں گے۔ [illegible] امابنگا ہو رہی ہے۔ اس میں سنان کر کے اپنے آپ کو امر بنا لو۔

نویدک پنڈت ہارتھی۔ ایڈیٹر ہارٹنڈ و سکھ ساگر لاہور

جلد سوم

اس کے جپ کی ودھی ۳ر(۲) گایتری کی مہما اور اس کے جپ کی ودھی ۴ر(۳) ادھیاتم یوگ (ارانیہ و گھوشی) ۱ر(۴) جیون مکتی کے سادھن ۳ر(۵) پوتر جیون کے اصول ۳ر(۶) اشٹادش شلوکی گیتا ۳ر(۷) بھجن مالا ۴ر(۸) ویراگ سندیش (گورو بانی گورو تیغ بہادر جی مہاراج مع شرح)

وجیون چرتر ۸ر مندرجہ بالا آٹھ کتب جن کی مجموعی قیمت ۲ہر ہوتی ہے اور خوبصورت جلد کی قیمت ۳ر ملا کر ۲ہر ہوتی ہے اس کی رعایتی قیمت مجلد کی صرف ۱ہر رکھی گئی ہے۔

مزید رعایت

جیون سدھار کی مندرجہ بالا تینوں جلدوں کی رعایتی قیمت چار روپے بارہ آنے ہوتی ہے۔ جو بھائی مندرجہ بالا تینوں جلدیں یکمشت منگوائیں گے۔ ان کو چار روپے بارہ آنے کی بجائے صرف چار روپیہ علاوہ محصولڈاک میں بھیجی جاویگی۔ مینجر ماڑننڈ پستکالیہ لاہور

اپنشد گیان مالا

مترجمہ شری مہان پرمارتھی ایڈیٹر ماڑننڈ

اپنشد برہم ودیا کا بھنڈار ہیں۔ اس لئے جن سجنوں کو برہم ودیا کی لگن ہو ان کے لئے اپنشدوں کا سوادھیائے بہت ضروری ہے۔ مگر اردو میں اب تک شرح اپنشدوں کے تراجم نہیں ملتے تھے۔ شری کیال پرمارتھی جی نے اردو دان اصحاب کی اس مشکل کو حل کر دیا ہے۔ اب ان برہم ودیا کے خزانوں سے لابھ اٹھانا پبلک کا کام ہے۔ مندرجہ ذیل اپنشد تیار ہو چکے ہیں۔ ۱۔ ایش اپنشد ۴ر (۲) کین اپنشد ۴ر ۳۔ کٹھ اپنشد مکمل ۱۲ر پرشن اپنشد ۶ر۔ محصولڈاک علاوہ

مندرجہ بالا چاروں اپنشد مجلد صرف ۱ہر علاوہ محصولڈاک

ملنے کا پتہ:۔ رام لال ورما مینجر ماڑننڈ پستکالیہ اسید مٹھا بازار ۲ لاہور

دلچسپ دھارمک و تواریخی ناول

جن کے مطالعہ سے دلچسپی کے علاوہ دھارمک جذبات پیدا ہوتے ہیں

شہنشاہ اشوک المعروف راجکنیتی پرملا کی کارستانیاں

یہ بہت ہی دلچسپ اور حیرت انگیز دھارمک و تواریخی ناول ہے۔ راجکنیتی پرملا اور اس کے ساتھیوں نے مہاراجہ اشوک کو قتل کرنے کے لئے جو جو سازشیں کیں۔ ان کو پڑھ کر آپ تصویر حیرت بن جائیں گے۔ ان کو پڑھ کر آپ تصویر حیرت بن جائیں گے۔ اس سے اچھا اور دلچسپ ناول آپ نے پہلے کبھی نہ پڑھا ہوگا۔ حجم ۴۰۰ صفحات۔ قیمت صرف عہ

راجکمار چھترسال المعروف ایک سال میں سوراجیہ

اس میں بتلایا ہے کہ اورنگ زیب کے عہد میں بندھیل کھنڈ کے محب وطن تنافی القوم راجہ چھترسال نے کس مردانگی اور دلیری کے ساتھ اندرونی و بیرونی دشمنوں کا مقابلہ کر کے ایک ہی سال میں اپنے پیارے وطن کو آزاد کرا لیا تھا۔ ملک کے بڑے بڑے لیڈروں نے اس کی تعریف کی تھی۔ قیمت صرف عہ

حسد کی آگ المعروف قسمت کا ہیر پھیر

اگر آپ پتی پتنی کے پریم۔ دوست کی سچی محبت۔ ماں کی ممتا راستی اور ایمانداری کا میٹھا پھل اور سب سے بڑھ کر قسمت کا ہیر پھیر دیکھنا چاہیں۔ تو اس حیرت انگیز دلچسپ دھارمک ناول کو پڑھیں۔ اس کو پڑھ کر آپ کا دل بہت خوش ہوگا۔ قیمت صرف ۱۲ر

ستی کی رکھشا المعروف دھرم کی جے

ستی کا پربھاو کیسا ہوتا ہے۔ ستی کے پربھاو سے بڑے سے بڑا انسان بھی کیسا دھرماتما بن جاتا ہے۔ یہ آپ کو اس ناول سے معلوم ہوگا۔ اس میں جاسوسی کے بھی حیرت

شری

مہاتما بھرتری ہری جی مہاراج

کے

نیتی شتک حصہ سوم

کا

اُردو ترجمہ معہ تشریح

از

شری یان پرمارتھی ایڈیٹر رسالہ مارتنڈ و سکھ ساگر و مہابھارت لاہور

ہر ایک ہندو کے روزانہ پاٹھ کرنے کے لئے

۱۔ اوم کا جپ اور اس کی مہما ۔ | ۲۔ گایتری کا جپ اور اس کی مہما

یہ دونو کتابیں ہم نے چھپوا دی ہیں۔ آپ ۔ کے ٹکٹ لفافہ میں بھیجکر یہ دونو کتابیں منگوا لیویں اور روزانہ ہدایات کے مطابق ان کا پاٹھ اور جپ کریں۔ بھگوان کی کرپا سے آپ کے سب دُکھ درد دُور ہو جاویں گے۔ اور چت میں شانتی آویگی۔ ملنے کا پتہ :-

مینجر مارتنڈ پستکالیہ سید مٹھا بازار شہر لاہور

مشتہر ... خادم الیکٹرک پریس پیسہ اخبار اسٹریٹ لاہور میں باہتمام لالہ رام لال ورما پرمارتھی ایڈیٹر پبلشر و پروپرائٹر دفتر رسالہ سکھ ساگر

ہری نام کیرتن

رگھوپتی راگھو راجہ رام	۱	پتت پاون جے سیا رام
جے رگھو نندن جے سیا رام	۲	جانکی بلبھ سیتا رام
جے یدو نندن جے گھنشیام	۳	رکمنی بلبھ رادھے شیام
جے مدھوسودن جے گوپال	۴	جے مرلی دھر جے نند لال
جے رگھو نندن جے گھنشیام	۵	جے سیتا پتی رادھے شیام
جے دامودر کرشن مرار	۶	دیوکی نندن سرب آدھار
جے گوبندم جے گوپال	۷	کیشو مادھو دین دیال
شری کرشن گوبند ہرے مرارے!	۸	ہے ناتھ! نارائن واسو دیوا!
رادھے شیام۔ رادھے شیام۔ رادھے شیام	۹	سیتا رام۔ سیتا رام۔ سیتا رام
رادھا کرشن جے کنج وہاری	۱۰	مرلی دہر گوبردھن دھاری
جے رام جے رام۔ جے جے رام	۱۱	جے رام۔ جے رام۔ جے جے رام
ہری اوم تت ست۔ ہری اوم تت ست	۱۲	ہری اوم تت ست۔ ہری اوم تت ست
ہری اوم۔ ہری اوم۔ اوم اوم۔ ہری ہا ہری	۱۳	ہری اوم۔ ہری اوم۔ اوم اوم ہری ہا ہری
جے گرجا پتی جے مہا دیو	۱۴	جے جے شمبھو جے مہا دیو
جے میراں کے گردہر ناگر	۱۵	جے تلسی کے رام!
جے ترسی کے سانوریا		جے سورداس کے شیام!

نویدن۔ بھگوان کے پریمی بھگت مندرجہ ذیل منتروں میں سے کوئی سا منتر اپنی رچی انوسار پسند کریں اور صبح شام اس کا کم از کم آدھ گھنٹہ روزانہ جپ کیا کریں۔ اوم شم۔ (پرمارتھی)

ॐ

مہاتما بھرتری ہری جی کرت

نیتی شتک کا اُردو ترجمہ

مع تشریح

تیسرا حصہ

شلوک ۸۵

ایک سانپ پٹاری میں بند پڑا ہوا، جیون سے نراش (زندگی سے مایوس)، جسم سے کمزور اور بھوک سے بیاکل ہو رہا تھا۔ اسی وقت ایک چوہا رات کے وقت کچھ کھانے کی چیز پانے کی آشا سے پٹاری میں سوراخ کر کے گھسا اور سانپ کے منہ میں گرا۔ سانپ اُسے کھا کر سیر ہو گیا۔ اور اسی چوہے کے کئے ہوئے سوراخ سے باہر نکل کر آزاد ہو گیا۔ اس واقعہ کو دیکھ کر انسان کو اپنی ترقی اور تنزل کا ایک ماتر کارن دَیو (قسمت یا ودھاتا) کو ہی سمجھنا چاہیئے۔ ۸۵

تشریح

(۱) یہ پرانی دَیو کے آدھین ہے

انسان کا بھلا بُرا سب دیو یا پراربدھ کے آدھین ہے۔ انسان آزاد نہیں ہے
پراربدھ کے بس میں ہے۔ پراربدھ جو کھیل کھلاتی ہے۔ وہی کھیل انسان کھیلتا ہے
انسان کے پہلے جنم کے بھلے بُرے کرم کو ہی پراربدھ کہتے ہیں۔ ارتھات پہلے جنم کے
بھلے بُرے کرموں کے مطابق ہی اسے پھل بھوگنا پڑتا ہے۔ اگر وقت پر پُنیہ پرگٹ ہوتا
ہے تو انسان سکھ پاتا ہے۔ اور اگر پاپ کا اُدے ہوتا ہے۔ تو دُکھ بھوگ کرتا ہے
دُکھ کی کوشش نہ کرنے پر بھی انسان دُکھ پاتا ہے یہی اس بات کا پکا ثبوت ہے۔
جیسا کہ کہا ہے۔ ؎

ان اُدیم سکھ پائیے۔ جو پُورب کرت ہوئے
دُکھ کو اُدیم کو کرت ؛ پاوت ہے نر سوئے
کو سُکھ کو دُکھ دیت ہے۔ دیت کرم جھک جھور ؛
اُرجھے سُرجھے آپ ہی دھوجا پون کے زور ؛

اور بھی کہا ہے۔ کہ جیو آپ ہی کرم کرتا ہے اور آپ ہی اُس کا پھل بھوگتا ہے۔ آپ ہی
سنسار میں بھرمتا ہے۔ اور آپ ہی اس سے چھٹکارہ پاتا ہے۔
اور بھی کہا ہے کہ غریبی۔ دُکھ اور بندھن و مصیبت۔ یہ سب انسان کے پاپ
روُپی درخت کے پھل ہیں۔ اور بھی:-
جس نے جس وجہ سے۔ جب۔ جیسا۔ جو۔ جتنا اور جہاں شبھ کرم یا اشبھ کرم
کیا ہے اُسے اسی سے۔ تبھی۔ ویسا ہی۔ سو۔ اتنا ہی اور وہاں ہی کال کی پریرنا
سے پھل ملتا ہے
مندرجہ بالا حوالجات سے صاف سمجھ میں آسکتا ہے کہ انسان اپنے ہی کرموں کے بندھن
میں پڑ کر۔ کلیش کر دُکھ اور سُکھ بھوگتا ہے۔ جو لوگ دُکھ یا سُکھ کو انسان یا پرماتما سے
منسوب کرتے ہیں وہ بڑی بھاری غلطی کرتے ہیں۔ جس وقت مداری والے سانپ کے

پاپوں کا اُدے ہوا۔ وہ پٹاری میں بند ہوا۔ جوں ہی اس کے پُنیہ کا اُدے (ظہور) ہوا۔ تب پراربدھ کی پریرنا سے چوہا اس کی پٹاری میں سوراخ کر کے گھس گیا۔ اس سے سانپ کی بھوک مٹ گئی اور وہ اسی سوراخ کی راہ سے نکل کر آزاد بھی ہو گیا۔ اسی طرح انسان بھی دیو کے آدھین ہو کر سکھ دکھ بھوگتے ہیں۔

خلاصہ مطلب یہ کہ عروج و زوال۔ سکھ اور دکھ۔ مصیبت اور شانتی۔ کامیابی اور ناکامیابی وغیرہ کا باعث صرف دیو یا پراربدھ یا قسمت ہی ہے۔ دیو جو ناچ نچاتا ہے پرانی وہی ناچ ناچتا ہے۔

شلوک ۸۶

جس طرح ہاتھ سے گرانے پر بھی گیند اونچی ہی اٹھتی ہے۔ اسی طرح سداچاری (راہ راست پر چلنے والے آدمی) کی مصیبت بھی سدا نہیں رہتی ہے۔ ۸۶

تشریح

مثل مشہور ہے۔ کہ سدا کسی کے بھی دن یکساں نہیں رہتے۔ سدا نہ کوئی سکھی ہی رہتا ہے اور نہ سدا کوئی دکھی ہی رہتا ہے اس سدا بدلتے رہنے والے سنسار میں سکھ اور دکھ گاڑی کے پہیے کی طرح چکر لگاتے رہتے ہیں۔ زمانہ کے ساتھ انسانوں کی حالتیں بھی بدلتی ہیں مثل سورج کی جس طرح ایک دن میں تین حالتیں ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح انسان کی بھی حالتیں بدلا کرتی ہیں۔ ان باتوں کو سمجھ کر دھیر پرش کو اپنی مصیبت کے دنوں میں گھبرانا نہیں چاہیئے

جو لوگ بھاری سے بھاری مصیبت پڑنے پر۔ غریب ہو جانے پر اور دشمنوں کے جال میں پھنس جانے پر اپنے آچرن کو اچھا رکھتے ہیں۔ دھیرج اور دھرم کو نہیں چھوڑتے اور سداچین کال کے مہاپرشوں کی راہ پر چلتے ہیں ان کی وہ مصیبت یقیناً

ہی اسی طرح بہت جلدی نشٹ ہو جاتی ہے جس طرح زمین پر پھینکی ہوئی گیند بہت جلدی ہی اوپر کو اٹھ آتی ہے۔ مہاراج رامچندر۔ ہرلشچندر۔ پانڈووں اور مہاراجہ نل نے دھرماتماؤں کی چال پر چل کر اپنی اپنی مصائب سے چھٹکارہ پالیا۔ جو آدمی اپنی مصیبت میں صبر نہیں کرتا۔ دھیرج اور دھرم کو چھوڑ دیتا ہے۔ اس کی مصیبت اسے بڑے بڑے دکھ دیتی ہے اور جلدی نہیں جاتی ہے

اس شلوک سے یہ شکشا ملتی ہے کہ انسان کو مصیبت میں دہرم نہ چھوڑنا چاہیئے دہرماتماؤں کی چال پر چلنا چاہیئے۔ پرماتما کی دیا سے بہت جلد ہی مصیبت کٹ جائے گی۔ اس میں کچھ بھی شک نہیں ہے۔

شلوک ۸۷

آلس انسان کے جسم میں رہنے والا بڑا خطرناک دشمن ہے اور محنت (اُدیم) کے برابر کوئی بندھو نہیں ہے کیونکہ اُدیوگ (کوشش) کرنے سے انسان کے پاس دکھ نہیں آتے۔ (۸۷)

تشریح

واقعی آلس (سستی الوجودی) انسان کا بڑا دشمن اور اُدیوگ (اُدیم یا کوشش) اس کا سب سے بڑا استر ہے۔ آلس سے انسان روگی۔ دکھی اور مفلس ہو جاتا ہے۔ اور اُدیوگ (محنت) سے تندرست۔ خوش حال اور دھنوان ہوتا ہے۔ سست الوجودی ناکامی کا فرزن ہے اور محنت کامیابی کی کنجی ہے۔ سستی موت اور محنت زندگی ہے۔ سست آدمی سدا محتاج رہتا ہے۔ اور محنتی ہمیشہ آنند کرتا ہے۔ سست آدمی کی زندگی دن بدن گھٹتی جاتی ہے۔ مگر محنتی کی زندگی (عمر) بڑھتی ہے۔ روسو صاحب کہتے ہیں کہ Temperance and labour are the two best physicians of man.

ارتھات پرہیزگاری اور محنت انسان کے دو سب سے بڑے حکیم ہیں
جناب فلپس صاحب بھی کہتے ہیں کہ Health lies in Labour and there is no royal road to it but through toil

ارتھات "تندرستی محنت میں ہے۔ محنت کے سوا تندرستی تک پہنچنے کی اور کوئی شاہراہ نہیں ہے۔" جناب ہلرڈ صاحب فرماتے ہیں :۔
"Life is but another name for action, and he who is without opportunity exists but does not live."

مطلب یہ کہ کام (کرم یا حرکت) کا ہی دوسرا نام زندگی ہے۔ نکمے آدمی کی ہستی ضرور ہے۔ مگر وہ زندہ نہیں ہے "شری شنکر آچاریہ مہاراج کہتے ہیں" :۔

سوال ۔ غریب کون ہے؟ جواب ۔ جسے ترشنا بہت ہے۔
سوال ۔ امیر کون ہے؟ جواب ۔ جسے سب طرح کا سنتوش ہے
سوال ۔ جیتا ہوا ہی مردہ کون ہے؟
جواب ۔ جو اُدیم نہیں کرتا ۔ ارتھات آلسی (سست الوجود) ہے

آلس غریبی کی جڑ ہے

بلاشبہ یہ آلس ہی سب مصیبتوں اور غریبی کی جڑ ہے۔ ڈچ لوگوں میں ایک کہاوت ہے Poverty is the reward of idleness.
ارتھات غریبی آلس کا انعام ہے۔ غریبی سے انسان کے من میں لاج سی آنے لگتی ہے۔ لاج سے انسان میں کمزوری آتی ہے۔ اور کمزور کی سبھی بے قدری

کرتے ہیں۔ بے قدری ہونے سے من میں دُکھ اور شوک پیدا ہوتے ہیں۔ جو دن رات شوک یا چنتا میں ہی ڈوبا رہتا ہے۔ اس کی عقل ماری جاتی ہے۔ جب عقل ہی نہیں رہتی۔ تب انسان اکثر خودکشی کر کے جان دے دیتا ہے۔ بنجمن فرنکلن صاحب کہتے ہیں۔ کہ Poverty often deprives a man of all "spirit and virtue" ۔ غریبی اکثر انسان کو مکمل دلیری و ہمت اور دھرم سے محروم کر دیتی ہے۔ جس میں دلیری مستقل مزاجی اور دھرم نہیں۔ وہ تو جیتا ہُوا ہی مُردہ ہے۔ وہ خواہ خودکشی کر کے مرے خواہ نہ مرے۔ جس آلسیہ کے اتنے بڑے خوفناک نتائج پیدا ہوتے ہیں۔ وہ انسان کا خوفناک دشمن نہیں تو کیا ہے؟ آلس سے انسان کی نیک نامی بھی نشٹ ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ کہا ہے:۔

آلسی کا ایش ناش ہو جاتا ہے۔ دشمنوں کی دوستی نشٹ ہو جاتی ہے۔ نامرد کا کُل نشٹ ہو جاتا ہے۔ عیاش کی وِدیا نشٹ ہو جاتی ہے۔ کنجوس کا سکھ نشٹ ہو جاتا ہے۔ اور مَتوالے وزیروں والے راجہ کا راج نشٹ ہو جاتا ہے۔

آلس میں سنسار کے سارے ہی دوش ہیں۔ آلسی کو نہ اس لوک میں سُکھ ملتا ہے اور نہ پرلوک میں۔ آلسی اس لوک میں غریبی وغیرہ کئی طرح کے دکھوں کو بھوگ کر مرتا ہے۔ اور مرنے پر پھر اسی لوک میں آتا اور بہت طرح کے دُکھ بھوگتا ہے۔ آلسی کبھی جنم مرن کے بندھن سے چھٹکارہ نہیں پا سکتا۔

آلس کو چھوڑ دو

اس لئے پیارے متردو! اگر تم دھن۔ سُکھ اور ناموری چاہتے ہو۔ اگر سنسار بندھن سے مکت ہونا چاہتے ہو۔ تو اس آلس رُوپی دشمن سے سدا الگ رہو۔ اس خوفناک

دشمن سے دوستی نہ کرو۔ جو آلسیہ یا سستی سے دوستی رکھتا ہے۔ اس سے دُنیا کے سب سکھ بھاگتے ہیں۔ اور لکشمی (دھن کی دیوی) تو اس کی صورت سے نفرت کرتی ہے۔ نیتی کاروں نے کہا ہے:۔ کہ

(۱) جن لوگوں کو دھن کی خواہش ہو۔ انہیں نیند۔ خماری۔ خوف۔ غصہ۔ آلس (سستی) اور آج کا کام کل پر چھوڑ دینا۔ یہ عیب ترک کر دینے چاہئیں۔

(۲) آلسیہ۔ استری کی خدمت۔ بیماری۔ جنم بھومی سے پریم۔ سنتوش اور خوف۔ یہ چھ بڑائی کے ناش کرنے والے ہیں

(۳) جس طرح جوان استری بوڑھے پتی کو بغلگیر کرنا نہیں چاہتی۔ اسی طرح لکشمی بھی نکمے آلسی۔ تقدیر کو بڑا سمجھنے والے اور کم ہمت آدمی نے دل سے نہیں چاہتی۔ مطلب یہ کہ سست آدمی کبھی دھنوان نہیں ہو سکتا۔

(۴) اس دُنیا میں بنا جسم کو دُکھ دئے سکھ نہیں مل سکتا۔ مدھوسودن بھگوان نے سمندر منتھن سے تھکی ہوئی بھجاؤں کے ذریعے ہی لکشمی پائی تھی۔

ہمیں امید ہے۔ کہ ہمارے پیارے ناظرین اب اچھی طرح سمجھ گئے ہونگے کہ آلس ہی بنی نوع انسان کا سب سے بڑا دشمن ہے۔ اور اُدیوگ ہی انسان کا سب سے بڑا متر ہے۔

تقدیر اور تدبیر کا مسئلہ

سست الوجود اور کاہل آدمیوں کو قسمت یا تقدیر پر بڑا بھروسہ ہوتا ہے۔ وہ لوگ پرشارتھ یا تدبیر کے مقابلے میں قسمت یا تقدیر کو بڑا سمجھتے ہیں۔ اور اکثر کہا کرتے ہیں کہ اگر ہماری قسمت میں ہوگا۔ ہماری تقدیر اچھی ہوگی۔ ہم نے پہلے جنم میں شبھ کرم کئے ہونگے تو ہمارے بنا کوشش کئے ہی۔ بنا ہاتھ پاؤں ہلائے ہی۔ پلنگ پر پڑے پڑے ہی

ہمیں سب کچھ مل جاوے گا۔ لکشمی ہمارے قدموں میں لوٹے گی۔ ہاں اگر ہماری قسمت ہی اچھی نہ ہوگی۔ ہم نے پہلے جنم میں اچھے کرم نہ کئے ہونگے۔ تو ہماری ہزار کوشش کرنے پر بھی ہمیں کچھ نہ ملے گا۔ پھل کی پراپتی پہلے کرم کے مطابق ہوتی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ کسی کو تھوڑی سی محنت سے بڑا پھل ملتا ہے۔ اور کسی کو سخت محنت کرنے پر بھی کھانے کو نہیں ملتا۔ اور کوئی بنا ذرا سا بھی ہاتھ ہلائے کروڑوں کا مالک بن بیٹھتا ہے"

بس۔ آلسی آدمی اپنے اسی وشواس سے گھروں میں پڑے رہتے ہیں۔ ماں باپ اگر کچھ چھوڑ جاتے ہیں۔ تو جب تک وہ رہتا ہے۔ بیچ بیچ کر کھایا کرتے ہیں۔ آلسیوں سے اٹھ کر پانی نہیں پیا جاتا۔ کتا منہ میں پیشاب کرتا ہو۔ تو اسے بھگایا نہیں جاتا۔ اس موقعے پر آلسیوں کا ایک قصہ یاد آیا ہے۔ لگے ہاتھ وہ بھی ہم اپنے پیارے ناظرین کو سنائے دیتے ہیں۔

ایک بار ایک آدمی نے کہا۔ کہ پوستی نے پی پوست۔ نو دن میں چلا اڑھائی کوس

دوسرے نے کہا۔ ابے۔ وہ پوستی نہ ہوگا۔ وہ کوئی ڈاک کا ہرکارہ ہوگا۔ پوستی نے پی پوست۔ تو کونڈے کے اس پار یا اُس پار

اور سنیئے۔

ایک باغ میں دو آلسی ایک آم کے درخت کے نیچے لیٹ رہے تھے۔ ان میں سے ایک کی چھاتی پر ایک آم پڑا ہوا تھا۔ مگر وہ اسے اٹھا کر کھا نہیں سکتا تھا۔ اتنے میں ادھر سے ایک سوار آ نکلا۔ آم والا آلسی بولا۔ او بھائی سوار! میری چھاتی پر ایک آم پڑا ہے۔ اسے اٹھا کر مہربانی کر کے میرے منہ میں نچوڑتے جانا۔

سوار نے کہا۔ تو بڑا ہی آلسی ہے۔ جو اپنی چھاتی پر پڑا ہوا آم بھی اٹھا کر نہیں چوس سکتا۔ دوسرے سے آم نچوڑنے کو کہتا ہے۔

یہ سنتے ہی دوسرے آلسی نے کہا۔ بے شک! بے شک!! صاحب! یہ بڑا ہی

آلسی ہے۔ رات بھر میرے مُنہ کو کتا چاٹتا رہا۔ میں نے اس سے کہا۔ ذرا دُتکار دے مگر اس نے "دُت" بھی نہ کیا۔

یہ سن کر سوار انہیں لعنت ملامت کرتا ہُوا چلا گیا۔ آلسیوں کی یہ حالت ہوتی ہے تبھی تو وہ سنسار میں نرک سے بھی بڑھ کر دُکھ بھوگتے ہیں۔ آلسیوں کی حالت پر ملک الشعراء جناب میر نے کیا ہی اچھا کہا ہے۔

آلسیوں کا عقیدہ

دُنیا میں ہاتھ پیر ہلانا نہیں اچھا ‖ مر جانا پر اُٹھ کے کہیں جانا نہیں اچھا
بستر پہ مثلِ لوتھ پڑے رہنا ہی اچھا ‖ بندر کی طرح دھوم مچانا نہیں اچھا
رہنے دو زمیں پر مجھے آرام یہیں ہے
چھیڑو نہ نقشِ پا کو مٹانا نہیں اچھا

اُٹھ کر کے گھر سے کون چلے یار کے گھر تک ‖ موت اچھی ہے پر دل کا لگانا نہیں اچھا
دھوتی ہی پہنیں جب کہ کوئی غیر پہنا دے ‖ امراء کو ہاتھ پاؤں ہلانا نہیں اچھا
سر بھاری چیز ہے اسے تکلیف ہو تو ہو
پر جیبھ بچاری کو ستانا نہیں اچھا!

فاقوں سے مریئے پر کوئی کام نہ کیجئے ‖ دُنیا نہیں اچھی ہے زمانہ نہیں اچھا۔
سجدے سے اگر بہشت ملے دُور کیجئے ‖ دوزخ ہی سہی سر کا جھکانا نہیں اچھا
مل جائے ہند خاک میں ہم کاہلوں کو کیا؟
اے میر! فرش رنج مٹانا نہیں اچھا

سچ بات تو ہے کہ آلسی لوگ ہاتھ پاؤں نہیں ہلا سکتے۔ اسی لئے قسمت کی آڑ

لیتے ہیں۔ شنکر آچاریہ مہاراج نے بہت ٹھیک کہا ہے۔
بدھیمان اور معزز لوگ پرشارتھ کو ہی بڑا مانتے ہیں۔ مگر نامرد ہیجڑے جو پرشارتھ نہیں کر سکتے۔ دیو یا پراربدھ کی اپاسنا کرتے ہیں۔

تقدیر بھی سچ ہے

تقدیر یا پراربدھ کوئی بات نہ ہو۔ یہ خیال بھی سچ نہیں ہے پہلے جنم کے کرموں کو پراربدھ یا تقدیر اور اس جنم کے کرم کو پرشارتھ یا تدبیر کہتے ہیں۔ ایک ہی کرم (فعل) کے دو حصے ہیں۔ پراربدھ اور پرشارتھ۔ گاڑی کے دو پہیوں کی مانند ہیں۔ جس طرح ایک پہیے سے گاڑی نہیں چل سکتی۔ اسی طرح بنا پرشارتھ کے خالی پراربدھ یا قسمت سے پھل کی پراپتی نہیں ہو سکتی۔ بنا پرشارتھ کے پراربدھ پھل نہیں سکتا۔ جس طرح کمہار مٹی کے ڈھیلے سے اپنی حسب مرضی چیزیں بناتا ہے۔ اسی طرح انسان اپنے پہلے جنموں کے لئے ہوئے کرموں کا پھل آپ ہی پراپت کرتا ہے۔ اچانک سامنے آئے ہوئے خزانے کے لینے کے لئے بھی پرشارتھ کی درکار ہوتی ہے۔ سوتے شیر کے منہ میں بنا کوشش ہی ہاتھی یا ہرن نہیں گھس جاتے۔ تلوں میں تیل ہونے پر بھی بنا پیلے نہیں نکلتا۔ مطلب یہ کہ بنا پرشارتھ۔ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہنے سے پراربدھ کا پھل مل نہیں سکتا۔

ادیوگ ارتھات کوشش کی سب جگہ ضرورت ہے۔ ادیوگ کرنا انسان کا دھرم ہے پھل انسان کے ہاتھ نہیں۔ پھل دینا ودھاتا کا کام ہے۔ مہاتما کارلائل کہتے ہیں
Let a man do his work. the fruit of it is the care of another than he.

مطلب یہ کہ انسان محنت کرے۔ پھل کی پراپتی کرنا اس کے ہاتھ کی بات نہیں ہے۔ پھل دینے والا دوسرا ہی ہے۔"

نیتی میں اور بھی کہا ہے:-

محنتی شیر نر کے پاس لکشمی آتی ہے۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ پراربدھ سے لکشمی آتی ہے۔ وہ بزدل ہیں۔ دیو یا پراربدھ کا خیال ترک کرکے اپنی امکان بھر محنت کئے جاؤ۔ کوشش کرنے پر بھی اگر کام پورا نہ ہو۔ تو اس میں کس کا دوش ہے؟

جس طرح سمندر کے پاس ندیاں۔ تالاب میں مینڈک اور بھرے سرووریں پرندے یا جانور اپنے آپ آتے ہیں۔ اسی طرح محنتی انسان کے پاس بھی سب طرح کے سکھ اور دھن اپنے آپ آتا ہے۔

سنسار میں سارے کام لکشمی سے ہوتے ہیں۔ اور تو کیا لکشمی سے سورگ میں بھی سیڑھی لگ سکتی ہے۔ جس کے دھن ہے۔ وہی جیتا ہے۔ جس کے پاس دھن نہیں وہ زندہ رہنے پر بھی مردہ ہی ہے۔ اس لئے محنت ہا

اُدیوگ ہی پرم متر ہے

اُدیوگ کے بنا عمر بھی اور دُکھ سے رہائی نہیں مل سکتی۔ اس لئے انسان کو اُدیوگی بننا بننا چاہئے۔

دھن کمانے کی ترکیب

عام طور پر دھن کمانے کے چھ طریقے ہیں۔ (۱) بھیک مانگنا (۲) نوکری کرنا (۳) کھیتی کرنا (۴) لین دین کرنا (۵) ودیا پڑھنا اور (۶) بنج بیوپار

ان سب میں سے بنج بیوپار (تجارت) ہی سب سے عمدہ پیشہ ہے۔ بھیک مانگنے سے کبھی کوئی دھنی نہیں ہوا۔ پرائی نوکری سے بھی کافی دھن نہیں مل سکتا۔ کھیتی باڑی میں دھن ہے۔ مگر بڑے کشٹ سے ملتا ہے۔ کام بے شک اچھا ہے۔ سُود پر روپیہ اُدھار دینے سے رقم کے مارے جانے کا ڈر رہتا ہے۔ اس لئے تجارت ہی روپیہ کمانے کا سب سے اعلےٰ ذریعہ ہے۔ سستے بھاؤ میں اناج یا کپڑا وغیرہ خرید کر رکھ چھوڑنے اور گرانی کے وقت بیچ دینے سے سہج میں اچھا لابھ ہو سکتا ہے

اس کے سوا آج کل کے زمانہ میں گؤ دھن بڑھانے سے بھی اچھے لابھ کی آشا ہے تھوڑا سرمایہ لگے اور خوب نفع ہو۔ ایک ایک کے سو سو ہوں۔ ایسا بیوپار عطر پھلیل، تیل اور ادویات کا بیچنا ہے مگر سبھی کاموں میں

سچائی اور ایمانداری کی ضرورت

اشد ضرورت ہے۔ بیوپاری لوگ اکثر کہا کرتے ہیں کہ بنا جھوٹ اور کپٹ کے بیوپار نہیں چل سکتا۔ مگر ہماری رائے اس کے خلاف ہے۔ ایمانداری سے دھن آتا ہے اور خوب آتا ہے۔ مگر پہلے کچھ مشکلات کا سامنا ضرور کرنا پڑتا ہے۔ امید ہے کہ ہمارے آلسی دوست اب سے سستی کو تیاگ کر ضرور کچھ نہ کچھ اُدیوگ کریں گے۔

مصیبت میں مت گھبراؤ

شلوک ۸۸

کٹا ہوا درخت پھر بڑھ کر پھیل جاتا ہے۔ گھٹا ہوا چاند بھی پھر آہستہ آہستہ بڑھ کر مکمل ہو جاتا ہے۔ اس بات کو سمجھ کر ست پرش اپنی مصیبت کے دنوں میں نہیں گھبراتے۔ (۸۸)

سنسار تغیر پذیر ہے

یہ سنسار سدا بدلتے رہنے والا ہے۔ گاڑی کے پہیئے کی طرح گھومتا ہے۔ ہر لحظہ اور ہر گھڑی اس میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔ سال میں چھ موسم بدل جاتے ہیں۔ سورج کی بھی دن میں تین حالتیں بدلتی ہیں۔ صبح ہی اس کا بچپن۔ دوپہر کے وقت جوانی اور شام کو اس کا بڑھاپا آ کر وہ است ہو جاتا ہے۔ اسی طرح انسان کی بھی حالتیں بدلا کرتی ہیں۔ زمانہ کی رفتار کے ساتھ انسان بھی رنگ بدلنے کو مجبور ہوتا ہے۔ قیصر لوتھر نے ٹھیک ہی کہا ہے۔ کہ Times change and we change with them. اوقات وقت بدلتے ہیں اور وقت کے ساتھ ہم بھی بدلتے ہیں۔

مہاتما گوتھے نے بھی کہا ہے۔ زندگی کا تعلق زندوں سے ہے۔ اور جو زندہ ہیں انہیں زندگی کی تبدیلیوں کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔ کبھی انسان سکھی ہوتا ہے۔ کبھی دکھی کبھی روگی ہوتا ہے کبھی نروگی۔ کبھی دھنی یا راجہ ہوتا ہے۔ اور کبھی در در کا بھکاری کبھی ایک سی حالت رہ نہیں سکتی۔ انسان کا دھرم ہے۔ کہ وہ ہر حالت میں خوش رہے۔ کہا ہے۔

انسان کو چاہیئے۔ کہ سکھ کے وقت سکھ کا اور دکھ کے وقت دکھ کا کشادہ پیشانی سے استقبال کرے۔ دکھ اور سکھ دونو چاک کی طرح گھوما کرتے ہیں۔ پھول کبھی کھلتا ہے اور کبھی مرجھا جاتا ہے۔ درخت کے پتے کبھی گر جاتے ہیں۔ اور کبھی ہرے ہرے پتوں سے اس کی شوبھا ہو جاتی ہے۔

جس طرح کاٹا ہوا درخت پھر ہرا بھرا ہو کر پھیل جاتا ہے۔ گھٹا ہوا چاند پھر سمپورن ہو جاتا ہے۔ بادلوں سے گھرا آسمان پھر صاف ہو جاتا ہے۔ بارش اور طوفان سدا بنے نہیں رہتے۔ اسی طرح ہی انسان بھی ایک نہ ایک دن مصیبت

۔۔سے چھٹکارہ پاکر سکھی اور آزاد ہوتا ہے۔ اس میں ذرہ بھی شک نہیں

مصیبت کے فوائد

لوگ مصیبت کو جیسا خوفناک سمجھتے ہیں۔ دراصل وہ ویسی نہیں ہے۔ مصیبت کے پھول کڑوے ہوتے ہیں۔ مگر اس کے پھل میٹھے ہوتے ہیں۔ جس پر ایشور کی پورن کرپا ہوتی ہے جس کے دھیرج اور دھرم کا وہ امتحان لینا چاہتے ہیں۔ اس پر ہی وہ مصیبت ڈالتے ہیں۔ ستیہ وادی راجہ ہرلشچندر، مہاراجہ نل۔ مہاراج رامچندر اور پانچوں پانڈو اس کے سچے گواہ ہیں۔

دیوی مصائب کچھ نہ کچھ اچھا پھل دینے والی ہوتی ہیں۔ ندی کی طغیانی کو لوگ برا کہتے ہیں مگر جب وہ چلی جاتی ہے۔ تب کھیتوں کو زرخیز کرکے چھوڑ جاتی ہے۔ جوالا مکھی (کوہ آتش فشاں) کے پھٹنے کی باتوں سے ہی، لوگوں کی روحیں کانپ اٹھتی ہیں۔ مگر بہت سے آتش فشاں پہاڑوں نے پھٹ کر کئی دیشوں کو دھن دولت سے مالا مال کر دیا ہے۔ زلزلے کے نام سے لوگ گھبرا جاتے ہیں مگر یہ زلزلہ بھی فائدہ سے خالی نہیں۔ ان کے آنے سے کوسوں زمین نئی نکل آتی ہے اور سمندر اپنی حد کے اندر بنا رہتا ہے۔

ایک ودوان کہتا ہے کہ مصیبت اگرچہ کالے سانپ سے زیادہ خطرناک معلوم ہوتی ہے مگر اس کے پھل کالے سانپ کی منی سے کم قیمتی نہیں ہیں۔ مصیبت دوستوں کی سچی کسوٹی ہے۔ استری، پتر، سیوک، اہلکار، دوست اور رشتہ داروں کی سچی پرکھ اسی وقت ہوتی ہے۔ جس طرح بادل کے بغیر بجلی نہیں چمکتی۔ اسی طرح مصیبت کے بغیر ان لوگوں کا پرکاش بھی نہیں ہوتا۔ مصیبت ہر پہلو سے اچھی

ہے۔ بشرطیکہ وہ سدا نہ رہے۔ کہا بھی ہے۔

بپت برابر سکھ نہیں جو تھوڑے دن ہوئے ۔۔

اشٹ متر ارو بندھو سب جان پڑیں سب کوئے

اور بھی کہا ہے۔ کہ کسوٹی پر کس کر صراف جس طرح سونے کے گن دوش دیکھتے ہیں۔ اسی طرح مصیبت روپی کسوٹی پر پرش اپنے بستر۔ استری۔ نوکروں۔ بدھی بل اور شریر کے سار کی پرکھ کرتے ہیں

کہیئے پیارے ناظرین! اب بھی کیا آپ مصیبت کو بُرا ہی کہیں گے۔ پرماتما جو کچھ کرتا ہے۔ وہ انسان کے بھلے کے لیئے ہی کرتا ہے۔ مگر انسان اپنی کم عقلی کی وجہ سے اس کے مطلب کو سمجھ نہیں سکتے۔ اسی وجہ سے دُکھ میں ایشور اور بھاگیہ (قسمت) کو دوش دیتے ہیں۔ اور ہائے ہائے کرتے ہیں۔ اس موقعہ پر ایک پرانا قصہ ہمیں یاد آگیا ہے۔ وہ بھی ہم آپ کو سنا دیتے ہیں۔

ایشور جو کرتا ہے اچھا کرتا ہے

کہا جاتا ہے۔ کہ ایک راجہ کے وزیر کا یہ وشواس تھا۔ کہ ایشور جو کچھ کرتا ہے وہ اچھا ہی کرتا ہے۔ ایک دن راجہ اور وزیر شکار کے لئے ایک خوفناک بن میں گئے۔ شکار کرتے وقت کسی ہتھیار سے راجہ کی انگلی کٹ گئی۔ راجہ نے وزیر سے کہا۔ منتری جی! ہماری انگلی کٹ گئی

وزیر نے جواب دیا۔ مہاراج! ایشور جو کرتا ہے۔ انسان کے بھلے کے لئے ہی کرتا ہے۔

راجہ اس بات سے چڑ گیا۔ اور وزیر کو اپنے ہاں سے نکال دیا۔ دوسرے

دن راجہ پھر شکار کو گیا۔ اور ہرن کے پیچھے گھوڑا بھگاتا ہوا ایک اور راجہ کے راج میں جا پہنچا۔ وہاں کے راجہ کو بلیدان کے لئے ایک آدمی کی ضرورت تھی۔ لوگ اُسے بلیدان کی ویدی پر لے گئے۔ پنڈتوں نے اس کے ہاتھ کی انگلی کٹی ہوئی دیکھ کر راجہ سے کہا۔ مہاراج! یہ تو انگ بھنگ ہے۔ انگ بھنگ کو بلی نہیں دی جاتی۔

پنڈتوں کے کہنے پر راجہ نے اس راجہ کو چھوڑ دیا۔ وہ اپنے راجیہ میں آ گیا آتے ہی منتری کو بلایا اور اس سے کہا۔ منتری جی! تمہاری وہ بات بالکل سچ ہوئی۔ کہ ایشور جو کچھ کرتا ہے۔ وہ انسان کے بھلے کے لئے ہی کرتا ہے۔ اگر میری انگلی کٹ نہ جاتی۔ تو میرے پران نہ بچتے۔

وزیر نے کہا۔ مہاراج! آپ نے مجھے نکال دیا۔ یہ بھی اچھا ہی ہوا۔ اگر آپ مجھے نکال نہ دیتے۔ تب میں آپ کے ساتھ وہاں ہوتا ہی۔ وہ لوگ آپ کو تو انگ بھنگ سمجھ کر چھوڑ دیتے۔ مگر میرا تو بلیدان کر ہی دیتے۔

یہ سن کر راجہ بہت خوش ہوا۔ اور اسے انعام دے کر پھر اس کو اپنی جگہ پر بحال کر دیا۔

مہاتما بیکن نے کہا ہے۔ کون جانتا ہے۔ جس موت سے لوگ اتنا ڈرتے اور گھبراتے ہیں۔ اور جسے سب سے بڑی برائی سمجھتے ہیں۔ وہی سب سے بڑی بھلائی کرنے والی نہ ہو؟ بات ایسی ہی ہے موت ہمارے دکھوں کا خاتمہ کر کے ہمیں نیا چولا دینے والی ہے۔ مسٹر ویبر صاحب کہتے ہیں۔
Life is a disease, sleep a palliative, death the radical cure. ارتھات زندگی ایک بیماری ہے۔ نیند اس بیماری کو کم کرنے والی اور موت اُسے جڑ سے نشٹ کرنے والی ہے

مسٹر لوجیل صاحب کہتے ہیں۔ زندگی داروغہ جیل ہے اور موت وہ فرشتہ ہے جو جیل خانہ کے کپاٹ کھول کر ہمیں آزاد کرنے کے لئے بھیجا جاتا ہے۔

پیارے بھائیو۔ وچار کرو۔ کہ جب موت (جو کہ اس سنسار میں سب سے بڑا دکھ مانا جاتا ہے) بھی ہمارے سکھ کے لئے ہے۔ تب سنسارک چھوٹی موٹی مصیبتوں سے سکھ کیوں نہ ہوگا؟ پرماتما کوئی بھی کام ایسا نہیں کرتے جس میں انسان کا برا ہو۔ دکھ اسی بات کا ہے کہ انسان پرماتما کی لیلاؤں کو سمجھنے کی سامرتھ نہیں رکھتا اسی لئے ودوانوں نے کہا ہے کہ

"انسان پرماتما پر بھروسہ کر کے اپنے آپ کو اس کے سپرد کر دے۔ اور وہ جس حالت میں رکھے۔ اپنے تئیں اسی حالت میں سکھی مانے۔ بقول

؎ راضی ہوں میں اسی میں جس میں تری رضا ہے

راضی بہ رضا

مصیبتوں کا سامنا کرنے کے لیئے انسان کو مہاتما ہلٹن کی یہ بات یاد رکھنی چاہیئے میں پرماتما کی مرضی کے خلاف عذر نہیں کرتا۔ ہے ایشور! راضی ہوں میں اسی میں جس میں تیری رضا ہے۔ یاں یوں بھی واہ وا ہے اور ووں بھی واہ وا ہے۔ میں اپنا کام کرتا ہوں تو اپنا کام کر۔ بقول غالب:؎

آپ کی جس میں ہو مرضی وہ مصیبت بہتر
آپ کی جس میں خوشی ہو وہ ملال اچھا ہے

پلوٹارک یونانی حکیم کہتا ہے۔ ہر حالت میں خوش رہنا سیکھو۔ اگر تمہارے [illegible] سے دوسروں کو فائدہ پہنچتا ہو۔ تو دولت مندی سے سکھ مانو۔ اگر غریب [illegible]

لئے سُکھی رہو۔ کہ تم پر ہزاروں طرح کی مصیبتوں کا بوجھ نہیں ہے۔ اگر تم گمنام ہو تو اس لئے سکھ مانو۔ کہ تم لوگوں کے حسد و دولیش سے بچو گے۔

کرم پھل بھوگنے ہی پڑتے ہیں

یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ سُکھ اور دُکھ پہلے جنم کے پن اور پاپوں کے لازمی پھل ہیں۔ پہلے جنم میں بھلا یا بُرا جیسا کرم کیا جاتا ہے۔ اس کا پھل پراربدھ میں لکھ دیا جاتا ہے۔ اس پراربدھ کے لیکھ کو کوئی مٹا نہیں سکتا۔ بہت طرح کی تپسیا اور دیوتاؤں کی اپاسنا کرنے سے بھی کوئی پھل نہیں ہوتا۔ دیوتا تو دیوتا خود بھگوان شو اور وشنو بھی لیکھ کی ریکھ کو مٹا نہیں سکتے۔ سمندر چاند کا پتا ہے مگر ایسا بلوان سمندر بھی اپنے بیٹے کے کلنک کو مٹا نہیں سکتا۔ شو جی خود مہیشور ہیں سرو شکتیمان ہیں۔ مگر وہ اپنے سر پر رہنے والے چندرما کو پورن نہیں کر سکتے۔ اس کے گھٹنے بڑھنے کے دوش کو مٹا نہیں سکتے۔ شو جی خود مہیشور ہیں ان کے بیٹے گنیش سب سدھیوں کے داتا ہیں۔ ان کے دوسرے بیٹے سوامی کارتیکے دیوتاؤں کی فوج کے سپاہ سالار ہیں۔ خود مہاشکتی ان کی اردھانگنی ہے۔ خود دھن کے سوامی کوبیر ان کے گہرے دوست ہیں۔ اس پر بھی شو جی کا کنڈل لے کر بھیک مانگنا نہیں چھوٹتا۔ مطلب یہ کہ کرم کے لیکھ کو کوئی بھی نہیں مٹا سکتا۔ اور بھی کہا ہے۔ کہ

"جو ہونہار (شدنی) ہے۔ وہ ضرور ہو کر رہتی ہے۔ اس سے بڑے بھی بچ نہیں سکتے۔ دیکھیئے۔ شو جی ننگے رہتے ہیں۔ اور شری وشنو بھگوان مہا سرپ کے اوپر سوتے ہیں"۔ اور بھی:-

بُرا یا بھلا جو کچھ ودھاتا نے لکھ دیا ہے۔ اُسے کوئی نہیں مٹا سکتا۔ جو قسمت میں لکھا ہے۔ وہ ضرور ہوگا۔

مطلب یہ کہ پہلے جنم کے کرم پھلوں سے پراربدھ بنتا ہے۔ پراربدھ کا لکھا ضرور ہوتا ہے۔ اس کے بھوگنے سے انسان تو کیا دیوتا بھی نہیں بچ سکتے۔ بھوگنے والا خواہ رو رو کر یا ہائے ہائے کر کے بھوگے اور خواہ شانتی سے بھوگے۔

مصیبت میں مان اپمان

مصیبت میں مان اپمان (عزت و بے عزتی) کا خیال کرنا دُکھدائی ہے۔ مصیبت میں تو جو آدمی گونگا۔ بہرہ۔ اندھا۔ لنگڑا یا لولا ہو جاتا ہے۔ اپنے آپ کو پتھر یا مٹی سمجھ لیتا ہے۔ اسی کی مصیبت سُکھ سے کٹتی ہے۔ اُسے جسمانی" مانسک دونو طرح کے کشٹ کم ہوتے ہیں۔ مگر جو مان اپمان کا خیال رکھتے ہیں ان کی آتمائیں جل جل کر خاک ہوا کرتی ہیں۔ ان کو لمحہ بھر بھی سکھ کی نیند نہیں آتی۔ مصیبت میں بڑوں بڑوں کو نیچا دیکھنا پڑا ہے۔ قدم قدم پر ذلیل اور خوار ہونا پڑا ہے۔ پھر معمولی انسان اس کے سامنے کس کھیت کی مولی ہے؟ ایسا کون ہے۔ جسے مصیبت میں نیچا نہیں دیکھنا پڑا؟

جس ارجن نے اپنے زور بازو سے ساری پرتھوی کو جیتا تھا۔ جنہوں نے اسی شریر میں سُورگ میں جاکر اندر کے دُشمن راکھشسوں کا ناش کیا تھا جنہوں نے شری کرشن کے ساتھ کھانڈو بن میں اگنی دیوتا کو خوش کیا تھا۔ جن کے برابر دھنش دھاری روئے زمین پر دُوسرا نہیں تھا۔ انہیں ارجن کو ہاتھ میں استریوں کا سا کنگن اور کمر میں کردھنی پہن کر وراٹ راج کی کنیا کو ناچنا گانا سکھانا پڑا تھا۔

جن بھیم سین میں اپار بل اور پراکرم تھا۔ جو بڑے بڑے درختوں کو جڑ سے اکھاڑ اکھاڑ کر دشمنوں پر پھینک مارتے تھے۔ جنہوں نے کیچک اور بکا سر وغیرہ راکھشسوں کو ہنستے ہنستے مار ڈالا۔ جن سے دریودھن وغیرہ سب کورو خوف کھاتے تھے۔ انہیں بھیم کو وراٹ راجہ کے رسوئی گھر میں رسوئیے کا کام کر کے اپنے مصیبت کے دن گذارنے پڑے تھے جب راجہ وراٹ کے مغرور رشتہ دار انہیں "رسوئیا" کہ کر پکارتے تھے۔ تب دروپدی کا تن من جل کر خاک ہو جاتا تھا۔ مگر کرم پھل ضرور بھوگنے ہونگے۔ یہ سمجھ کر پانڈو چپ چاپ سب کچھ برداشت کرتے تھے۔

جن دہرم راج یدھشٹر کے ارجن بھیم اور نکل سہدیو جیسے تریلوکی کو جیتنے والے بھائی موجود تھے۔ جن کے پانچال راج دہرشٹ دیومن جیسے مہابلی رشتہ دار تھے۔ جن کے اوپر خود تریلوکی ناتھ شری کرشن کی پوری کرپا تھی۔ ان دہرم راج کو بھی اپنا تیج بل اور پراکرم چھپا کر بنباس میں دن کاٹنے پڑے۔ اور وراٹ راج کی سبھا میں راجہ کو جوا کھلانا پڑا۔ ایک بار وراٹ نے غصہ میں بھر کر اُن کے منہ پر پانسہ دے مارا۔ اس سے خون کی دھارا بہ نکلی ایک سارو بھوم چکرورتی راجہ کا یہ اپمان کیا کم تھا؟ مگر بیچارے نے وقت کا خیال کر کے سب برداشت کر لیا۔ کرتے کیا۔ جب وہ دھاتا ہی اُلٹا تھا۔ جب کہ پراربدھ میں یہ ذلت بھی لکھی تھی۔

اس جگت میں جو بے مثال حسین اُستری تھیں۔ جو بھر جوانی میں تھیں۔ جو سب گنوں کی کان تھیں۔ جو جگت وجئی پانڈوؤں کی دہرم پتنی اور پٹ رانی تھیں۔ جو تریلوک پتی شری کرشن کی پیاری سکھی تھیں۔ انہیں کرشنا یا دروپدی کو مہارانی ہونے پر بھی متسیہ راج کے رنواس میں سیرندھری اناین کا کام کرنا پڑا۔ رنواس کی مغرور عورتیں جب انہیں "ناین" کہ کر پکارتی ہونگی۔ تب مہارانی دروپدی کو کیا کشٹ نہ ہوتا ہوگا؟ مگر وہ بدھی متی تھیں۔ جانتی تھیں کہ پہلے جنم کے کرم پھل ضرور ہی بھوگنے ہونگے

اس لئے سب برداشت کرتی تھیں۔

جو مہاراجہ نل استر ودیا میں ماہر تھے۔ جو منتر بل سے بنا آگ کے آگ جلا لیتے تھے۔ جن کے لاثانی گنوں کے کارن دیوتا بھی ان سے ڈرتے تھے۔ ان کو بھی بن بن کی خاک چھاننی پڑی۔ اور اپنی پران پیاری تریوک موہتی دھرم پتنی مہارانی دمینتی کو بن میں اکیلی سوتی چھوڑ کر ایودھیا کے راجہ رتوپرن کی کوچوانی کر کے دن گذارنے پڑے

جنہوں نے سرشٹ سوریہ بنس میں جنم لیا تھا۔ جن کے پتا دیوراج اندر کے مستر مہاراجہ دشرتھ تھے۔ جن کے گورو خود مہا منی وششٹ جی جیسے مہاتما تھے۔ جن کے سسر جگت کے گیانیوں کے سرتاج مہاراج بدیہہ تھے۔ جن کی دہرم پتنی خود جنک نندنی جانکی جی تھیں۔ جو خود بھی وشنو بھگوان کے اوتار تھے۔ ان بھگوان رامچندر جی کو بھی اپنی پران پیاری مہارانی سیتا کو ساتھ لے کر بن بن گھومنا پڑا

سلطنت مغلیہ کے شہنشاہ ہمایوں کو شیر شاہ سے شکست کھا کر سندھ کے ریگستانوں میں اپنی حاملہ بیگم کو ساتھ لئے لئے بڑے بڑے کشٹ بھوگنے پڑے۔

کہاں تک مثالیں دیتے جائیں۔ کرم پھل سبھی کو بھوگنا پڑتا ہے۔ کوئی بھی اس سے بچ نہیں سکتا۔ بدھیمانوں کو چاہیئے۔ کہ ایسے ایسے مہاتماؤں اور مہابلیوں کی مصیبت کی داستانیں یاد کر کے اپنے چت کو شانت رکھیں اور اپنے مصیبت کے دن ایشور کی یاد کرتے ہوئے خوشی خوشی گذاریں۔

مصیبت اکیلی نہیں آتی

سب کچھ لٹ جانا یا چھن جانا ایک مصیبت ہے۔ راجہ پر دوسرے راجہ کا چڑھ آنا ایک مصیبت ہے۔ روزگار میں ایک دم سے گھاٹا پڑ جانا اور اس وجہ سے غریب ہو جانا اور

بازار سے اُدھار نہ ملنا ایک بھاری مصیبت ہے۔ استری۔ بیٹے وغیرہ پیارے عزیزوں کا مرجانا یا کسی طرح اُن سے جدائی ہو جانا بھی ایک مصیبت ہے۔ اسی طرح انسان پر بہت طرح کی مصیبتیں آیا کرتی ہیں۔ ایک مصیبت کے آتے ہی پھر اور بھی کئی بکھیڑے اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ اُدھر روزگار میں گھاٹا پڑ جاتا ہے۔ اُدھر ساہوکار نالش کرتے ہیں۔ ساتھ ہی گھر میں آگ لگ جاتی ہے۔ اور بال بچے بیمار ہو جاتے ہیں وغیرہ

انگریزی میں ایک کہاوت ہے (Misfortunes never come alone) ۔ مصیبت اکیلی نہیں آیا کرتی۔ جیسا کہ نیتی شاستر میں بھی کہا ہے۔

"زخم میں بار بار چوٹ لگتی ہے۔ گھر میں اناج نہ ہونے پر بھوک بڑھ جاتی ہے۔ آفت میں دشمن بڑھ جاتے ہیں۔ دھاتا کے اُلٹا ہونے سے انسانوں کو یہ سب کلیش ہوتے ہیں۔"

مصیبت میں بھائی بند رشتہ ناطہ توڑ دیتے ہیں۔ اپنے رشتہ دار کو رشتہ دار کہنے میں بھی انہیں شرم آتی ہے۔ اپنے مصیبت زدہ رشتہ دار کو دو چار دن کے لئے اپنے گھر میں ٹھہرانا بھی وہ بُرا سمجھتے ہیں۔ اور کام پڑنے پر خواہ جیل ہو۔ خواہ پھانسی ہوتی ہو۔ تو بھی پیسہ ہوتے ہوئے بھی مدد نہیں کرتے۔ رات دن پاس بیٹھنے والے۔ ہر طرح گلچھرے اُڑانے والے۔ جہاں اپنا پسینہ گرے۔ وہاں خون بہانے کی قسم کھانے والے اور وقت پر جان تک قربان کرنے کی ڈینگ مارنے والے بڑے دلوں میں منہ سے بولنا بھی اپنی ہتک تصور کرتے ہیں۔ گنوار اور کم عقل لوگ بڑے سے بڑے بدھیمان اور گیانی کو بھی گنوار اور بے عقل کہہ دیتے ہیں۔ گدھے گھوڑوں کے لات مارنے لگتے ہیں۔ اور تو کیا بعض باپ بھی اپنے بیٹوں سے دشمنی رکھنے لگتے ہیں۔ اس کے دکھوں پر ہنستے ہیں۔ بعض استریاں بھی مصیبت میں پھنسے ہوئے اپنے پتی سے نفرت کرنے لگتی ہیں۔ اور باتوں کے تیروں سے دل کو چھلنی بنا دیتی ہیں۔

زیادہ کہاں تک کہیں۔ ہر وقت "جی حضور"۔ "جی ہاں" "جو حکم سرکار" کہنے والے ذرا بھویں ٹیڑھی کرنے سے کانپ اٹھنے والے نوکر اور داس داسی تک مصیبت زدہ کے دشمن بن جاتے ہیں۔ مالک کی مصیبت کی خبر پاتے ہی ایک ہو جاتے ہیں۔ رات دن سر جوڑ جوڑ کر مالک کے عیب ڈھونڈا کرتے ہیں۔ اور اپنے مالک کے دشمنوں سے مل جاتے ہیں۔ کسی نے بہت ہی ٹھیک کہا ہے۔ کہ

So many servants, so many enemies.

ارتھات - جتنے نوکر۔ اتنے دشمن۔ بات کسی قدر سچ ہے۔ نوکر چاکر سب سے بڑے دشمن ہوتے ہیں۔ انہیں نمک کا ذرا بھی خیال نہیں آتا۔ اور دشمنوں کو چاہے رحم آ جائے۔ مگر انہیں رحم نہیں آتا۔ یہ لوگ مالک کے سبھی پرانے احسانوں پر پانی پھیر کر مالک کے دشمنوں سے جا ملتے ہیں۔ انہیں اپنے مالک کی سچی جھوٹی نندا سنا سنا کر دکھاتے ہیں۔ اور پھر اپنے مالک کو چھوڑ کر اس کے دشمنوں میں سے کسی کے ہاں لگ جاتے ہیں۔ ہائے! مصیبت میں سوائے ایشور کے کوئی ساتھی نہیں رہتا۔ اپنے تن کے کپڑے بھی اپنے دشمن ہو جاتے ہیں۔ حضرت ذوق نے کیا ہی اچھا کہا ہے

ع

ہوتا نہیں ہے کوئی برے وقت میں شریک
پتے بھی بھاگتے ہیں خزاں میں شجر سے دور

اور بھی کہا ہے اور کیا اچھا کہا ہے :-

پتلیاں تک بھی تو پھر جاتی ہیں دیکھو دم نزع
وقت پڑتا ہے تو سب آنکھ چرا جاتے ہیں

انسان جب سب طرح مایوس ہو جاتا ہے۔ آنکھ پسار کر دیکھنے پر جب اسے کوئی بھی مددگار نظر نہیں آتا۔ تب اسے دین بندھو۔ دیا سندھو۔ اناتھ ناتھ بھگوان کی یاد آتی ہے۔ جوں ہی وہ آرت ہو کر۔ گڑگڑا کر پربھو کو پکارتا ہے۔ آشو توش بھگوان

کا آسن فوراً ہلنے لگتا ہے۔ وہ سنکٹ بھنجن بھگت من رنجن فوراً ہی ننگے پاؤں بھگت کو دکھ سے بچانے کے لئے دوڑتے اور اس کی رکھشا کرتے ہیں۔ ذیل کے بھجن سے بھگت بھگوان کی استتی کرتا ہے۔

بھجن

(پرارتھنا)

دکھ دور کر ہمارا سنسار کے رچیا
تم بن کوئی ہمارا رکھشک نہیں یہاں پر
دنیا میں خوب دیکھا آنکھیں پسار کر کے
سکھ کے سبھی ہیں ساتھی دنیا کے یار سارے
دنیا میں پھنس کے ہم کو حاصل ہوا نہ کچھ پھل
چاروں طرف سے ہم پر غم کی گھٹا ہے چھائی

جلدی سے دو سہارا۔ منجدھار میں ہے نیا
ڈھونڈھا جہان سارا تم سا نہیں رکھیا
ساتھی نہیں ہمارا ماں باپ اور بھیا
تیرا ہی نام پیارا دکھ درد سے بچیا
تیرے بنا ہمارا کوئی نہیں رکھیا؛
سکھ کا کرو اُجالا پرکاش کے کرتیا

اچھا برا ہے جیسا راضی رضا میں رہتا
چیرا ہے یہ تمہارا۔ شدھ لیٹو شدھ لوٹیا

مصیبت آنے سے پہلے ہی گھبرانا نہ

چاہیئے۔ بہت سے کمزور دل آدمی مصیبت کے خیال سے گھبرا کر اپنے روپ بل اور بدھی کو کھو دیتے ہیں۔ اور بے وقت بال سفید کر لیتے ہیں اور چالیس برس کی عمر میں ستر برس کے ہو جاتے ہیں۔ کم عقل اپنی کم عقلی کا پھل آپ ہی نہیں بھوگتے۔ اپنے ننھے ننھے بچوں اور اپنی استری تک کو بھگاتے ہیں۔ ان کے ہر وقت محرمی صورت

بنائے رکھنے سے ان کی استری اور چھوٹے بچے بھی اداس رہنے سے پیلے پڑ جاتے ہیں۔

کہتے ہیں۔ چنتا سے چتا بھلی۔ چتا ایک بار ہی آدمی کو جلا کر خاک کر دیتی ہے۔ مگر چنتا پشاچنی بڑے بڑے دکھ دے کر بری طرح سے جلاتی ہے۔ جس پر چنتا راکھشسی کی کرپا ہوتی ہے۔ اس کی صحت برباد ہو جاتی ہے اور عمر بھی کم ہو جاتی ہے۔ کسی نے سچ کہا ہے۔ کہ

Anxiety is the poison of life

ارتھات چنتا یا فکر زندگی کا زہر ہے۔ اس لئے بھول کر بھی

چنتا نہ کرنی چاہیئے

مصیبت آنے سے پہلے ہی تو بنی کا طوفان کرنا مہا مورکھتا ہے۔ کیونکہ کئی بار جس مصیبت کے ڈر ہی ڈر میں لوگ اس کے آنے کے پہلے ہی پورے ہو لیتے ہیں اور وہ آتی بھی ہے اور نہیں بھی آتی ہے۔ اسی لئے کسی ودوان نے ٹھیک ہی کہا ہے۔

Never trouble yourself with troubles till trouble troubles you

ارتھات۔ "جب تک دکھ نہ آوے۔ تب تک اپنے تئیں دکھ سے دکھی نہ کرو۔"

اس میں دونو ہی طرح سے نقصان ہے۔ اگر مصیبت نہ آئی۔ تو جسم کا خون اور مانس مفت میں جلانا۔ گھر والوں کو دکھ دینا اور دھندے روزگار کا ستیاناش میں ملانا عبث ہی ہے۔ فرض کرو۔ مصیبت آ ہی گئی۔ تو آپ کا پہلے سے ہی اپنے بل۔ بدھی اور ساہس وغیرہ کو گھٹا دینا اچھا نہ ہوا۔ کیونکہ مصیبت سے انسان ان کے بل سے ہی چھٹکارہ پاتا ہے۔ جو ہر حالت میں ہنستا ہی رہتا ہے۔ اس کے بل اور بدھی نشٹ نہیں ہوتے۔ اس کی صحت اچھی رہتی ہے۔ اگر بدقسمتی سے مصیبت آ بھی جاتی ہے۔

تو وہ بآسانی اس کے پار ہو جاتا ہے۔ اس لئے مصیبت میں بھی خوش ہی رہنا اچھا ہے۔ حضرت داغ نے خوب کہا ہے۔

دل دے تو اس مزاج کا پروردگار دے
جو رنج کی گھڑی بھی خوشی میں گذار دے

مصیبت میں کیا کرنا چاہیئے

جب تک مصیبت نہ آوے۔ اس سے گھبرانا نہ چاہیئے۔ ہاں اس کا خیال ضرور رکھنا چاہیئے۔ جب (خدانخواستہ) مصیبت آ جائے۔ تب اس کے ناش کا جتن اپائے کرنا چاہیئے۔ جو مصیبت میں پھنس کر موہ سے صرف روتا ہے۔ ہر وقت فکر مند اور شوک سے بیاکل رہتا ہے۔ اس کا من بیمار ہو جاتا ہے۔ من بیمار ہونے سے ہاتھ پاؤں کاہل نکل جاتا ہے۔ کیونکہ بل کا سارا دارومدار من پر ہی ہے۔ اس لئے مصیبت میں رونا گھبرانا اور چنتا کرنا اپنی مصیبت کو بڑھانا ہے۔ گھبرانے والے کی مصیبت کا خاتمہ نہیں ہوتا۔ مصیبت میں انسان کو "وچار" بچاتا ہے۔ اس لئے مصیبت میں وچار سے کام لینا ہی چترائی ہے۔ بے سمجھ آدمیوں کو مصیبت قدم قدم پر ستاتی ہے۔

دھیرج یا استقلال رکھو

مصیبت میں اچھے اچھے دلیروں کی دلیری کے دیوالے نکل جاتے ہیں۔ بڑے بڑے بہادر گھبرا اٹھتے ہیں۔ مگر جو مصیبت میں گھبرا جاتے ہیں۔ اور صبر کو ہاتھ سے چھوڑ دیتے ہیں وہ بہت جلد مارے جاتے ہیں۔ مصیبت میں نہ گھبرانے والے اور مستقل مزاج لوگ اکثر بچ جاتے ہیں۔ اس لئے مصیبت میں دھیرج کو ہرگز نہ چھوڑنا چاہیئے۔

خلاصہ یہ کہ مصیبت میں گھبراؤ مت۔ دھیرج رکھو۔ چت کو تمام افکارات سے شُدھ کر کے ٹھنڈے دماغ سے مصیبت سے چھٹکارہ پانے کا اُپائے سوچو۔ پرماتما کی کرپا ہوئی۔ چنیہ کا بل ہُوا تو یقیناً ہی آپ کی بُدھی کے ذریعے ہی گھور مصیبت سے آپ کی مُکتی ہو جائے گی۔ مصیبت میں بُدھی ہی بچاتی ہے۔ اس پر ہمیں ایک قصہ یاد آ گیا ہے، سُنئے۔

ایک دن ایک بندر جمنا ندی میں تیر رہا تھا۔ کسی گھڑیال نے اس کا پاؤں پکڑ لیا۔ بندر نے بہت کچھ کوشش کی۔ مگر گھڑیال نے بندر کا پاؤں نہ چھوڑا۔ اتنے میں ایک بندر کنارے پر سے بولا۔ ارے کیا ہُوا؟ کیوں رہ گیا؟

اس نے جواب دیا۔ یار! کیا بتا دیں۔ گھڑیال نے ایک لکڑی اپنے منہ میں دبا رکھی ہے۔ اور سمجھتا ہے۔ کہ میں نے بندر کو پکڑ رکھا ہے۔

یہ سُنتے ہی گھڑیال نے بندر کا پاؤں چھوڑ دیا۔ بندر کی جان بچ گئی۔ اگر بندر گھبرا جاتا اور ہوش بھول جاتا۔ تو کیا بچتا؟ مصیبت میں جس کی بُدھی نشٹ نہیں ہوتی۔ وہ یقیناً ہی بچ جاتا ہے۔

(ادم شم)

شلوک ۸۹

جس کے برہسپتی کی مانند منتری ہیں۔ بجر جیسا شستر۔ دیوتاؤں کی سپاہ سوَرگ جیسا قلعہ۔ ایراوت ہاتھی جیسی سواری۔ اور خود وشنو بھگوان کی جس پر کرپا ہے۔ ایسے بے مثال ایشوریہ والا اندر بھی دشمنوں سے یدھ میں ہارتا ہی رہا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ پُرشارتھ عبث اور دھکار کے یوگیہ ہے۔ ایک ماتر دیو ہی سب کی شرن (لپشت پناہ) ہے۔ (۸۹)

تشریح

مطلب یہ کہ پراربدھ یا قسمت کے مقابلے میں پرشارتھ کوئی چیز نہیں ہے۔ اگر

پرشاد تھ میں بل ہوتا۔ تو اندر کبھی کسی نہ ہارتے۔ ویسے ہی کہا ہے۔ کہ
"جس کا قلعہ ترکوٹا پہاڑ۔ سمندر کھائی۔ راکھشس یودھا۔ کوبیر کا سا دھن
اور جس کے پاس شکر آچاریہ کا بنایا شاستر تھا۔ وہ راون بھی پراربدھ کے بس ہو کر
نشٹ ہو گیا۔"

شکر نیتی میں لکھا ہے۔ کہ
"رامچند اور ارجن کی کال سمبندھی انوکول تا سنسار پر سدھ ہے جب دیو انوکول ہوتا
ہے۔ تب تھوڑا سا نیک کام بھی سپھل ہوتا ہے۔ مگر جب پراربدھ الٹی ہوتی ہے تب
بڑے بھاری ست کرم کا پھل بھی سپھل نہیں ہوتا۔ دیکھئے۔ راجہ بلی اور راجہ ہریشچندر
دان کرنے سے بھی بندھن میں پڑے"

جو بھیشم وسوؤں کے اوتار تھے۔ جو بھیشم دیوتاؤں سے بھی نہ جیتے جا سکتے تھے۔
جن بھیشم نے کھشتر کل کے ناش کرنے والے مہاتما پرشو رام جی کو بھی یدھ میں نیچا
دکھایا تھا۔ جن کے جوڑ کا یودھا اس وقت زمین پر دوسرا نہ تھا۔ انہیں بھیشم کو گوہرن
کے وقت وراٹ نگری میں ارجن نے ہرا دیا۔ جس ارجن نے سورگ میں جا کر اندر کا کام
سپھل کیا تھا۔ جس ارجن نے اپنے زور بازو سے روئے زمین کے سب راجاؤں کو
ہرا کر ان سے اپار خراج لیا تھا۔ جس ارجن نے بھیشم پتامہ اور دروناچاریہ کے بھی چھکے
چھڑا دئے۔ جس ارجن نے مہا تیجسوی شدھ ویر کرن کو بھی میدان جنگ میں ہرا دیا
جس ارجن نے گندھروں کو بھی اپنے زور بازو سے نیچا دکھا دیا۔ وہی ارجن بھی کھاس
تیرتھ میں یادو استریوں کی بھیلوں سے رکھشا نہ کر سکا۔ کیا یہ کچھ کم تعجب کی بات
ہے؟ پرماتما کی لیلا وچتر ہے۔ اس لیلا مئے کی لیلاؤں کو سمجھنا انسان کی طاقت
سے باہر ہے۔

مہاتما سور داس جی نے کیا ہی خوب کہا ہے۔

بھجن

دیا ندھے! توری گت - لکھ نہ پرے - ٹیک

گورو وشسٹ سے پنڈت گیانی - رُچی رُچی لگن دھرے
سیتا ہرن مرن دشرتھ کو بپت میں بپت پرے (۱)
ایک گئو جو دیت وپر کو سو شر لوک ترے
کوٹی گئو راجہ نرگ دینی - سو بھو گوپ پرے (۲)
پِتا بچن پلٹے سو پاپی ..... سو پرہلاد کرے
جن کی رکھشا کارن تم پربھو! نرسنگھ روپ دھرے (۳)
پانڈوجن کے آپ سارتھی - تن پر بپت پرے
دُریودھن کو مان گھٹایو - یدوکل ناش کرے (۴)
تین لوگ اس بپت کے بس میں - بپت بس نہ پرے
سورداس یا کو سوچ نہ کیجے - ہونی تو ہو کے رہے (۵)

خلاصہ یہ کہ دیو یا پرمیشور کے مطابق ہونے سے کمزور اور کم عقل آدمی بھی سیدھی ہدایت کرتا ہے اور دیو کے مخالف ہونے سے مہا بدوان اور مہا بلی جیوان بھی مار جاتے اور منہ کی کھاتے ہیں۔ دیو کی کرپا ہونے سے بگڑے کام بن جاتے ہیں۔ اور اس کی کرپا نہ ہونے سے بنے ہوئے کام بھی بگڑ جاتے ہیں۔ دیو یا قسمت نامرد کو مرد اور مرد کو نامرد بنا دیتا ہے ساری طاقتیں دیو کے ہی ہاتھ میں ہیں۔ اس لئے ایشور پر دھیان ہی رکھنا پڑتا ہے

اب آگے سوچ وچار کر کام کرنے کا اپدیش دیتے ہیں

شلوک ۹۰

اگرچہ انسان کو کرم انوسار پھل ملتے ہیں۔ اور بدھی بھی کرم کے انوسار ہی ہو جاتی ہے۔ تو بھی بدھی مانوں کو خوب سوچ وچار کر ہی کام کرنے چاہیئیں۔ ۱۰۱۹

تشریح

انسان کو پہلے جنموں کے کرموں کے مطابق ہی بُرے یا بھلے پھل ملتے ہیں۔ جیسے پھل ملنے والے ہوتے ہیں۔ ویسی ہی ہونہار ہو جاتی ہے۔ جیسی ہونہار ہوتی ہے ویسے ہی انسان کی بدھی ہو جاتی ہے۔ اگر بھلی ہونی ہوتی ہے۔ تو بدھی بھلی ہو جاتی ہے۔ اور اگر بُری ہونی ہوتی ہے۔ تو بدھی بُری ہو جاتی ہے۔ ہونہار اشرنی کے آگے بڑے بڑے بدھیمانوں کی بھی نہیں چلتی۔

جب انسان کی ہونہار بُری ہوتی ہے۔ جب اُس پر مصیبت آنے والی ہوتی ہے۔ تب وہ جان بوجھ کر ایسے کام کرتا ہے۔ جن سے مصیبت نہ آتی ہو۔ تو بھی آ دے۔ آدمی جانتا ہے۔ کہ فلاں بن میں رات کے وقت اکیلا جاؤں گا۔ تو ڈاکوؤں سے مارا جاؤں گا۔ دوسرے لوگ بھی یہ بات سمجھاتے ہیں۔ منع کرتے ہیں۔ مگر شدنی کے بس ہو کر وہ اپنے انت کرن کی اور اپنے دوستوں کی بات نہ مان کر جاتا ہے۔ اور مارا جاتا ہے۔

راون نیتی کا لاثانی پنڈت تھا۔ کیا وہ جانتا نہ تھا۔ کہ پر استری ہرن کا نتیجہ اچھا نہیں ہوتا۔ جانتا تو تھا۔ مگر شدنی اس کے سر پر سوار تھی۔ اس لئے اس کی بدھی میں سیتا کو ہر لے جانا ہی ٹھیک معلوم ہوتا تھا۔

راجہ نل کیا جوئے کی برائیوں کو نہ جانتے تھے۔ رامچندر کیا نہیں جانتے تھے۔ کہ سونے کا ہرن نہیں ہوتا؟ مگر وہ اس کے پیچھے سیتا کو چھوڑ کر بھاگے۔ لکشمن اور سیتا کیا نہ جانتے تھے۔ کہ رام کو مارنے والا تری لوکی بھر میں کوئی پیدا نہیں ہوا۔ پھر بھی لکشمن

سیتا جی کو کٹیا میں چھوڑ کر بھاگ گئے۔ ان باتوں سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ انسان پراوبدھ کے بس ہو کر جان بوجھ کر بھی بُرے کام کرتا ہے نیتی میں کہا ہے کہ

"انسان جان کر بھی۔ پراربدھ کے بس ہو کر برے کام کرتا ہے۔ ورنہ سنسار میں بُرا کام کسے اچھا لگتا ہے؟"

"سونے کا ہرن ہونا ناممکن ہے۔ تو بھی رامچندر جی کو مایا کے ہرن کا لالچ آ گیا۔ اکثر مصیبت کے وقت بدھیمانوں کی بدھی بھی ملین ہو جاتی ہے۔"

ان مثالوں سے اچھی طرح سمجھ میں آ جاتا ہے۔ کہ شامت اعمال کے مطابق جیسی ہونہار ہوتی ہے ویسی ہی عقل بھی ہو جاتی ہے۔ کہا ہے:

وناشں کالے وپریت بدھی

اوقات جب تباہی کا وقت آتا ہے۔ تب بڑے سے بڑے عقلمند کی عقل بھی ماری جاتی ہے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی۔ تو پنڈت شرومنی راون اور وشنو کے اوتار شری رام چندر جی کیوں مصیبت بھوگتے؟ جب خود رام اور راون سے ہی بھاری بھول ہوئیں۔ تب اور آدمیوں کی تو بات ہی کیا ہے؟

تاہم پھر بھی

وچار کر کام کرنا چاہیئے

کرم پھل کے مطابق عقل ہو جاتی ہے۔ اس میں ذرا بھی شک نہیں۔ پھر بھی دانا لوگ سوچ وچار کو کام کرنے کی صلاح دیتے ہیں۔ وچار کر کام کرنے سے انسان دوش کا بھاگی نہیں ہوتا۔ اور خود اس کے دل میں کھٹکا نہیں رہتا۔

شلوک ۹۱

کسی گنجے آدمی کا سر دھوپ سے جلنے لگا۔ وہ سایہ کے خیال سے ایک تاڑ کے درخت کے نیچے جا کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے وہاں پہنچتے ہی ایک بڑا تاڑ کا پھل اس کے سر پر بڑے زور سے گرا۔ اس سے اس کی کھوپڑی پھوٹ گئی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ بدقسمت آدمی جہاں جاتا ہے اس کی مصیبت بھی اکثر اس کے ساتھ ہی ساتھ جاتی ہے۔ (۹۱)

تشریح

مطلب یہ کہ بدقسمت آدمی کی رکھشا کہیں بھی نہیں ہوتی۔ ابھاگے کی مصیبت ابھاگے کے پیچھے پیچھے رہتی ہے۔ وہ اپنی مصیبت سے بچنے کے لئے کتنی بھی کوشش کیوں کرے بچ نہیں سکتا۔ کہتے ہیں۔ کسی آدمی کو ڈاکوؤں نے گھیر لیا۔ جان بچانے کے لئے وہ سامنے کے جنگل میں بھاگا۔ وہاں شیر اور ہاتھی اس کے پیچھے پڑ گئے۔ تب جان بچانے کے لئے وہ ایک کنوئیں میں کود پڑا۔ وہاں اسے سانپ نے کاٹ کھایا

شلوک ۹۲

ہاتھی اور سانپ کو بندھن میں دیکھ کر۔ سورج اور چاند میں گرہن لگتے دیکھ کر اور بدھی مان پنڈتوں کو مفلس و نادار دیکھ کر۔ میری سمجھ میں یہی آتا ہے۔ کہ ودھاتا ہی سب سے بلوان ہے۔ (۹۲)

تشریح

بلا شبہ ودھاتا سب سے بلوان ہے۔ وہ جو کچھ قسمت میں لکھ دیتا ہے۔ اسے کوئی بڑے سے بڑا بھی نہیں مٹا سکتا۔ کپال (قسمت کے لیکھ) کے دوش سے ہی شو جی ننگے رہتے ہیں۔ اور کپال کے دوش سے ہی وشنو سانپ کی سیج پر سوتے ہیں۔ جو پرندہ سو سے جن کی بلندی سے بھی زیادہ دوری سے اپنے بھوجن (ماکس) کو دیکھ لیتا ہے۔ وہی

جب پراربدھ کھوٹی ہوتی ہے۔ جال کے پھندے کو پاس سے بھی نہیں دیکھ سکتا۔ کیونکہ
قسمت کا لکھا ہو کر ہی رہتا ہے۔

شلوک ۹۳

بڑے ہی دکھ کی بات ہے۔ کہ ودھاتا سب گنوں کی کان اور پرتھوی
کے بھوشن پرش رتن کو پیدا کر کے اس کی دیہہ کو فانی کر دیتا ہے۔ اس
سے ودھاتا کی مورکھتا ہی پرگٹ ہوتی ہے۔ (۹۳)

تشریح

انسان اشرف المخلوقات ہونے پر بھی فانی ہے۔ ارتھات اس کی عمر کچھ نہیں۔
وہ پانی کے بلبلے کی طرح لمحہ بھر میں ناش ہو جاتا ہے۔ برھما جی پرتھوی کی شوبھا کے
لئے اشرف المخلوقات انسان کو بناتے ہیں یہ تو اچھی بات ہے۔ مگر اسے پلک مارتے
ہی ناش کر دیتے ہیں۔ یہ بات (یوگی راج بھرتری ہری جی کے نزدیک) اچھی نہیں
ہے۔ سار یہ ہے۔ کہ انسان پانی کا بلبلہ ہے۔ پلک مارتے ہی ناش ہو جاتا ہے۔ اس
لئے اس بجلی کی چمک کی مانند چنچل دھن۔ جوانی اور زندگی پر ابھیمان نہ کر کے دن رات
پراپکار کرنا چاہیئے۔ اپنا ایک دن بھی اور ایک لمحہ بھی پراپکار اور پرماتما کے بھجن کے
بنا نہ گذارنا چاہیئے۔ مندرجہ ذیل بھجن غافلوں کی بدھی پر کوڑے کا کام دے گا۔

مکھڑا کیا دیکھے درپن میں

راگ کافی

مکھڑا کیا دیکھے درپن میں
تیرے دیا دھرم نہ من میں

ہری ہری پاگ کیسریا جامہ
سوہت گورے تن میں

وا دن کی تو ہی خبر نہیں جب
کوڑی کوڑی مایا جوڑی
جب یم دوت پکڑے جائیں
سب کی ٹھالی طوطا راضی
گھر باری ہیں گھر تیا راضی
اینٹھت چلت مروڑت مونچھیں
کہیں کبیر بجائی ایسا ٹھٹھرا

آگ لگے گی تن میں (۱)
شہرت لگی ہے دھن میں
دھ جاوے من کی من میں (۲)
کوئیل راضی چمن میں
سادھو راضی بن میں (۳)
تیل چوئے زلفن میں
کیسے رٹے گا رن میں؟ (۴)

کب تک؟

رہے گی گھمنڈ پر یہ آب کب تک
رہے گا صاحب شباب کب تک؟
یہ نیند غفلت کا خواب کب تک
بچو گے آخر جناب کب تک؟ (۱)

یہ شان و شوکت غضب نزاکت
یہ ناز نخرے عجب قیامت!
یہ ظلم زور و ستم شرارت!
بنے رہو گے نواب کب تک؟ (۲)

ہے چند روزہ بہارِ گلشن
نہ یہ ہمیشہ رہے جوانی
فریب دے دے پلاؤ زردہ
پکے گا قیمہ کباب کب تک؟ (۳)

ستاتے ہو بے گناہ ناحق
کس گھمنڈ میں پھرو ہو بھولے؟
ڈرو نہ یارو غضب خدا سے
سہو گے لاکھوں عذاب کب تک؟ (۴)

روتے چلے گئے یہاں سے کتنے
تمہیں انوکھے نہیں ستم گر
کروگے چھپ چھپ کے داد کب تک؟
چلے گی کاغذ کی ناؤ کب تک؟ (۵)

هزاروں باتیں لغو بناتے !
گلوں پہ لاکھوں چھری چلاتے
بدی سے اب تک نہ باز آتے
رہے گا قاتل خطاب کب تک ؟ ۶

غریبوں کا جب گلا دباتے !
حرامزادوں کو زر لٹاتے
ترس نہ دل میں ذرا بھی کھاتے ؟
اُڑیں یہ گلگلوں شراب کب تک ؟ ۷

قضا کا پیغام ہے آنے والا
پُوچھے گا حاکم اس کا حوالا
چلو گے آخر مُنہ کرکے کالا
نہ دو گے آخر جواب کب تک ؟ ۸

دُنیا میں ہے یہ دو دن کا میلا
اس چار دن کی ہی چاندنی میں
ہل مل کے رہنا ہے سب کو لازم
کرو گے ہم سے حجاب کب تک ؟ ۹

یہ عمدہ موقعہ ملے نہ ہر دم
اب کھول آنکھیں اُدھر کو دیکھو
اے سونے والو وِچار دیکھو !
رہے گا مُنہ پر نقاب کب تک ؟ ۱۰

بیدار ہو کر بلدیو جلدی
پڑا رہے گا بتوں کے در پر
اب یادِ حق میں لگائے دل کو !
بتادے خانہ خراب کب تک ؟ ۱۱

ہری بھج اُترو پارا

عامہان

جوبن دھن پاؤنا دن چارا
ہاڑ مانس کا بنا پنجرا
رنگ پتنگ لگائے اوپر
پشو چام کی بنت پنہیا
یا دیہی کو کچھ نہ بنے گو

یا کو گرب کرے سو گنوارا
بھیتر بھرا کھنڈارا
کاریگر کرتارا (۱)
نوبت اور نقارہ
سمجھت ناہیں گنوارا (۲)

ایک لکھ پُتر سوا لکھ ناتی
پُتر پوتر پری دارا

ایسا مرد گرد میں مل گیا
لنکا کا رکھوارا (۳)

یہ سنسار ہاٹ کا میلا
بنج کرو بیوپارا

کہت کبیر سُنو بھائی سادھو
ہر کی بھج اُترو پارا (۴)

اُٹھ جاگ!

اُٹھ جاگ رے مسافر!
کس نیند سو رہا ہے؟

جیون اَمول پیارے!
کیوں مفت کھو رہا ہے؟ (۱)

رہنا نہ یاں پہ ہوگا!
دُنیا سرائے فانی

پھنس کر بدی میں پیارے
کیوں مست ہو رہا ہے؟ (۲)

لے لے دھرم کا توشہ
مت بھول اَے دیوانے!

نیکی کی کھیتی کر لے
کیوں پاپ بو رہا ہے؟ (۳)

ماتا پتا و بھائی!
ہونگے نہ کوئی ساتھی

کیوں مُوہ پوٹلی بوجھا
ناحق کو ڈھو رہا ہے؟ (۴)

کشتی تری پُرانی
حکمت سے پار کر لے

اَے دِل! اتھاہ جل ہیں
تو کیوں ڈبو رہا ہے؟ (۵)

روتا فضول کیوں ہے؟

نر تن کو پا کے مُورکھا
سُت متر بندھو دارا۔ سمجھے تو کس کو پیارا
کس سے تو یاری کرتا۔ قربان ہو ہو مرتا
یاں یار ہیں بہو رنگی۔ دو دن کے تیرے سنگی
کیوں بنتا ہے دیوانہ۔ جگ ہے مسافر خانہ

کھوتا فضول کیوں ہے؟ ٹھیک
مطلب کی ہے یہ دُنیا۔ روتا فضول کیوں ہے؟
اشکوں سے اپنے منہ کو۔ دھوتا فضول کیوں ہے؟
اُلفت کا بیج دل میں بوتا فضول کیوں ہے؟
بیدار ہو مرے دل سوتا فضول کیوں ہے؟

بلدیو سمجھ سودائی! شُدھ بُدھ کہاں گنوائی
رُسوائیوں کے پیچھے ہوتا فضول کیوں ہے؟

شلوک ۴۹

اگر کریل کے درخت میں پتے نہیں لگتے۔ تو اس میں بسنت کا دوش کیا ہے؟ اگر اُلو کو دن میں دکھائی نہیں دیتا۔ تو اس میں سورج کا کیا دوش ہے؟ اگر پپیہے کے منہ میں جل دھارا نہیں گرتی تو اس میں میگھ کا کیا دوش ہے؟ ودھاتا نے جو کچھ قسمت میں لکھ دیا ہے۔ اُسے کوئی بھی مٹا نہیں سکتا۔ (۴۹)

کرم پرشنسا

شلوک ۹۵

دیوتاؤں کو ہم نمسکار کرتے ہیں۔ مگر وہ سب ودھاتا کے بس میں ہیں اس لئے ہم ودھاتا کو نمسکار کرتے ہیں۔ مگر ودھاتا بھی ہمارے پہلے جنم کے انوسار ہی پھل دیتا ہے۔ جب پھل اور ودھاتا دونو ہی کرم کے بس میں ہیں۔ تب دیوتاؤں اور ودھاتا سے کیا مطلب؟ "کرم" ہی سب سے اوپر بڑا ہے۔ اس لئے ہم کرم کو ہی نمسکار کرتے ہیں۔ جس کے خلاف ودھاتا بھی کچھ نہیں کر سکتے۔ (۹۵)

تشریح ۹۵

گوسوامی تلسیداس جی کہتے ہیں۔ ؎

کرم پردھان وشو کر راکھا　||　جو جس کرہی سو تس پھل چاکھا

اس کے مطابق کرم ہی سب سے پردھان ہے۔ انسان جیسا کرم کرتا ہے ودھاتا اسے ویسا ہی پھل دیتا ہے۔ اس ودھاتا نہ تو کسی قسم کی رعایت ہی کر سکتا ہے۔ اور نہ کرم کے خلاف ہی پھل دے سکتا ہے۔ مطلب یہ کہ ہم نے جو کرم کئے ہیں ان کے انوسار ہی پھل ہمیں ملے گا۔ ہم لاکھ دیوتاؤں کی خوشامد کریں وہ کرم کے خلاف کچھ بھی کر نہیں سکتے۔ وہ تو کیا خود ودھاتا بھی لیکھ میں میخ نہیں مار سکتا۔ جو لوگ دکھ کے وقت پرماتما کو برا بھلا کہا کرتے ہیں۔ وہ بڑے ہی ناسمجھ ہیں۔ پرماتما نہ کسی کو سکھ دیتا ہے نہ دکھ۔ سکھ دکھ انسان کے پراربدھ آدھین ہے۔ پراربدھ انسان کے کئے ہوئے کرموں

سے بنتی ہے۔ اس لئے کرم ہی پردھان ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں -

شلوک ۹۶

جس کرم کے بل سے برہما اس برھمانڈ کے چکر میں سدا کمہار کا کام کر رہا ہے۔ وشنو بھگوان دس اوتار لینے کے مہا سنکٹ میں پڑے ہوئے ہیں۔ رُدر (مہادیو) ہاتھ میں کپال لئے بھیک مانگتے پھرتے ہیں۔ اور سورج آکاش میں چکر لگاتار رہتا ہے۔ اس کرم کو ہم نمسکار کرتے ہیں (۹۶)

تشریح

ایک دوسرے کوی نے بھی کہا ہے :-

"رام کو جس نے بن بن پھرایا۔ سندر چاند میں کلنک لگایا۔ سمندر کو کھاری بنایا۔ شیش کو سانپ بنایا۔ مہادیو کو کاپالک بنایا۔ مانڈویہ مُنی کو سُولی پر چڑھایا پانڈوؤں سے بھیک منگوائی۔ اور راجہ بلی کو جس نے پاتال میں بھیجدیا۔ اس کرم کو نمسکار ہے۔

مطلب یہ کہ برھما۔ وشنو۔ مہیش اور سُورج بھگوان۔ یہ سب کرم کے آدھین ہیں اس لئے کرم ان سے بڑا ہے

شلوک ۹۷

انسان کی سُندر شکل۔ اعلےٰ خاندان۔ سداچار۔ ودیا اور خوب اچھی طرح سے کی ہوئی سیوا۔ یہ سب کچھ پھل نہیں دیتے۔ بلکہ پہلے جنم کے کرم ہی وقت پر درخت کی طرح پھل دیتے ہیں (۹۷)

تشریح

بویا ہوا درخت جیسے وقت پر پھل دیتا ہے۔ ایسے ہی پہلے جنموں کے کئے ہوئے کرم بھی اپنے وقت پر اپنا برا یا بھلا پھل دیتے ہیں۔ جیسا کہ کہا ہے۔

سب جگہ بھاگیہ پھلتا ہے۔ ودیا اور پرشارتھ نہیں پھلتے۔ ہری اور ہر دونو نے مل کر سمندر کو متھا۔ مگر ہری (وشنو) کو لکھشمی ملی اور ہر (مہادیو) جی کو زہر" استاد ذوق نے کیا اچھا کہا ہے۔

قسمت سے ہی لاچار ہوں اے ذوق ؔ وگرنہ
ہر فن میں ہوں میں طاق مجھے کیا نہیں آتا؟

ہم روز اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ کہ بڑے بڑے ودوان اور محنتی لوگ مارے مارے پھرتے ہیں۔ انہیں پورا کھانا کپڑا بھی نصیب نہیں ہوتا۔ دوسری طرف ایسے لوگ بھی نظر آتے ہیں۔ جو ایک حرف بھی پڑھے لکھے نہیں۔ جنہیں دھوتی باندھنا اور بات کرنا بھی نہیں آتا۔ مگر وہ سہج میں ہی معمولی سی کوشش سے لاکھوں کروڑوں کے مالک ہو جاتے ہیں۔ ان باتوں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ سبھی اپنے اپنے کرم انو سار پھل پاتے ہیں۔

جنہوں نے پہلے جنم میں اچھے کرم نہیں کئے ہیں۔ جنہوں نے کچھ بھی نہیں بویا ہے۔ وہ اس جنم میں کیسے کاٹ سکتے ہیں؟ جس نے آم بوئے ہیں۔ وہ تو آم کھاتا ہے مگر جس نے ببول بوئے ہیں۔ وہ آم کیسے پا سکتا ہے؟ پہلے جنموں کے اچھے یا برے کرموں کا پھل ملتا ہے۔ مگر وہ اپنے وقت پر ہی ملتا ہے۔ کیونکہ درخت اپنے موسم میں ہی پھل دیتا ہے۔

شلوک ۹۸

بن میں۔ رن میں۔ دشمنوں میں۔ پانی میں۔ آگ میں۔ سمندر میں یا پہاڑ کی چوٹی پر۔ سوتے ہوئے۔ غافل یا آفت میں پڑے ہوئے آدمی کی رکھشا اس کے پہلے جنم کے پنیہ ہی کرتے ہیں۔ ۹۸

تشریح

مطلب یہ کہ جس کی رکھشا کرنے والا کوئی نہ ہو - مگر اسکی قسمت اچھی ہو - تو وہ زندہ رہتا ہے بن میں چھوڑا ہُوا اناتھ بھی جیتا ہے مگر گھر میں اچھی طرح سے رکھشا کیا ہُوا آدمی بھی مر جاتا ہے۔

ارتھات جس کے پہلے جنم کے کرم اچھے ہوتے ہیں۔ وہ ہر مصیبت سے بچ جاتا ہے - اگر وہ شیر کی غار میں چلا جاتا ہے - تب بھی شیر اُسے نہیں کھاتا - پرابدھ اس کی وہاں بھی رکھشا کرتا ہے۔ اور یہ پرابدھ پہلے جنم کے کرموں کا ہی نام ہے -

شکنتلا کے حالات

میںکا اپسرا حال کی پیدا ہوئی کنیا کو وشوامتر کی گود میں چھوڑ کر سورگ کو اُڑ گئی مُنی نے اس نوزائیدہ کنیا کو ایک سنسان مقام میں راہ کے کنارے رکھ دیا۔ کنیا کے پہلے جنم کے شبھ کرم تھے۔ اس لئے شکُن نامی ایک پرندہ اپنے پروں سے سایہ کرکے اس کی پرورش کرنے لگا۔

اتفاق سے کنو رشی تیرتھ یاترا کرکے اسی طرف آرہے تھے - انہوں نے ننھے سے بچے کو ہاتھ پاؤں ہلاتے دیکھ اٹھا لیا اور آشرم میں لاکر اس کی پرورش کے لئے ایک استری مقرر کردی - اسی بچے کا نام آگے چل کر شکنتلا رکھا گیا - اگر شکنتلا کے پہلے جنم کے شبھ کرم نہ ہوتے - تو شکُن پکھشی اس کی رکھشا کیوں کرتا؟ وہ دہوپ میں ہی بھوک، پیاس سے مر جاتی یا کوئی جنگلی جانور آکر اس کی چٹنی کر جاتا۔

نُورجہاں کے حالات

شاہ جہانگیر کی مشہور عالم چاہتی بیگم نورجہاں سندھ کے جنگلوں میں پیدا ہوئی تھی۔ ماں باپ سخت غریبی کی وجہ سے اپنا ملک ایران چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ راستے میں جیٹھ کی کڑی دہوپ میں کنیا پیدا ہو گئی - زچہ کے لئے کچھ کھانے کو نہ تھا - اُوپر آسمان جل رہا تھا - اور نیچے ریگستان کی بالو تپ کر انگارے کی طرح ہو رہی تھی

اس وقت کنیا کو لے کر راہ چلنے سے ماتا کے بھی مر جانے کا خدشہ تھا۔ اس لئے پتی کے بار بار سمجھانے سے ماتا اپنی آنکھوں کی پتلی کو وہاں چھوڑ دینے پر راضی ہو گئی۔ باپ نے کنیا کو ایک جگہ لٹا دیا۔ اور دونو راہ چلنے لگے۔

تھوڑی ہی دور چل کر پھر ماتا نے کہا۔ میں مر بھلے ہی جاؤں مگر اپنی بچی کو یہاں نہ چھوڑ سکونگی۔ لاچار ہو کر پتی پھر کنیا کو لانے گیا۔ مگر وہاں پہنچتے ہی دیکھتا کیا ہے۔ کہ ایک بڑا بھاری زہریلا سانپ کنیا کے اوپر اپنے پھن سے سایہ کئے ہوئے بیٹھا ہے۔ پتا کی ہمت کنیا کو وہاں سے اٹھانے کی نہ پڑی۔ وہ لوٹنے لگا۔ اتنے میں سانپ اس کا مطلب سمجھ کر وہیں لوپ ہو گیا۔ اور باپ اپنی بیٹی کو چھاتی سے لگا کر لے آیا۔ اگر اس نوزائیدہ کنیا کے پہلے جنم کے شبھ کرم نہ ہوتے۔ تو وہ لمحہ بھر میں ہی اس انگارے کی مانند گرم ریت پر جل کر جان دے دیتی۔ پہلے جنم نے شبھ کرموں نے ہی اس کی سانپ بن کر رکھشا کی

ایسی اور بھی سینکڑوں مثالیں دی جا سکتی ہیں۔ مگر دستاد مجھے اتنا ہی کافی ہے۔ نیتی میں کیا ہی اچھا کہا ہے۔ کہ

سو بانوں سے بندھا (زخمی) ہوا ہوا شریر دھاری بھی بنا وقت نہیں مرتا اور کال آنے پر کشا کی نوک چھو جانے پر بھی مر جاتا ہے۔ کسی ہندی کے شاعر نے بھی خوب کہا ہے۔ ؎

جا کو راکھے سائیاں مار نہ سکے کوئے
بال نہ بانکا کر سکے۔ جو جگ ویری ہوئے

شکاری اور ہرن

ایک شکاری نے دو طرف دائیں بائیں جال لگا لیا۔ سامنے کی طرف جنگل میں آگ

لگا دی اور چوتھی طرف اپنا کتا لے کر آپ کھڑا ہو گیا۔ اس جال کے درمیان ایک
ہرنی معہ اپنے بچے کے گھر گئی۔

جب ہرنی گھر گئی۔ تب شکاری نے اپنا کتا چھوڑا اور آپ تیر کمان لے کر چھوڑنے
لگا۔ ہرنی نہ داہنے جا سکتی تھی۔ نہ بائیں اور نہ سامنے ہی۔ کیونکہ دو طرف جال، اور تیسری
طرف آگ جل رہی تھی۔ پیچھے کی طرف شکاری اور اس کا کتا تھا۔ ہرن نے اناتھوں کے
ناتھ جگن ناتھ کو یاد کیا۔ آسمان میں فوراً بدلی چھائی، اور بجلی چمکنے لگی۔ شکاری کا
پاؤں ایک سانپ نے پکڑ لیا اور کتے پر بجلی گری۔ اس طرح جگدیش نے ہرنی اور اس
بچے کی جان بچائی۔ پرماتما کی لیلا نیاری ہے۔ جسے وہ بچانا چاہتا ہے اسے کون مار
سکتا ہے؟ انگریزی میں ایک ضرب المثل ہے۔

If God is our defence, who is against us? Motto.

کبوتر اور شکاری

ایک درخت پر ایک کبوتر اور کبوتری کا جوڑا بیٹھا ہوا تھا۔ اتنے میں ایک شکاری
وہاں پہنچا۔ اس نے ان کے مارنے کو نشانہ لگایا۔ اتنے میں ایک باز بھی کہیں سے اڑتا ہوا
وہیں آ پہنچا۔ اس نے بھی اپنی گھات لگائی۔ نیچے شکاری اور اوپر باز۔ ان دونو کے
درمیان وہ کبوتر کا جوڑا پڑا تھا۔ موت کے منہ میں جانے میں کوئی کسر نہ رہی۔
یہ حالت دیکھ کر کبوتری نے اپنے پتی سے گھبرا کر کہا۔ ہے ناتھ! کال سر پر آ گیا
دیکھئے۔ نیچے شکاری کمان پر تیر چڑھائے کھڑا ہے۔ اوپر باز اسی گھات میں اڑ
رہا ہے۔ اور جھپٹا مارنا ہی چاہتا ہے۔ اب جان کیسے بچے

مگر مارنے والے سے بچانے والا بڑا زبردست ہے۔ شکاری نے جوں ہی کمان
سے تیر چھوڑنا چاہا۔ کہ ایک سانپ کہیں سے آ کر اس کے پاؤں میں چمٹ گیا اور اسے

کاٹ لیا۔ اس سے شکاری کا نشانہ کبوتر کے جوڑے کی طرف سے ہٹ کر باز کی طرف ہو گیا۔ اور تیر چھوٹتے ہی باز کو جا لگا۔

اس طرح باز اور شکاری دونو کال کا لقمہ بن گئے۔ اور کبوتر کا جوڑا جس کی جان جانے میں ذرا بھی دیر نہیں تھی۔ اپنے پہلے جنم کے پُنیہ کرموں اور جگدیش کی دیا سے بال بال بچ گیا۔ دیو کی گتی بڑی بچتر ہے۔

شلوک ۹۹

ہے سجنو! اگر آپ من چاہا پھل چاہتے ہیں۔ تب آپ اور گنوں میں کشٹ اور ہٹھ سے عبث پرلیشرم نہ کر کے صرف ست کریا اسداچار سرُوپی بھگوتی کی آرادھنا کیجئے۔ وہ دشٹوں کو سجن۔ مُورکھوں کو پنڈت۔ دشمنوں کو دوست۔ گپت وشیوں کو پرگٹ اور زہر ہلاہل کو فوراً امرت کر سکتی ہے۔

تشریح

مہاتما بھرتری ہری جی اپدیش دیتے ہیں کہ اے بھلے لوگو! اگر آپ اس جگت میں اپنی حسب مرضی سُکھ بھوگنے کی خواہش رکھتے ہیں تو آپ دیگر صفات کو اختیار کرنے میں عبث تکلیف نہ اٹھاویں۔ اس کے لئے آپ صرف سداچار یا نیک چلنی کی ہی سچے دل سے پرستش کریں۔ دیگر سب صفات کو چھوڑ کر صرف ایک نیک چلنی یا سداچار کو اختیار کریں گے۔ کیونکہ یہ سداچار سب سے اُتم گُن ہے۔ یہ فوراً دشمن کو دوست مخفی کو ظاہر اور زہر ہلاہل کو امرت بنا دیتا ہے۔ شکر نیتی میں کہا ہے۔ کہ "اچھے کاموں سے اچھا اور برے کاموں سے بُرا پھل ملتا ہے۔ اس لئے شاستر کے ذریعے اچھے اور بُرے کا گیان پراپت کر کے برے کاموں کو تیاگ دو۔ اور اچھے کاموں کو اختیار کرو"

سداچار کی مہما کوئی بیان نہیں کر سکتا۔ سداچاری سارے جگت کو اپنا ہی انا

ہے۔ سب کے دکھوں میں ہمدردی پرگٹ کرتا ہے۔ راستی۔ کھشما اور دیا (رحمدلی) وغیرہ سدگنوں کو دھارن کرتا ہے۔ اور جان چلی جانے پر بھی انصاف کی راہ سے متزلزل نہیں ہوتا۔ سداچاری سب پرانیوں کو پریم کی نگاہ سے دیکھتا ہوا میٹھی بولی بولتا ہے۔ کسی سے بھی کڑوی بات نہیں کہتا۔ پیٹھ پیچھے کسی کی غیبت بھی نہیں کرتا۔ وہ پراپکار کو اپنی زندگی کا سب سے بڑا مقصد مانتا ہے۔

سداچاری کے جو من میں ہوتا ہے۔ وہی کہتا ہے اور جو کہتا ہے۔ وہی کرتا ہے۔ وہ جان چلی جانے پر اپنے اقرار سے کبھی نہیں پھرتا۔ سداچاری کی ہنسی میں کہی ہوئی بات بھی پتھر کی لکیر ہوتی ہے۔ سداچاری اپنا فرض ادا کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہتا ہے۔

سداچاری پرش اپنی نیک چلنی کی وجہ سے سارے جگت کو اپنے بس میں کر لیتا ہے۔ دُنیا اس پر وشواس کرتی ہے اور اس کے اشارے پر چلتی ہے۔ سنسار کے سب پرانی اس کی تعظیم کرتے ہیں۔ سداچاری سب کا پوجنیہ ہوتا ہے۔ سداچاری اونچے سے اُونچی پدوی پاتا اور سنسار کے سبھی سُکھ بھوگتا ہے۔ سداچاری کا دشمن کوئی نہیں سبھی اس کے خیر خواہ دوست ہوتے ہیں

آج تک جتنے بھی رشی مُنی اور اوتار، پیر پیغمبر اور اولیا ہوئے ہیں، اُن سب کی اتنی پرستش صرف ان کے سداچار کی وجہ سے ہی ہوتی ہے۔ مہاتما بدھ۔ حضرت عیسےٰ اور حضرت محمد صاحب کے کروڑوں پیرو کار اُن کے سداچار کی وجہ سے ہی ہوئے ہیں۔ سداچار کی وجہ سے ہی رام اور کرشن بھگوان کے اوتار مانے جاتے ہیں۔

مطلب یہ کہ جو لوگ سنسار میں اعلےٰ سے اعلےٰ درجہ حاصل کرنا چاہیں۔ وہ سداچاری بنیں۔ سداچار سے ان کے سبھی منورتھ پورے ہونگے۔ ردھی سدھی اُن کے دروازوں پر ہاتھ باندھے کھڑی رہے گی اور ان کے دُشمن ان کے قدموں میں

If I keep my character I shall be rich enough. گریسگے

شلوک ۱۰۰

کوئی کام کیسا ہی اچھا یا برا کیوں نہ ہو۔ کام کرنے والے بدھیمان کو پہلے اس کے انجام کا وچار کر کے تب کام میں ہاتھ لگانا چاہیئے۔ کیونکہ بنا وچارے بہت جلدی سے کئے ہوئے کام کا پھل موت تک ہردے کو جلاتا اور خار کی طرح کھٹکتا رہتا ہے۔ (۱۰۰)

وچار کر کام کرنا چاہیئے

عقلمند آدمی کو کسی کام کو شروع کرنے میں جلدی نہیں کرنی چاہیئے۔ کام شروع کرنے سے اس کے نتائج پر خوب اچھی طرح سے وچار لینا چاہیئے۔ اگر اس کام کا نتیجہ اچھا دکھائی دے۔ تو کرنا چاہیئے۔ اگر اس کام کے کرنے سے برا نتیجہ نکلنے کا امکان ہو تو اسے بھول کر بھی نہ کرنا چاہیئے۔ انگریزی میں کہا ہے۔

Before you begin, consider well; and when you have considered, act. Even in the moment of action there is room for consideration. Goethe.

جلدبازی کا نتیجہ سدا برا ہوتا ہے۔ کسی نے ٹھیک ہی کہا ہے کہ ایک قدم چوکنے سے انسان بڑی بری طرح سے گرتا ہے۔ ذرا سی غلطی سے انسان ایسی ٹھوکر کھاتا ہے کہ سنبھالے نہیں سنبھلتا۔ گردھر کوی رائے کہتے ہیں۔

بنا وچارے جو کرے | سو پاچھے پچھتائے
کام بگارے آپنو | جگ میں ہوت ہنسائے

جگ میں ہوت ہنسائے
کھان پان سمان نا
کہہ گردھر کوی رائے
کھٹکت ہے جیا ماہیں

چت میں چین نہ آوے
راگ رنگ من ہیں نہ بھاوے
دُکھ کچھو ٹرت نہ ٹارے
کیو جو بنا وچارے

مطلب یہ کہ جو آدمی بنا وچارے کام کرتا ہے۔ وہ بعد میں پچھتاتا ہے اپنا کام بگاڑتا ہے اور جگ ہنسائی کراتا ہے۔ اس کا چت ہر وقت بے چین رہتا ہے۔ اور اسے کچھ بھی اچھا نہیں لگتا۔ پنچ تنتر میں بھی لکھا ہے۔

"جو متروں اور آپت پرشوں سے صلاح لے کر اور اپنی بدھی سے وچار کر کام کرتا ہے۔ وہ لکشمی اور لیش کو پراپت ہوتا ہے۔" اس لئے ہمیشہ سوچ سمجھ کر کام کرو کیونکہ جلدی کرنا کام شیطان کا ہوتا ہے۔

شلوک ۱۰۱

جو بدقسمت اس کرم بھومی (سنسار) میں آ کر تپ نہیں کرتا۔ وہ بلاشبہ اس مورکھ کی طرح ہے۔ جو لہسن کو مرکٹ منی کے برتن میں چندن کے ایندھن سے پکاتا ہے۔ یا کھیت میں سونے کا ہل جوت کر آک کی جڑ بونا چاہتا ہے۔ یا کودوں کے کھیت کے چاروں طرف کپور کے درختوں کو کاٹ کر اس کی باڑھ لگاتا ہے۔ (۱۰۱)

تپ کی مہما

یہ سنسار کرم بھومی (میدانِ عمل) ہے۔ اور منش دیہہ بڑے بھاگیہ سے ملتا ہے۔ جو آدمی اس درلبھ منش جنم کو وشے بھوگوں میں گنوا دیتا ہے۔ تپ نہیں

کرتا۔ ارتھات پرماتما کی آرادھنا اور اپاسنا نہیں کرتا۔ وہ بڑی بھول کرتا ہے۔ مرکت منی کے برتن میں چندن کی لکڑیاں جلا کر لہسن پکانا جس طرح مہا مورکھتا ہے۔ اسی طرح منش دیہہ پا کر وشے واسناؤں میں پھنسے رہنا بھی مورکھتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ اور بھی کہا ہے کہ

اگر انسان کو سب کامناؤں کے پورا کرنے والی اٹوٹ (بے انداز) لکشمی مل جائے۔ تو کیا؟ اگر تریلوکی کا راجیہ مل جائے۔ تو کیا؟ اگر انسان اپنے سب کے سب دشمنوں کو زیر کر لے۔ تو کیا؟ اگر بہت سے متر اور رشتہ دار اور عزت و مرتبہ حاصل کرے۔ تو کیا؟ اگر سینکڑوں چندر بدنی استریاں مل جائیں تو کیا؟ اگر وہ اس جسم سے کلپ بھر تک بھی جیتا رہے۔ تو کیا؟ اگر سنسار ساگر سے پار لگانے والی برہم کی جیوتی ہردے میں نہ جگی۔ تو مندرجہ بالا سب شان و شوکتوں سے کیا مطلب یہ کہ برہم گیان یا ایشور کی سچی بھگتی کے بنا یہ سب عبث ہیں۔

بھامنی ولاش میں خوب ہی کہا ہے۔

خواہ پاتال میں چلا جا۔ خواہ اندرپوری میں۔ خواہ سمیرو پہاڑ پر چڑھ خواہ سات سمندر کے پار جا۔ تیری آشا شانت نہ ہوگی۔ اس لئے دکھوں اور کشٹوں سے ہارے ہوئے من! اگر تو اپنا سدا بھلا چاہتا ہے۔ تو شری کرشن روپی رساین کا سیون کر عبث اور سردردی سے کچھ لابھ نہیں ہے۔

مہاتماؤں نے کہا ہے۔

بھرت بھرت آتیا۔ پائی مانش دیہہ
تلسی ولمب نہ کیجئے۔ بھج لیجے رگھوبر
دھن جو بن یوں جائے گا۔ جا بدھ اڑت کپور
شواس شواس پہ نام بھج شواس نہ برتھا کھوئے

ایسو اوسر پھر کہاں نام ہی جلدی لیہہ
تن ترکش سے جات ہے شواس سار سو تیر
نارائن گوپال بھج کیوں چاہے جگ و جور
نہ جانے اس شواس کا آنا ہوئے نہ ہوئے

سنسار میں آکر انسان کو اپنا ایک لمحہ بھر بھی بنا پراوپکار اور پرماتما کے بھجن کے گنوانا سخت نادانی ہے۔ جو اپنے بنانے والے جو اپنے سب سکھ دینے والے کو اور لمحہ لمحہ میں رکھشا کرنے والے سوامی کو ہی بھول جاتے ہیں۔ وہ بڑے ناشکرے ہیں جو لوگ سچا سکھ چاہتے ہیں۔ انہیں چاہیئے کہ سب چنتاؤں کو چھوڑ کر پرماتما کی بھگتی اور پراُپکار کریں۔ اس لوک میں انسان کے یہی کرتویہ ہیں۔ انسان اس کرم بھومی میں اچھے اچھے شبھ کرم کرنے کے لئے ہی بھیجا گیا ہے۔ سوامی شنکر آچاریہ جی کہتے ہیں۔

سوال۔ سنسار میں جیووں کا جوڑ کیا ہے؟ — جواب۔ چنتا

سوال۔ مورکھ کون ہے؟ — جواب۔ جو ضمیر کی آواز نہیں سنتا

سوال۔ کرتویہ کیا ہے؟ — جواب۔ شو اور وشنو بھگوان کی بھگتی

سوال۔ اُوتم جیون کون سا ہے؟ — جواب۔ جو پاپ رہت ہے

خلاصہ یہ کہ جس عمر کا ایک لمحہ بھی موت کے وقت بڑھ نہیں سکتا۔ اس بیش قیمت عمر کو دشے بھوگوں میں نشٹ کرنا اور اپنا فرض منصبی ادا نہ کرنا۔ اپنی عزیز عمر کو عبث گنوانا ہے۔ ذیل میں ناظرین کی ضیافت طبع کے لئے چند اچھے اچھے بھجن درج کئے جاتے ہیں۔ آپ انہیں زبانی یاد کر لیں اور فرصت کے وقت گایا کریں

سُدھار من میرے

سُدھار من میرے بگڑی ہوئی کو سُدھار

کھانے میں سونے میں کھیلوں میں میلوں میں۔ بھولا پھرے کیوں گنوار (۱)

کھیلوں تماشوں کی یاروں کی باتوں کی۔ تھوڑے دنوں کی بہار (۲)

دمڑی پہ چمڑی پہ مرتا ہے گرتا ہے۔ ہنستا ہے کیوں توں چھار (۳)

تُلسی ہتیا کر رووے بھوری۔ سمجھے نہ سار اور اسار (۴)
پاوے تبھی شانتی راؤ مے شیام تو۔ شُدھ جبھے جب سچا وچار (۵)
وچار من میرے! بگڑی ہوئی کو سُدھار۔ سُدھار من

دیوانہ کیوں ہوا ہے؟

کِسے دیکھ دِل! تو ہُوا ہے دیوانا | ۱ | نہیں تیری اس زندگی کا ٹھکانا
ہزاروں شہنشاہ ہوئے اس زمین پر | ۲ | گئے کوچ کر حین کو آتے نہ جانا
جو پیدا ہے ناپید ہوگا وہ اِک دن | ۳ | پھرا سو جرا اور بھرا سو بتانا
دھرم ایک ہمراہ کیول چلے گا | ۴ | رہے گا پڑا سب یہیں پر خزانہ
ہے دھوکے کی ٹٹی جہاں یہ اُپلندر | ۵ | سمجھ کے چلو ملک ہے یہ بیگانہ
کر دیا داس کی جو مالک جہاں کا | ۶ | اسی کی دیا سے مٹے آنا جانا

دا خالی ہوا

آیو کیوں کھوتا ہے؟

پڑے لوبھ موہ کے جال میں نر! آیو کیوں کھوتا ہے۔ ٹیک

یہ جگ جان رین کا سپنا || جس کو کہتا اپنا اپنا!
بھول گیا ایشور کا جپنا || پھنسا ہُوا دھن مال میں
کیوں سُکھ کی نیند سوتا ہے (۱)

چلے اکڑ بن چھیل چھبیلا | انت سمے سب ہو گیا ڈھیلا
کام نہ آئے کنُبہ قبیلہ | بھُولا جین کے خیال میں
کوئی ساتھی نہیں ہوتا ہے (۲)

اب کیوں سر دُھن دھن پچھتاوے | رُودن کرے اور شور مچاوے
کچھ نہیں تیری پار بساوے | چُوکا پہلی چال میں ہا ہا
کیا کھرا کھرا روتا ہے (۳)

سمجھ سوچ کر قدم اٹھانا | مشکل ہے مانُش تن پانا
کہے مراری جو ہو دانا | بھج ہر کو ہر حال میں
کیوں پاپ بیج بوتا ہے (۴)

موہن میں من کو لگاؤ

جو موہن میں من کو لگائے ہوئے ہیں | وہ پھل اپنے جیون کا پائے ہوئے ہیں
جو بندے ہیں دنیا کے گندے سراسر | وہ پھندے میں خود کو پھنسائے ہوئے ہیں
جو سوتے ہیں غفلت میں روتے ہیں آخر | وہ کھوتے رتن ہاتھ آئے ہوئے ہیں
پکڑ پایا ست گور کے دامن کو جس نے
وہی ہے مگن سب ستائے ہوئے ہیں

چار دن کا جیون ہے!

جیون دن چار کا رے
مندر محل۔ اٹاری۔ بنگلے
جس دن کوچ کرے گا مورکھ!
کوڑی کوڑی مایا جوڑی
ساتھ نہ جائے پھوٹی کوڑی
اپنے آپ کو بڑا جان کے
تیرے جیسے تو لاکھوں چلے گئے
مان نے شکھشا کھنہ داس کی
پر مارتھ اور نیتیہ کرم کر

یہ من مورکھ پھرے مستانہ
نقدی مال خزانہ !!
سب کچھ ہوئے بیگانہ !!
بن بیٹھا دھنوانا
نکل جائے جب پرانا (۲)
کیوں کرتا ابھیمانا ؟
تو کس کا مہانا ؟ ۳
جو چاہے کلیانا
دے دینوں کو دانا (۴)

تم دیکھو رے لوگو!

تم دیکھو رے لوگو! بھول بھلیاں کا تماشہ
نہ کوئی آتا نہ کوئی جاتا
کون کسی کی بہن بھانجی
دیہہ تلک تریا کا ناطہ
مرگھٹ تک کے لوگ براتی

یہی جگت کا ناطہ !!
کون کسی کا بھراتا ؟ (۱)
پوٹی تک کی ماتا
ہنس اکیلا جاتا رے تم (۲)

لٹھا پہنے ململ پہنے
شال دوشالے سب ہی اوڑھے
کوڑی کوڑی مایا جوڑی
کہت کبیر سنو بھائی سادھو

پہنے مخمل خاصا
انت خاک میں باسا۔ رے تم (۳)
جوڑے پانچ پچاسا
سنگ چلے نہیں ماسا۔ رے تم (۴)

جگ جوآ؟

کیا دیکھ دیوانہ ہوا رے: ٹیک

مایا پتی سار کی شوبھی	۱	ناری نرک کا کوآ رے
ہاڑ چام کا بنا پنجرا	۲	تامیں منوا سوا رے
بھائی بند ہو اور کٹنب گھنیرا	۳	تن میں بیچ بیچ ہوا رے
کہت کبیر سنو بھائی سادھو	۴	ہار چلا جگ جوآ رے

شلوک ۱۰۲

چاہے سمندر میں غوطے لگاؤ۔ چاہے سمیرو پہاڑ کے سر پر چڑھ جاؤ۔ خواہ مونر کرنے یدھ میں دشمن کا سامنا کرو۔ خواہ کھیتی بنج بیوپار اور نوکری وغیرہ سب پیشوں اور سب ہنروں کو سیکھو۔ خواہ بڑی کوشش سے پرندوں کی طرح آسمان میں پرواز کرو۔ مگر پراربدھ کے بس انہونی کبھی ہوتی نہیں اور ہونہار ٹلتی نہیں (۱۰۱)

تشریح

ایک اور کوی نے بہت ہی خوب کہا ہے کہ:۔

"جو ہونہار نہیں ہے وہ نہیں ہوتی اور جو ہونہار (ہندنی) ہے۔ وہ ہر طرح سے ہو کر رہتی ہے۔"

شیخ سعدی صاحب نے گلستان میں کہا ہے۔ کہ "اس دُنیا میں دو باتیں ناممکن ہیں۔ (ایک) جو قسمت میں لکھا ہے۔ اس سے زیادہ سکھ بھوگنا۔ (دوم) مقررہ وقت سے پہلے مرنا"۔ پھر فرماتے ہیں:۔

اے روزی چاہنے والے! یقین رکھو کہ تجھے بیٹھے بٹھائے کھانے کو ملیگا اور تو جس کو فرشتۂ موت کا پیغام آیا ہے۔ بھاگ مت! تو کہیں بھی کیوں نہ چلا جائے۔ بھاگ کر بچ نہ سکے گا۔ ہاں اگر تیری موت کا دن ابھی نہیں آیا ہے۔ تو تو شیر کے منہ میں ہی کیوں نہ چلا جائے۔ وہ تجھے ہرگز نہ کھائے گا"

واہ وا۔ بلہارے! کیا اچھی نصیحت دی ہے۔ انسان سمجھے تو سمجھ سکتا ہے۔ کہ اسے اپنے بھلے بُرے کرموں کے پھل تو بھوگنے ہی ہونگے۔ ان سے وہ کسی طرح سے بچ نہیں سکتا۔ اگر قسمت میں راجیہ کرنا لکھا ہے۔ تو راجیہ کی خواہش چھوڑ کر بن میں بھاگنے سے بھی راج کرنا ہی ہوگا۔ اگر انسان سنسان بن میں بھی اکیلا بیٹھا رہے۔ تو وہاں بھی اُسے کھانے کو ملے گا۔ بشرطیکہ اس کے پہلے جنم کے پُنیہ ہوں۔ اور اُن پُنیوں کی وجہ سے عمر ہو۔ اگر کوئی انسان کو شیر کے پنجرے میں بھی ڈال دے۔ لیکن اگر اس کے پہلے جنم کے پُنیہ ہوں گے۔ تو شیر اُسے نہ کھائے گا۔ خواہ شیر اندھا ہو جائے خواہ شیر کو پیٹ درد یا کوئی اور بیماری ہو جائے۔ لیکن اگر کسی کے پُنیہ گھٹ گئے ہیں۔ اور اس کی عمر ختم ہو گئی ہے۔ تو وہ خواہ جہاں چھپتا پھرے۔ خواہ سات تالوں کے اندر بند ہو کر لاکھوں فوج پلٹن پہرے پر کھڑی کرے۔ مگر اس کی جان نہیں بچ سکیگی۔ اس کی موت اس کے سایہ کی طرح ہر جگہ اُس کے ساتھ رہے گی۔

شلوک ۱۰۳

جس آدمی کے پہلے جنم کے اُوتم کرم (پنیہ) زیادہ ہوتے ہیں۔ اس کے لئے خوفناک بن بہت بڑا شہر ہو جاتا ہے (جنگل میں منگل ہو جاتا ہے) سبھی لوگ اس کے خیر خواہ متر ہو جاتے ہیں، اور ساری پرتھوی اس کے لئے رتنوں سے بھر جاتی ہے۔ (۱۰۳)

تشریح

مطلب یہ کہ جس آدمی کے پہلے جنم کے پُن زیادہ ہیں۔ اس کے لئے جنگل میں بھی منگل ہو جاتا ہے۔ اس کے کٹر دشمن بھی اس کے پکے متر بن جاتے ہیں۔ اور اس کی رات دن سیوا اور خوشامد کرتے ہیں۔ وہ جہاں نظر ڈالتا ہے۔ وہیں اسے دھن ہی دھن نظر آتا ہے۔ اگر وہ مٹی کو چھوتا ہے تو وہ سونا بن جاتی ہے۔

مگر جب پنیہ گھٹ جاتے ہیں۔ تو سب شان وشوکت موتیوں کی لڑی کی طرح بکھر جاتی ہے۔ مطلب یہ کہ پنیہ وان کا سب جگہ آدر ہوتا ہے اس کا سدا کلیان ہوتا ہے، اس کا نہ کوئی دشمن ہوتا ہے۔ اور نہ اسے کسی طرح کا دُکھ یا کشٹ ہوتا ہے۔

شلوک ۱۰۴

لابھ کیا ہے؟ گُنوانوں کی سنگت۔ دُکھ کیا ہے؟ مُورکھوں کی سنگت یا نقصان کیا ہے؟ وقت پر چُوکنا۔ تکمیل کیا ہے؟ دہرم سے پریم۔ شُور بیر کون ہے؟ اندریوں کو بس میں کرنے والا۔ استری کیسی اچھی ہے؟ جو آگیا کارنی اور پتی برتا ہے۔ دھن کیا ہے؟ ودیا۔ سکھ کیا ہے؟ پردیس میں نہ رہنا۔ راجیہ کیا ہے؟ اپنی آگیا کا چلنا۔ (۱۰۴)

تشریح

اس شلوک میں سوال جواب کی شکل میں بھرتری ہری جی نے بہت عمدہ اپدیش

دئے ہیں۔ شری سوامی شنکر آچاریہ جی بھی دو شلوکوں میں فرماتے ہیں

سوال	جواب
سوال۔ رِدیا کیا ہے؟	جواب۔ برھم گتی دینے والی
" بودھ کیا ہے؟	" مکتی کا کارن
" لابھ کیا ہے؟	" اپنے سوروپ کا پہچاننا
" فاتح کون ہے؟	" من کو قابو میں کرنے والا
" سنسار میں دُرلبھ کیا ہے؟	" سدگُن، ست سنگ اور برھم وچار
" سب کچھ تیاگ دینے والا کون ہے؟	" کلیان روپ گیان
" دُرجے دشکل سے جیتا جانیوالا کون؟	" کام دیو

پیارے ناظرین! کہئے۔ کیسے انمول اپدیش ہیں؟ آپ ان کو کئی بار پڑھیں اور ان پر وچار کریں۔ آپ کو بڑا آنند ملے گا۔

اگر آپ چاہتے ہیں کہ اس سنسار میں رہ کر سُکھ پاویں۔ جنم مرن کے پھندے سے بچیں۔ تو آپ ان پر عمل کریں۔ پڑھ کر اگر عمل نہ کیا۔ تو عبث وقت ضائع کیا جو پڑھتے ہوئے پر عمل کرتا ہے۔ وہی سچا وِدوان ہے۔

شلوک ۱۰۵

جو اپریہ (نامرغوب) بچنوں کے مفلس ہیں ارتھات جو کڑوی بانی نہیں بولتے۔ اور جو پریہ (مرغوب) بچنوں کے دھنی ہیں۔ ارتھات سدا میٹھی بانی بولتے ہیں۔ جو اپنی ہی استری سے خوش رہتے ہیں۔ اور پرائی نندا سے بچتے ہیں۔ ایسے پُرش رتن اس جگت میں کہیں کہیں ہی ہیں ارتھات شاذ و نادر ہی ملتے ہیں۔ (۱۰۵)

تشریح

مطلب یہ کہ جن کے ہاں کڑوے بچنوں کا ٹوٹا ہے اور میٹھے بچنوں کی کثرت ہے

جو اپنی ہی استری پر صبر کرتے ہیں۔ اور پرائی نندا نہیں کرتے۔ ایسے پرش رتن روئے زمین پر شاذ و نادر ہی ہوتے ہیں۔

شیریں بیانی

ست پرشوں کے پاس خواہ اور سب چیزوں کی کمی ہو۔ مگر ان کے پاس میٹھے بچنوں کی کمی نہیں ہوتی۔ جو ان کے پاس جاتا ہے۔ جو اُن سے ملتا ہے۔ اسے وہ اپنے امرت سمان میٹھے بچنوں سے اپنے بس میں کر لیتے ہیں۔ کہا ہے۔

چٹائی۔ زمین۔ جل اور سچے میٹھے بچن۔ ان سے بھلے آدمیوں کا گھر کبھی خالی نہیں ہوتا۔ ارتھات سجنوں کے گھر میں غریب ہونے پر بھی یہ چیزیں تو ضرور ہی ہوتی ہیں۔ پرانی ماتر پر دیا۔ سب سے متر تا۔ دان اور مدھر بانی۔ ان کے مانند لبی کرن منتر جگت میں اور نہیں ہے کہا ہے۔

تلسی میٹھے بچن تے۔ سکھ اپجت چہوں اور
وشی کرن یہ منتر ہے۔ تج دے بچن کٹھور

شیریں بیانی سے پرائے بھی اپنے ہو جاتے ہیں۔ اور سنگدل بھی موم ہو جاتے ہیں۔ انگریزی میں ایک کہاوت ہے

Soft words win hard hearts.

ارتھات نرم لفظ سخت دلوں کو بھی جیت لیتے ہیں۔ اور بھی ایک کہاوت ہے

Kind words are as a physician to an afflicted spirit.

ارتھات۔ دکھی آدمی کے لئے دیا اور تسلی بھرے شبد معالج کا کام دیتے ہیں۔ اس لئے سدا میٹھے بولو۔ اور تم سدا سکھی رہو گے۔

کڑوے بچن

کڑوے بچنوں سے گہرے دوست بھی دشمن ہو جاتے ہیں۔ اور اس کی (تلخ زبان) کی کوئی مدد نہیں کرتا۔ تلخ زبان آدمی سے کامیابی دُور بھاگتی ہے اور لکشمی اس سے نفرت کرتی ہے۔ کٹھور بچن کا تیر ہردے میں گہرا زخم کرتا ہے۔ کہا ہے کہ

بان کا گھاؤ بھر جاتا ہے۔ کلہاڑے کا کاٹا ہوا درخت پھر ہرا ہو جاتا ہے۔ مگر کٹھور باتی سے لگا ہوا زخم کبھی نہیں بھرتا۔ اس لئے مہاپرش بھول کر بھی کسی کے دل دکھانے والی بات نہیں کہتے۔ کیونکہ یہ پرایا دل دکھانے کو ہی سب سے بڑا پاپ (گناہ عظیم) سمجھتے ہیں۔ اتنا ہی نہیں۔ مہاپرش اپنے تئیں گالی دینے والے کو بھی گالی نہیں دیتے دیں کہاں سے؟ جس کے پاس جس چیز کا عدم ہے۔ وہ اسے کہاں سے دیگا؟

ایک مہاتما کو دُشٹ لوگ عبث ہی ستایا کرتے تھے۔ ان کے اوپر تیروں کی طرح کٹھور بچنوں اور گالیوں کی بوچھاڑ کیا کرتے تھے۔ مگر وہ اس کے عوض میں میٹھی میٹھی باتیں کہتے تھے۔ ایک بار تنگ آ کر وہ کہنے لگے۔

" دو۔ دو۔ آپ گالی وان ہیں (آپ کے پاس گالیوں کا دھن بہت ہے) کوئی دھنوان ہوتا ہے۔ کوئی بلوان ہوتا ہے۔ آپ گالی وان ہیں۔ مگر میرے پاس تو گالیوں اور کٹھور بچنوں کا دھن نہیں ہے۔ میں گالی وان نہیں ہوں۔ اس لئے میں گالی کہاں سے دوں؟ جس کے پاس جو چیز ہوتی ہے۔ وہی وہ دوسرے کو دے سکتا ہے۔ خرگوش اپنے سینگ کسی کو کیا دے گا؟" اور بھی کہا ہے کہ

"دشمن خواہ میرے سر پر لگاتار آگ برساتے رہیں۔ خواہ مجھ پر تلوار کی چوٹیں کریں مگر میں جواب میں ذرا بھی بدکلامی نہ کروں۔" ہے پرمیشور! مجھے ایسا صبر و قرار دے۔

مہاتماؤں کا سوبھاؤ ہی ایسا ہوتا ہے۔ کہ وہ اپنے دُکھ دینے والے کا بھی بھلا

ای کرتے ہیں۔ آم کے درخت پر لوگ پتھر مارتے ہیں مگر وہ میٹھے پھل دیتا ہے۔ دودھ کو خواہ لوگ کتنا ہی تپاویں۔ کتنا ہی متھیں۔ مگر وہ سب چوٹیں سہتا ہوا بھی اپنے دکھ دینے والے کو چکنائی (گھی) ہی دیتا ہے۔ ایسے ہی سجن بھی سب سے میٹھا بولتے ہیں اور مور کی طرح سب کے پیارے ہوتے ہیں۔

استری نرک کا مول

استری حقیقت میں زہر ہے مگر امرت سی دکھائی دیتی ہے۔ اتھاہ جل میں ڈوبنے سے آدمی بچ سکتا ہے مگر استری میں ڈوبنے سے نہیں بچ سکتا۔ بھگتی۔ مکتی اور گیان کی استری دشمن ہے۔ اور پرماتما سے ملنے (وصالِ یاری) کی راہ میں ناقابل عبور گھاٹی ہے۔ استری اپنے تیکھے نین بانوں سے مرد کو شراب کی طرح بدمست کر دیتی ہے۔ اور اُسے اپنی حسب مرضی چلاتی ہے۔ استری چراغ اور پرش پتنگ ہے۔ پرش اگیان سے اس کے جھوٹے روپ پر فریفتہ ہو کر اپنا لوک و پرلوک بگاڑتا ہے۔ استری کی پریت کا کچھ بھی بھروسہ نہیں ہے۔ وہ رُت بدلتے بدلتے پرائی ہو جاتی ہے۔ ایسا مہاتما لوگ کہتے ہیں۔

اپنے سکھ اور سوارتھ کے لئے استری پرش کو متوالا کر کے اس سے کون کون سے نیچ کرم نہیں کراتی۔ اسی کے لئے مرد ہر ایک کے کٹھور بچن سہتا۔ ذلیل ہوتا۔ آدمی آدمی کی خوشامد کرتا اور کئی طرح کے دکھ بھوگا کرتا ہے۔ ایسی نرک کی کان اور دکھوں کے گھر استری کے پیچھے جو مرتے ہیں۔ وہ کیا بدھیمان ہیں؟ جو ایسی ایک استری کے گھر میں ہونے پر بھی خوش نہیں رہتے۔ اور پرائی استریوں کو چاہتے ہیں۔ ان ادھمیوں کو کیا کہیں؟ پہلے جنم کے پاپوں کی وجہ سے ان کی عقل ماری گئی ہے۔

سنساری کو استری بنا سکھ نہیں

اس طرح بایک نظر سے دیکھنے پر استری مہا گندی اور لوک وپرلوک بگاڑنے والی معلوم ہوتی ہے۔ مگر اس کے بنا سنسار بھی نہیں چل سکتا۔ استری مایا روپ ہے۔ یہ نہ ہو۔ تو پرماتما کی سرشٹی ہی لوپ ہو جائے۔ اس کھلاڑی کا سارا کھیل ہی ختم ہو جائے۔ استری ہی پرشوں کی کھان ہے۔ اسے دھرو۔ پرہلاد۔ بھگیرتھ۔ رام کرشن۔ ارجن۔ بھیم۔ ماندھاتا اور ہریشچندر جیسے مہاپرش پیدا ہوئے ہیں۔ اس لئے وہ ہزار دوش ہونے پر بھی اچھی ہے۔ پتھر ہونے پر بھی بے بہا رتن ہے۔ زہر ہونے پر بھی امرت ہے۔ استری ہی گھر کی شوبھا اور لکشمی ہے۔ بنا استری گھر گھر نہیں بن ہے۔ پرش اور استری کا ازلی وابدی سمبندھ ہے۔

استری اور پرش دونوں مل کر ایک دیہہ بنتی ہے۔ اس لئے بنا استری کے پرش ادھورا ہے۔ تندرستی اور پتی برتا استری۔ یہی دو سنسار کے سچے سکھ ہیں۔ اپنا نج کا گھر اور اپنی پتی برتا استری سونے اور موتیوں کی طرح بیش قیمت ہیں۔ بنا استری کے ہمیں اپنی زندگی کے آغاز میں مدد کرنے والا کوئی نہیں اور زندگی کے آخری دنوں میں تسلی وتشفی کرنے والا کوئی نہیں۔ اتنا ہی نہیں۔ بنا استری کے ہم اپنے دھرم کے کام بھی پورے طور سے سرانجام نہیں دے سکتے۔ پس یہ ماننا پڑتا ہے۔ کہ سنساریوں کو سنسار میں استری کے بنا ذرا بھی سکھ نہیں۔ اس لئے انیک رشی منی بنباس کرتے ہوئے بھی استریوں کو اپنے ساتھ رکھتے تھے اور پرماتما کی سرشٹی کو بڑھاتے تھے

اپنی ہی استری پر صبر کرو

اپنی استری کیسی ہی بڑی باڈی ہو۔ پرش کو اسے ہی اپسرا سمجھ کر اسی سے اپنا

چت خوش کرنا چاہیئے۔ اپنی استری کے بدصورت ہونے پر بھی پرائی استری پر من نہ بگاڑنا چاہیئے۔ پر استریوں کو اپنی ماتا کی طرح سمجھنا چاہیئے۔ جیسی اپنی استری۔ ویسی ہی پرائی۔ پرائی استری میں ہیرے نہیں لٹکتے۔ مگر نادانوں کو اپنی اچھی چیز بھی بُری معلوم ہوتی ہے۔ اور پرائی بُری بھی اچھی معلوم ہوتی ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ وجہ یہ ہے۔ کہ اپنی استری ہر وقت آنکھوں کے سامنے رہتی ہے۔ انسان کا سوبھاو ہے۔ کہ اُسے آسانی سے مل جانے والی چیز بُری اور مشکل سے ملنے والی اچھی لگتی ہے ایک مغربی وِدوان نے بھی یہی بات کہی ہے۔ کہ دوسروں کی چیز ہمیں بہت پیاری لگتی ہے اور ہماری چیز دُوسروں کو پیاری لگتی ہے۔ انسان کا سوبھاو ہی کچھ ایسا ہے کہ اسے پرائی تھالی کا بھوجن اپنی تھالی کے بھوجن سے اچھا معلوم ہوتا ہے۔ مگر سچ بات تو یہ ہے کہ پرنادی تیز تلوار ہے۔ زہر ہلاہل ہے۔ اس سے سدا بچنا چاہیئے۔

شلوک ۱۰۶

دھیرج وان پرش گھور دُکھ پڑنے پر بھی اپنے دھیرج کو نہیں چھوڑتا۔ کیونکہ جلتی اگنی کے اُلٹی کر دینے پر بھی اس کی لپیٹ اوپر کو ہی رہتی ہے۔ نیچے کی طرف نہیں جاتی۔ (۱۰۶)

مطلب یہ کہ دھیرج وانوں کا سوبھاو ہے کہ سخت مصیبت پڑنے پر بھی اپنے دھیرج کو نہیں تیاگتے۔

شلوک ۱۰۷

استریوں کے کٹاکش رُوپی بان جس کے ہردے کو نہیں بیندھتے۔ کرودھ رُوپی اگنی کی جوالا جس کے انتہ کرن کو نہیں جلاتی۔ اور اندریوں کے وشے بھوگ جس کے چت کو لوبھ کے پھندے میں باندھ کر نہیں کھینچتے۔ وہ دھیر پرش تینوں لوکوں کو اپنے بس میں کر لیتا ہے۔ (۱۰۷)

شلوک ۱۰۸

جس طرح ایک ہی تیجسوی سورج سارے جگت کو پرکاشت کرتا ہے۔ اسی طرح ایک ہی شورویر ساری پرتھوی کو پاؤں تلے دبا کر اپنے بس میں کر لیتا ہے۔

شلوک ۱۰۹

ستیہ برت تیجسوی پرش اپنی پرتگیا بھنگ کرنے کی نسبت اپنے پران دے دینا اچھا سمجھتے ہیں۔ کیونکہ پرتگیا لجا وغیرہ سرلیشٹ گنوں کی ماتا اور اپنی ماتا کی طرح شدھ ہردے اور سوادھین رہنے والی ہے

شلوک ۱۱۰

آگ اس پرش کے لئے جل کی مانند بن جاتی ہے۔ سمندر معمولی نالے کی مانند بن جاتا ہے۔ سمیرو پہاڑ معمولی ٹیلے کی مانند دکھائی دیتا ہے۔ شیر اس آدمی کے آگے ہرن بن جاتا ہے۔ اور سانپ اس کے لئے پھولوں کی مالا بن جاتا ہے۔ زہر اس کے لئے امرت بن جاتا ہے جس پرش کے شریر میں سب جگت کو موہنے والا شیل (سداچار) پرکاشمان ہے

اوم شم

یہاں پر بھرتری ہری جی کرت نیتی شتک مع تشریح کے ختم ہوا

ویراگ شتک

مہاتما بھرتری ہری جی کا نیتی شتک سماپت ہوا۔ اب آگے اسی ڈھنگ پر ویراگ شتک شائع کرنے کا وچار ہے۔ پریمی سجن رسالہ سکھ ساگر کے گراہک بڑھا کر مشکور کریں ماہ اپریل کا سکھ ساگر بوجہ مارشدھ کے بھاگوت نمبر کے بند رہے گا۔ ویراگ شتک ماہ مئی میں چھپے گا

منیجر

ادم تت ست

اوم

یوگی راج بھرتری ہری جی مہاراج

کا

ویراگ شتک جلد اول

اُردو ترجمہ معہ تشریح

از

شریمان پربارتھی ایڈیٹر مارتنڈ و مہابھارت

لاہور

... الیکٹرک پریس پیسہ اخبار ... باہتمام لالہ رام لال ورما پربارتھی پبلشر، پرنٹر و ایڈیٹر ...

ہری نام کیرتن

(۱)

گوبند گوبند ہرے مرارے
گوبند گوبند مکند کرشن :
گوبند گوبند رتھانگ پانے
گوبند گوبند مادھو ایتی

ہریر نام - ہریر نام - ہریر نام اؤ کیولم (۲) کلو ناستی ایو ناستی ایو ناستی ایو گتی ریتھا

ہرے رام ہرے رام - رام رام ہرے ہرے
ہرے کرشن ہرے کرشن - کرشن کرشن ہرے ہرے

رگھوپتی راگھو راجہ رام
جے رگھونندن جے سیا رام
جے یدونندن جے گھنشیام
جے مدھوسودن جے گوپال !
جے رگھونندن جے گھنشیام !
جے دامودر کرشن مُرار ! !
جے گوبندم جے گوپال ! !

پتت پاون جے سیا رام !
جانکی بلبھ ستیا رام !
رکمنی بلبھ رادھے شیام !
جے مرلی دھر جے نندلال !
جے ستیا پتی رادھے شیام !
دیوکی نندن سرب آدھار !
کیشو مادھو دین دیال !

شری کرشن گوبند ہرے مرارے
ہے ناتھ نارائن واسو دیو !
رادھے شیام رادھے شیام جے رادھے شیام
ستیا رام ستیا رام جے ستیا رام !
گوبند جے جے گوپال جے جے
رادھے رمن ہری گوبند جے جے
جے میراں کے گردھر ناگر جے تلسی کے رام
جے نرسی کے سانوریا جے سوُرداس کے شیام

آنند و سکھ ساگر کے خاص نمبر

۱۔ بھاگوت نمبر۔ شریمد بھاگوت کی ایشور بھگتی اور گیان کی منوہر کتھائیں۔ قیمت ۱۰/

۲۔ طبی نمبر۔ سر سے لے کر پاؤں تک کی ہر مرض کے پانصد مجرب نسخہ جات۔ ۵/

۳۔ کرشن نمبر۔ بھگوان کرشن کے پریمیوں کے لئے انمول رتن ہے۔ قیمت ۶/

۴۔ روحانی نمبر ۴/ ۵۔ کتھا نمبر ۳/ ۶۔ اپاسنا نمبر ۳/ ۷۔ اُتم وچار نمبر ۱/

(۸) ہاسیہ نمبر۔ دل بہلاوے کے لئے ہنسی دل لگی کا سامان۔ عجیب چیز ہے۔ قیمت ۸/

(۹) آتم کلیان نمبر ۳/ (۱۰) شردھا بھگتی پرکاش نمبر ۳/

(۱۱) آنند کا پیسے کی مایا نمبر ۳/

۱۲۔ سکھ ساگر کا کرشن نمبر۔ بھگتی رس سے بھرپور۔ کرشن پریمیوں کے لئے۔ قیمت ۳/

۱۳۔ " " یوگ نمبر۔ زمانہ حال کے یوگی اروبند گھوش کی تصنیف قیمت ۶/

۱۴۔ آنکھ نمبر۔ آنکھوں کی تمام بیماریوں کے لئے مجرب نسخے و سرمہ جات و ہدایات مفید ۳/

۱۵۔ پوتر جیون نمبر۔ جیون کو پوتر بنانا۔ ۳/ (۱۶) جیون مکتی نمبر۔ قیمت ۳/

۱۷۔ سکھ ساگر کا نیتی شتک نمبر

اس میں نیتی شتک کا ترجمہ مع تشریح کے درج ہے۔ جنوری فروری مارچ کے تین نمبر ۱/

۱۸۔ اُپنشد گیان مالا جلد اوّل

ایش اُپنشد ۴/ کین اُپ نشد ۴/ کٹھ اُپ نشد ہر دو حصہ ۱۲/ پرشن اپنشد ۶/

مندرجہ بالا چاروں اُپ نشد مجلد۔ قیمت صرف ۱۲/۔ مینجر آنند پستکالیہ لاہور

زندگی کو شاندار بنانے والی کتاب

جیون سدھار

جلد اول

اس میں مندرجہ ذیل آٹھ کتب شامل ہیں۔ (۱) دھرم کی زندگی (۲) بھگوان رام کے اپدیش (۳) آئینہ سدا چار (۴) فرائض انسانی (۵) برہمچریہ کے سادھن (۶) فتحمند زندگی (۷) شری کرشن چرتر (۸) سو سال کی عمر حاصل کرنا

مندرجہ بالا کتب مجلد کی قیمت [illegible] کی بجائے صرف [illegible] رکھی گئی ہے۔

جلد دوم

اس میں مندرجہ ذیل آٹھ کتب شامل ہیں۔ (۱) زندگی کس طرح بسر کرنا (۲) جیسے چاہو ویسے بن جاؤ (۳) خوشی و کامیابی کی بنیادی اصول (۴) راہ نجات کی ابتدائی منزلیں (۵) شانتی کی دولت (۶) اچھی عادتیں ڈالنے کی تعلیم (۷) غصہ دور کرنے کی تدابیر (۸) اپنے خیر خواہ بنو۔ مندرجہ بالا آٹھ کتب کی قیمت صرف [illegible] ہے۔ مگر سب کی رعایتی قیمت مجلد کی صرف [illegible] رکھی گئی ہے۔

جلد سوم

اس میں مندرجہ ذیل آٹھ کتب شامل ہیں۔ (۱) ادم کی مہما (۲) گائتری کی مہما (۳) ادھیاتم یوگ (۴) جیون مکتی کے سادھن (۵) پوتر جیون کے سادھن (۶) اشٹا دش شلوکی گیتا (۷) بھجن مالا (۸) ویراگ سندیش

مندرجہ بالا آٹھ کتب جن کی مجموعی قیمت دو جلد [illegible] ہے۔ رعایتی قیمت صرف [illegible] رکھی گئی ہے

مزید رعایت

مندرجہ بالا تینوں جلدوں کی مجموعی قیمت چار روپے بارہ آنے ہوتی ہے۔ مگر تینوں جلدیں یکمشت منگانے پر رعایتی قیمت چار روپے بارہ آنہ کی بجائے صرف [illegible] میں بھیجی جائینگی۔ ان تینوں جلدوں میں سب کی سب کتابیں دھارمک اور اخلاقی ہیں۔ اس لئے سب بھائی منگوا کر لابھ اٹھاویں

منیجر مارتنڈ پستکالیہ لاہور

اوم

مہاراجہ بھرتری ہری

کرت

ویراگ شتک

کا

اُردو ترجمہ معہ تشریح

شلوک پہلا۔ ایشٹ بندنا

جو دسوں اطراف اور تینوں زمانوں میں بھرپُور ہے۔ جو اپنے ہی انوبھو سے جانا جا سکتا ہے۔ جو شانت اور تیجو مئے (نور مجسم) ہے۔ جو اننت ہے۔ جو چیتن سوروپ ہے۔ ایسے برمھ رُوپ ارتھات سروویاپک پرماتما کو میں نمسکار کرتا ہوں۔ (۱)

تشریح

ہر ایک شبھ کام شروع کرنے سے پہلے آتم سروپ پربھو کی اُپاسنا کرنی چاہیئے اور اُس کام کی نِروگھن سماپتی کے لئے اس کی بندنا کرنی چاہیئے۔ اس لئے مہاراجہ بھرتری ہری جی سب سے پہلے سب اطراف اور سب زمانوں میں موجود رہنے والے اننت۔ اوناشی اور چیتن سوروپ (عالمگیر زندگی) پربھو کو نمسکار کرتے ہیں۔ وہ پربھو پرم شانت اور تیج سوروپ ہے۔ اور اپنے ہی انوبھو سے جانا جا سکتا ہے۔ مطلب یہ کہ اس پربھو کے جاننے کے لئے اپنے ہردے میں ہی اس کی کھوج کرنی چاہیئے۔

شلوک ۲

جو وِدوان (عالم) ہیں۔ وہ ایرشا (حسد و بغض) سے بھرے ہوئے ہیں۔ اور جو دھنوان ہیں۔ ان کو اپنے دھن کا غرور ہے۔ ان کے سوا جو باقی لوگ ہیں۔ وہ اگیانی ہیں۔ جاہل مُطلق ہیں۔ اس لئے اعلےٰ خیالات اور اچھے اچھے کاویہ وِدوان پرش کے جسم میں ہی ناش ہو جاتے ہیں۔ (۲)

تشریح

مطلب یہ کہ جو لوگ وِدوان (لیاقت) عالم فاضل ہیں۔ جنہیں اعلےٰ خیالات کے سمجھنے کی تمیز ہے۔ وہ اپنے علم کے گھمنڈ میں سرشار ہیں۔ وہ دوسروں کے اچھے سے اچھے خیالات اور تصانیف میں صرف نکتہ چینی کرنے میں ہی اپنی علمیت خرچ کرتے ہیں اور اپنے برابر کسی دوسرے کو نہیں سمجھتے۔ اس لئے ایسے گھمنڈیوں سے کچھ امید نہیں ہو سکتی کہ وہ دوسروں کے اعلےٰ خیالات کی قدر کریں گے۔ اور جو دھنوان ہیں۔ وہ اپنے دھن کی مستی میں اندھے ہو رہے ہیں۔ اُن کو سوائے دھن بٹورنے کے کسی سے باتیں کرنے یا کسی کے اعلےٰ خیالات سُننے کی فرصت ہی نہیں۔ اس لئے اُن کے سامنے بھی کسی

اعلےٰ خیال یا اچھی تصنیف کو رکھنا فضول ہے۔

اب رہے تیسرے درجے کے لوگ۔ سو وہ اگیانی اور قطعات جاہل مطلق ہیں۔ ان کو اعلےٰ خیالات کے سمجھنے اور ان کی قدر کرنے کی تمیز نہیں۔ اس لیے ان سے کچھ کہنے یا ان کو اپنی اعلےٰ تصانیف سنانے کو دل نہیں چاہتا۔ ایسی حالت میں کوئی بھی قدردان نہ ہونے کی وجہ سے من میں بڑا دکھ ہوتا ہے۔ کہا ہے! اپنے دل کا درد لینے اُوچیہ وچار کس کو سنائیں؟ اسی وجہ سے ہمارے بہت سے اچھے خیالات اور ہنر ہمارے جسم کے ساتھ ہی بھسم ہو جاتے ہیں۔ یہ کتنے بڑے دُکھ کی بات ہے؟

مطلب یہ کہ جو تمہارے خیالات اور کاموں کو گرہن کریں۔ اور پسند کریں۔ صرف انہیں کو اپنی باتیں سناؤ۔ اور جو تمہارے اعلےٰ خیالات سے مستفید نہ ہونا چاہتا ہو۔ اس کے گلے مت پڑو۔ کیونکہ ایسا کرنے سے آپ کا اپمان ہوگا

سنسار میں سُکھ نہیں

شلوک ۳

مجھے سنسار کے کاموں میں ذرا بھی سُکھ دکھائی نہیں دیتا۔ میری رائے میں تو پُنیہ کرموں کے پھل بھی دُکھدائی ہی ہیں۔ اس کے سوا ایت سے اچھے اچھے پُنیہ کرم کرنے سے جو وشے سُکھ کے سامان پراپت کئے۔ اور جو بہت عرصے تک بھوگے گئے ہیں۔ وہ بھی وشے سُکھ چاہنے والوں کو انت سمیہ میں دُکھوں کے ہی کارن ہوتے ہیں۔ (۳)

تشریح

اس زندگی میں ذرا بھی سکھ نہیں ہے۔ جن کے پاس بے شمار دولت۔ گاڑی گھوڑے

موٹر - نوکر چاکر وغیرہ سب سُکھ کے سامان موجود ہیں۔ راجہ بھی جن کی بات کو نہیں ٹال سکتا۔ ایسے لوگ بھی خواہ اُوپر سے کتنے ہی سُکھی دکھائی دیتے ہوں۔ مگر دراصل وہ سُکھی نہیں ہیں۔ اندر ہی اندر انہیں بھی دُکھ گھُن کی طرح کھا رہا ہے۔ کوئی نہ کوئی دُکھ اُن کو بھی لگا ہی ہے۔ اس بات کو واضح کرنے کے لئے ذیل میں دو مثالیں دی جاتی ہیں۔ ناظرین ان پر غور کریں۔

ایک مہاتما اپنے چیلے کے ساتھ کسی شہر میں گئے۔ وہاں انہوں نے دیکھا کہ ایک ساہوکار اندر بھون جیسے مکان میں بیٹھے تھے سینکڑوں نوکر چاکر دست بستہ سامنے کھڑے تھے۔ دروازے پر عالیشان گاڑیاں کھڑی ہیں۔ ہاتھی جھوم رہے ہیں۔ سامنے سونے چاندی اور ہیرے پنوں کے ڈھیر لگے ہیں۔ مہاتما کو دیکھ کر سیٹھ نے اپنے ایک اہلکار کو اُن کو بھوجن کرانے کی آگیا دی۔ جب گورو چیلے بھوجن کرنے بیٹھے تب چیلا بولا۔ گوروجی! آپ کہتے تھے کہ سنسار میں کوئی بھی سکھی نہیں ہے۔ مگر دیکھئے یہ سیٹھ کتنا سُکھی ہے۔ اسے کسی بات کا دکھ نہیں ہے لکشمی اس کی داسی بن رہی ہے۔

گورو نے کہا۔ ذرا صبر کرو۔ ہم پتہ لگا کر کچھ کہینگے۔

مہاتما نے جب بھوجن کر لیا تب سیٹھ سے بولے۔ سیٹھ جی! پرماتما نے آپ کو سبھی سُکھ دئے ہیں۔ سیٹھ جی رو کر بولے۔ مہاراج! میرے برابر دکھی اس جگت میں کوئی نہ ہوگا۔ مجھے پرماتما نے دھن مال سب کچھ دیا ہے۔ مگر بیٹا ایک بھی نہیں دیا اولاد کے بنا یہ سب سُکھ بے نمک بھاجی کی طرح بے سواد ہے۔ میرا دل رات دن جلا کرتا ہے۔ کبھی مجھے سکھ کی نیند نہیں آتی۔ میں اسی فکر میں گھلا جاتا ہوں کہ بیٹے کے بغیر اس دھن دولت کو کون بھوگے گا۔"

سیٹھ کی باتیں سن کر چیلے نے کہا۔ ہاں گوروجی! آپ کی بات بالکل سچ ہے سنسار

میں کوئی بھی سُکھی نہیں۔ کسی کو کوئی دُکھ ہے تو کسی کو کوئی۔ سچ ہی کہا ہے کہ

نانک دُکھیا کُل سنسار
سو سُکھیا جس نام آدھار

دُوسری کتھا

کسی شہر میں ایک ساہوکار رہتا تھا۔ اس کے ہاں دھن دولت کی کمی نہ تھی اور سب سُکھ حاصل تھے۔ اسی وقت اتفاق سے اس کی استری بیمار ہو گئی۔ ہر طرح کا علاج معالجہ ہونے پر بھی جب اس کے بچنے کی امید نہ رہی۔ تب سیٹھ رونے لگا۔ استری نے کہا۔ آپ کیوں روتے ہیں؟ آپ دھنی ہیں۔ آپ کے سینکڑوں بیاہ ہو سکتے۔ میرے مرتے ہی آپ کی دوسری شادی فوراً ہو جاویگی۔ دُکھ تو مجھے ہے۔ کہ میں نے جگت میں آکر کوئی سُکھ نہ دیکھا۔

سیٹھ نے کہا۔ اگر تم مر گئیں۔ تو میں ہرگز دوسری شادی نہیں کروں گا۔

سیٹھانی بولی۔ کیوں باتیں بناتے ہو۔ میرے دم بند ہوتے ہی آپ یہ سب باتیں بھول جائیں گے۔" یہ سن کر سیٹھ نے جوش میں آکر اپنے الہ تناسل کو کاٹ کر پھینک دیا۔ مگر اتفاق کی بات۔ سیٹھانی اُسی دن سے اچھی ہونے لگیں اور چند روز میں بالکل تندرست ہو گئی۔ اب سیٹھ کو نکما دیکھ کر اس نے نوکروں چاکروں سے کُکرم کرنا شروع کر دیا۔ سیٹھ یہ حال دیکھ سن کر اندر ہی اندر جلنے اور کڑھنے لگا۔

اسی وقت ایک دن شری گورو نانک دیو جی بھائی مردانہ کے ساتھ اسی شہر میں پہنچے۔ بھائی مردانہ اس سیٹھ کی شان و شوکت کو دیکھ کر بولے۔ گورو جی! آپ کہا کرتے ہیں۔ کہ اس جگت میں سُکھی کوئی بھی نہیں ہے۔ کہئے! اس سیٹھ کو کیا دُکھ ہے؟

گورو جی بولے۔ مردانے! یہ سیٹھ اوپر سے سُکھی دکھائی دیتا ہے۔ مگر اندر سے کسی نہ کسی دُکھ سے ضرور دُکھی ہوگا۔ چلو۔ اس سے چل کر دریافت کریں۔

گورو جی نے سیٹھ سے بات چیت کی۔ تو سیٹھ نے کہا۔ مہاراج! پہلے مجھے کوئی بھی دُکھ نہ تھا۔ مگر اب اس دُکھ سے جل جل کر خاک ہوا جاتا ہوں

یہ سُن کر گورو جی بولے۔ ہے مردانے! اس گرہست آشرم میں کوئی بھی سُکھی نہیں ہے۔

سنساری لوگ دھنواؤں کو سُکھی سمجھتے ہیں۔ مگر دھن انرتھ کا مُول ہے۔ یہ بڑے بڑے انرتھوں سے جمع ہوتا ہے۔ اور جمع ہونے پر بھی دُکھوں ہی کا کارن ہوتا ہے۔ اس کے کمانے میں دُکھ اور اس کی حفاظت میں دُکھ ہے۔ دھن کے لوبھ سے چور مار ڈالتے ہیں۔ اگر مار نہ بھی ڈالیں۔ تو بھی دھن ہر لے جاتے ہیں۔ تب دھنی کو مہا کشٹ ہوتا ہے دھنی کے بیٹے پوتے اور دیگر رشتہ دار دھنی آدمی (دھن دولت) کی موت کی کامنا کرتے ہیں۔ دولت مند آدمی کو ہزاروں طرح کی چنتائیں گھیرے رہتی ہیں

بہت سے لوگ راجاؤں کو سُکھی سمجھتے ہیں۔ مگر سچ پوچھو۔ تو راجاؤں کو ذرا بھی سُکھ نہیں ہے۔ راجہ کو سدا اس بات کا ڈر لگا رہتا ہے۔ کہ کہیں دشمن چڑھ نہ آئے اپنے سگے سمبندھیوں تک کا ڈر لگا رہتا ہے۔ کہ وہ کہیں راج لوبھ سے دھوکے میں مار نہ ڈالیں۔ کیونکہ بہت سے بیٹوں اور بھائیوں نے راج کے لوبھ سے راجاؤں اور بادشاہوں کو مار ڈالا ہے۔ دُریودھن نے راج پانے کے لوبھ سے ہی بھیم کو زہر دیا تھا پانچوں پانڈوؤں کو لاکھشا بھون میں جیتے ہی جلانا چاہا تھا۔ کیکئی نے اپنے بیٹے کو راج دلانے کے لئے رامچندر جی کو بنباس کی آگیا دی تھی۔ راجیہ کے لئے ہی سگریو نے بالی کو مروا ڈالا تھا۔ راجیہ کے لئے ہی کنس نے اپنی بہن دیوکی کے سات بیٹوں کی ہتیا کروا ڈالی تھی۔ اور اورنگزیب نے اپنے بھائیوں کو جان سے

مروا ڈالا تھا۔ اور اپنے قابل تعظیم باپ کو قید کر دیا۔ اس سے صاف ہے کہ راجہ کو بھی سُکھ نہیں۔ راجہ لوگ ڈر کے مارے کبھی ایک پلنگ پہ نہیں سوتے۔ مخملی پلنگ ہونے پر بھی انہیں سُکھ کی نیند نہیں آتی۔

خلاصہ یہ کہ جس کے بہت دھن دولت ہے۔ وہ استری کے وبھچارنی ہونے یا سنتان نہ ہونے یا نالائق بیٹا ہونے کی وجہ سے دُکھی ہے۔ اور جو شہنشاہ ہے وہ اپنے راج کے سدا اپنے رہنے کی چنتا میں دُکھی ہے جس کے استری پتر وغیرہ ہیں۔ وہ ان کی موت یا جدائی سے دکھی ہے۔ کوئی جوانی کے چلے جانے اور بڑھاپے کے آجانے سے دکھی ہے۔ کوئی موت کا خیال کر کے دُکھی ہے۔ خلاصہ یہ کہ سنسار میں کوئی بھی سُکھی نہیں ہے۔ اس زندگی میں سُکھ کا نام بھی نہیں ہے۔

دُنیوی سُکھ فانی ہے

دُنیوی سُکھ بھوگ اسار۔ فانی اور ناپائیدار ہے۔ یہ سدا قائم رہنے والا نہیں آج جو لکشمی کا لال ہے۔ وہ کل در در کا بھکاری ہو کیا جاتا ہے۔ جو آج جوان پٹھا ہے مرزا اکڑ بیگ کی طرح اکڑ کر چلتا ہے۔ وہی کل بڑھاپے کے مارے لکڑی ٹیک ٹیک کر چلتا ہے۔ جسے پہلے سب لوگ خوبصورت کہتے تھے۔ اور محبت سے پاس بٹھاتے تھے۔ اب اس کے پاس کھڑا ہونا بھی نہیں چاہتے۔ مطلب یہ ہے۔ کہ دولت۔ جوانی۔ حُسن اور زندگی وغیرہ دُنیا کی سب چیزیں فانی اور چنچل ہیں۔ اس لئے دُکھ کا کارن ہیں۔ کایا جیسا میں موت کا۔ نفع میں نقصان کا۔ فتح میں شکست کا۔ خوبصورتی میں بدصورتی کا۔ بھوگ میں روگ کا۔ ملاپ میں جدائی کا اور سُکھ میں دُکھ کا خوف لگا ہی رہتا ہے۔

گورو جی بولے۔ مردانے! یہ سیٹھ اوپر سے سکھی دکھائی دیتا ہے۔ مگر اندر سے کسی نہ کسی دکھ سے ضرور دکھی ہوگا۔ چلو۔ اس سے چل کر دریافت کریں۔

گورو جی نے سیٹھ سے بات چیت کی۔ تو سیٹھ نے کہا۔ مہاراج! سچ مچ مجھے کوئی بھی دکھ نہ تھا۔ مگر اب اس دکھ سے جل جل کر خاک ہوا جاتا ہوں

یہ سن کر گورو جی بولے۔ ہے مردانے! اس گرہست آشرم میں کوئی بھی سکھی نہیں ہے۔

سنساری لوگ دھنواؤں کو سکھی سمجھتے ہیں۔ مگر دھن انرتھ کا مول ہے۔ یہ بڑے بڑے انرتھوں سے جمع ہوتا ہے۔ اور جمع ہونے پر بھی دکھوں ہی کا کارن ہوتا ہے۔ اس کے کمانے میں دکھ اور اس کی حفاظت میں دکھ ہے۔ دھن کے لوبھ سے چور مار ڈالتے ہیں۔ اگر مار نہ بھی ڈالیں۔ تو بھی دھن ہرے جاتے ہیں۔ تب دھنی کو مہا کشٹ ہوتا ہے دھنی کے بیٹے پوتے اور دیگر رشتہ دار دھنی آدمی (صاحب دولت) کی موت کی کامنا کرتے ہیں۔ دولت مند آدمی کو ہزاروں طرح کی چنتائیں گھیرے رہتی ہیں۔

بہت سے لوگ راجاؤں کو سکھی سمجھتے ہیں۔ مگر سچ پوچھو۔ تو راجاؤں کو ذرا بھی سکھ نہیں ہے۔ راجہ کو سدا اس بات کا ڈر لگا رہتا ہے۔ کہ کہیں دشمن چڑھ نہ آوے اپنے سگے سمبندھیوں تک کا ڈر لگا رہتا ہے۔ کہ وہ کہیں راج لوبھ سے دھوکے میں مار نہ ڈالیں۔ کیونکہ بہت سے بیٹوں اور بھائیوں نے راج کے لوبھ سے راجاؤں اور بادشاہوں کو مار ڈالا ہے۔ دریودھن نے راج پانے کے لوبھ سے ہی بھیم کو زہر دیا تھا۔ پانچوں پانڈوں کو لاکھشا بھون میں جیتے ہی جلانا چاہا تھا۔ کیکئی نے اپنے بیٹے کو راج دلانے کے لئے رامچندر جی کو بنباس کی آگیا دی تھی۔ راجیہ کے لئے ہی سگریو نے بالی کو مروا ڈالا تھا۔ راجیہ کے لئے ہی کنس نے اپنی بہن دیوکی کے سات بیٹوں کی ہتیا کروا ڈالی تھی۔ اور نگ زیب نے اپنے بھائیوں کو جان سے

مروا ڈالا تھا۔ اور اپنے قابل تعظیم باپ کو قید کر دیا۔ اس سے صاف ہے۔ کہ راجہ کو بھی سُکھ
نہیں۔ راجہ لوگ ڈر کے مارے کبھی ایک پلنگ پر نہیں سوتے۔ مخملی پلنگ ہونے پر
بھی انہیں سُکھ کی نیند نہیں آتی۔

خلاصہ یہ کہ جس کے بہت دھن دولت ہے۔ وہ استری کے وبھچارنی ہونے یا
سنتان نہ ہونے یا نالائق بیٹا ہونے کی وجہ سے دُکھی ہے۔ اور جو شہنشاہ ہے۔ وہ
اپنے راج کے سدا اپنے رہنے کی چنتا میں دُکھی ہے جس کے استری پُتر وغیرہ ہیں۔
وہ ان کی موت یا جدائی سے دکھی ہے۔ کوئی جوانی کے چلے جانے اور بڑھاپے کے
آجانے سے دکھی ہے۔ کوئی موت کا خیال کر کے دُکھی ہے۔ خلاصہ یہ کہ سنسار میں
کوئی بھی سُکھی نہیں ہے۔ اس زندگی میں سُکھ کا نام بھی نہیں ہے۔

دُنیوی سُکھ فانی ہے

دُنیوی سُکھ بھوگ۔ اسار۔ فانی اور ناپائیدار ہے۔ یہ سدا قائم رہنے والا نہیں
آج جو لکشمی کا لال ہے۔ وہ کل دَر دَر کا بھکاری دیکھا جاتا ہے۔ جو آج جوان پٹھا ہے
مرزا اکڑ بیگ کی طرح اکڑ اکڑ کر چلتا ہے۔ وہی کل بڑھاپے کے مارے لکڑی ٹیک
ٹیک کر چلتا ہے۔ جسے پہلے سب لوگ خوبصورت کہتے تھے۔ اور محبت سے پاس
بٹھاتے تھے۔ اب اس کے پاس کھڑا ہونا بھی نہیں چاہتے۔ مطلب یہ ہے۔ کہ
دولت۔ جوانی۔ حُسن اور زندگی وغیرہ دُنیا کی سب چیزیں فانی اور چنچل ہیں۔
اس لئے دُکھ کا کارن ہیں۔ کایا (جسم) میں موت کا۔ نفع میں نقصان کا۔ فتح
میں شکست کا۔ خوبصورتی میں بدصورتی کا۔ بھوگ میں روگ کا۔ ملاپ میں جدائی
کا اور سُکھ میں دُکھ کا خوف لگا ہی رہتا ہے۔

اسی طرح وشے بھوگوں میں بھی سُکھ نہیں ہے۔ یہ اسار ہیں۔ پھر بھی موہ کی وجہ سے انسان ان میں پھنسا رہتا ہے۔ مگر ایک نہ ایک دن انسان کو اِن وِشے بھوگوں سے الگ ہونا ہی پڑتا ہے۔ الگ ہونے کے وقت وِشے بھوگی کو بڑا ہی دُکھ ہوتا ہے۔ اس لئے وشے بھوگوں کا انجام دُکھ ہی ہے۔

یگیہ۔ دان اور تپ وغیرہ شبھ کرموں سے انسان کو سُورگ ملتا ہے۔ مگر اُن شُبھ کرموں کا پھل بھوگ چکنے پر وہ سُورگ سے نیچے گرا دیا جاتا ہے۔ اور اُسے پھر مرتیو لوک میں آنا پڑتا ہے۔ اس وقت وہ سُورگ کے سُکھوں کو یاد کر کے من ہی من میں بہت دُکھی ہوتا ہے۔ اس لئے شبھ کرم بھی انت میں دُکھ دینے والے ہی ہوتے ہیں۔ مطلب یہ کہ اس سنسار میں مرتیو لوک یا سُورگ کہیں بھی سُکھ نہیں ہے۔

مندرجہ بالا تحریر سے یہ سبق ملتا ہے۔ کہ اگر انسان دُکھوں سے دُور رہ کر سدا کا سکھ چاہے۔ تو اسے فانی بھوگ پدارتھوں سے الگ رہنا چاہیئے۔ استری پتر وغیرہ رشتہ دار ہمارے سدا کے سنگی نہیں ہیں۔ آج یہ اور ہم سرائے کے مسافروں کی طرح مل گئے ہیں۔ مگر امید نہیں کہ پھر کبھی ملیں۔ آج ان سے سنیوگ ہوا ہے۔ تو کل ان سے دیوگ بھی ضرور ہوگا۔ یہ تو کیا جس جسم کو ہم سب سے زیادہ پیار کرتے ہیں۔ ملتے ہیں۔ دھوتے ہیں۔ سجاتے ہیں۔ وہ بھی تو ایک دن ہم سے الگ ہو ہی جائے گا۔ ایک لمحہ میں جیو کا جنم ہوتا ہے۔ اور دُوسرے لمحہ ہی ناش ہو جاتا ہے جو اگیانی لوگ ایسے فانی پدارتھوں سے پریم (موہ) کرتے ہیں۔ اُنہیں دکھوں کے گہرے گڑھے میں گرنا ہی پڑتا ہے اس لئے بدھیمانی یہی ہے۔ کہ انسان ان سب باتوں کا وچار کر کے فانی چیزوں سے پریم کرنا چھوڑ دے۔ اور سدا اوناشی آتما پرماتما سے پریم کرے۔ شریر ناش ہو جاتا ہے۔ استری بیٹا اور دھن وغیرہ بھی نشٹ ہو

جاتے ہیں۔ مگر آتما کا۔ پرماتما کا کبھی کسی کال میں بھی ناش نہیں ہوتا۔ یہ جگت متھیا ناشوان۔ جڑ اور دُکھ مے ہے۔ مگر یہ آتما برہم۔ چیتن۔ نتیہ اور سُکھ سروپ ہے

دراصل اس جسم روپی دیو مندر میں آتما ہی دیوتا ہے

یہی آتما سنسار کے سبھی پرانیوں میں ورتمان ہے۔ اسی آتما کا چنتن کرو۔ تو سدا سچا سُکھ بھوگ کرو گے۔ مگر آتم چنتن کرنا سہج کام نہیں ہے۔ اس کے لئے من کو بس میں کرنا ہوگا۔ اسے وشیوں سے ہٹانا ہوگا۔ اسے وشیوں سے الگ کر کے ایکاگر کرنا ہوگا جب چت ایکاگر ہوگا۔ تبھی کامیابی ہو سکے گی۔

شلوک ۴

دھن ملنے کی اُمید سے میں نے زمین کے پیندے تک کھود ڈالے بہت طرح کی بہاڑ سی دھاتیں پھونک ڈالیں۔ موتیوں کے لئے سمندر تک کی بھی تھاہ لے آیا۔ راجاؤں کو خوش کرنے میں بھی کوئی بات اُٹھا نہیں رکھی۔ منتر سدّھی کے لئے رات رات بھر شمشان میں ایکاگر چت سے بیٹھا ہوا جپ کرتا رہا۔ مگر افسوس کی بات ہے۔ کہ اتنی آفتیں اُٹھانے پر بھی ایک کانی کوڑی نہ ملی۔ اس لئے ہے ترشنا! اب تو تُو میرا پیچھا چھوڑ

تشریح

یہ سُن کر کہ زمین میں دھن ہے۔ میں نے زمین کو تلے تک کھود ڈالا۔ مگر کچھ بھی نہ ملا۔ کیمیا گری اور دھات سونا چاندی بنانے کے لئے میں نے کئی طرح کی دھاتیں پھونک ڈالیں۔ مگر رساین نہ بنی۔ پھر میں نے یہ جان کر کہ سمندر رتنوں کی کان ہے۔ سمندر میں بھی ڈبکی لگائی۔ اور اس کی تھاہ لے آیا۔ مگر کچھ ہاتھ نہ آیا۔ پھر اس طرح

کہ کہ راجاؤں کی سیوا کرنے سے دھن ملتا ہے۔ میں نے اُن کو خوش کرنے کی بھی پوری کوشش کی۔ مگر ہائے۔ پھر بھی دھن نہ ملا۔ آخرکار میں نے منتر سدّھی کرنی چاہی اس لئے میں رات بھر اکیلا مرگھٹ میں مُردوں کے پاس بیٹھ کر جپ کرتا رہا۔ کہ جس سے وشی کرن منتر سدھ ہو جائے۔ اور راجاؤں کو اپنے بس میں کر کے دھن پراپت کروں۔ مگر اس میں بھی مجھے مایوسی ہوئی۔ سب طرح سے کوشش کرنے پر بھی ایک پھوٹی کوڑی نہ ملی۔ اس لئے اے ترشنا! اب میں نراش ہو گیا ہوں مجھے معلوم ہو گیا ہے۔ کہ پراربدھ یا قسمت کے بغیر ایک کوڑی بھی نہیں ملتی۔ اس لئے اب تو مہربانی کر کے میرا پیچھا چھوڑ دے۔

اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ بنا پراربدھ کے سب کوششیں عبث ہیں۔ جتنا دھن قسمت میں لکھا ہے۔ اتنا تو بنا کوشش کئے۔ بنا کسی کی خوشامد کئے بنا دیش بدیش بھٹکے گھر بیٹھے ہی مل جائے گا۔ اور پراربدھ (قسمت) سے زیادہ ہزاروں کوششیں کرنے پر بھی نہ ملے گا۔ سکندر آب حیات کے لئے امرت کنڈ (امرت سرور یا چشمہ آب حیات) تک گیا۔ مگر اس کے پاس تک پہنچ جانے پر بھی آب حیات (امرت) کو حاصل نہ کر سکا۔ کیونکہ اس کی قسمت میں امرت نہ تھا۔ مورکھ آدمی بھاگیہ یا پراربدھ پر سنتوش نہیں کرتا۔ اور دھن کے لئے مارا مارا پھرتا ہے۔ جب کچھ بھی ہاتھ نہیں لگتا۔ تب روتا اور چلاتا ہے

مطلب یہ ہے۔ کہ اے انسان! اگر تو سکھ شانتی سے زندگی بسر کرنا چاہتا ہے۔ تو ترشنا پشاچنی کے پھندے سے نکل کر قسمت پر سنتوش کر سنتوش کے سوائے سکھ شانتی کے حصول کا دوسرا اُپائے نہیں ہے۔ ارتھات سنتوش ہی پرم سکھ اور شانتی ہے۔ اس لئے سنتوش کر۔ اگر سنتوش نہ کریگا۔ تو ترشنا کے مارے بھٹک بھٹک کر ساری عمر یوں ہی گنوا دیگا۔ اور انت میں کچھ

اتھ بھی نہ آوے گا۔

شلوک ۵

میں بہت سے دشوار گذار اور دکھدائی مقاموں میں ڈولتا پھرا۔ مگر کچھ بھی حاصل نہ ہوا۔ میں نے اپنی جاتی (قوم) اور اپنے کل (خاندان) کا ابھیمان ترک کر کے نوکری بھی کی۔ مگر اس سے بھی کچھ نہ ملا۔ آخر کار میں کوّے کی طرح ڈرتا ہوا اور اپمان سہتا ہوا پرائے گھروں کے ٹکڑے بھی کھاتا پھرا۔ اے پاپ کرم کرانے والی ترشنا! کیا تجھے اتنے پر بھی سنتوش نہیں ہوا؟

ترشنا کی نندا

مطلب یہ کہ دھن کے لالچ میں اپنا دیش اور گھر بار چھوڑ کر ایسے ایسے مقاموں میں گیا۔ جہاں انسان بڑی مشکل سے پہنچ سکتے ہیں۔ مگر وہاں جانے پر بھی مجھے ایک پائی نہ ملی۔ میں نے اپنے اونچی ذات کے ابھیمان کو ترک کر کے پرائی نوکری بھی کی۔ اور مالک نے جو جو نیچ کرم کرائے۔ وہی کئے۔ لیکن اس سے بھی مجھے دھن نہ ملا۔ آخر مان بڑائی کو بالائے طاق رکھ کر نیچ پرائے ہی لوگوں کے گھر گیا۔ اور کوے کی طرح ڈرتے ڈرتے کھاتا رہا۔ میرے دل پر ان سب کاموں سے بڑی چوٹ لگی۔ میں نے کئی طرح کے کشٹ اٹھائے۔ عزت کھوئی۔ لوگوں کی گالیاں برداشت کیں۔ مگر پھر بھی میری کامنا پوری نہ ہوئی۔ اس لئے ہے کم بخت ترشنا! میں تجھ سے پوچھتا ہوں۔ کہ اتنی بے عزتی (ہتک) کرا کر اور اتنے دکھ دے کر بھی تجھے کچھ سنتوش ہوا یا نہیں؟ مطلب یہ کہ ترشنا سے ہی سب دکھ پیدا ہوتے ہیں۔

شلوک ۶

میں نے دشمنوں کی سیوا کرتے ہوئے اُن کی طعنہ زنی اور ٹھٹھا بازی کو برداشت کیا۔ اندر کے دکھ سے آتے ہوئے آنسو روکے۔ اور دُکھی دل سے اُن کے سامنے ہنستا رہا۔ اُن تمسخر کرنے والوں کے سامنے چت کو کڑا کر کے میں نے ہاتھ بھی جوڑے۔ ہے جھوٹی آشا! ابھی کیا اور بھی ناچ نچائے گی؟ (۶) مطلب صاف ہے۔

شلوک ۷۔ موہ کی گہری نیند

سورج کے طلوع اور غروب کے ساتھ انسانوں کی زندگی روز گھٹتی جاتی ہے۔ مگر دنیوی موہ مایا (کاروبار) میں مشغول رہنے کے باعث وہ کال کی دوڑ کو نہیں دیکھتا۔ لوگوں کو پیدا ہوتے۔ بوڑھے ہوتے۔ مصیبتوں میں پھنستے اور مرتے دیکھ کر بھی من میں بھئے نہیں ہوتا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ موہ مایا کی پرماد روپنی مدرا (موہ کی تیز شراب) کے نشے میں یہ سنسار متوالا ہو رہا ہے۔ (۷)

تشریح

کسی شاعر نے کہا ہے۔ کہ:۔

صبح ہوتی ہے شام ہوتی ہے عمر یوں ہی تمام ہوتی ہے

مطلب یہ کہ کال ہوا سے بھی زیادہ تیزی سے اُڑا چلا جاتا ہے۔ مگر مُورکھ آدمی دنیوی دھندوں میں پھنسا ہوا جان کر بھی یہ نہیں جانتا۔ جب انت کال آ نے سے سب دھندوں کو زبردستی چھوڑنا پڑتا ہے۔ تب روتا ہے۔

انسان ہر روز اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے۔ کہ آج فلاں آدمی چل بسا۔ آج فلاں آدمی جو جوانی میں عیش و آرام کرتا تھا۔ بوڑھا ہو گیا ہے۔ اس کا حسن اور اس کی جوانی نہ معلوم کدھر گم ہو گئی؟ فلاں آدمی جو کروڑپتی تھا جس کے ہاں سینکڑوں داس داسی تھے۔ جس کے سامنے ہیرے پنے اور سونے چاندی کے ڈھیر لگے رہتے تھے۔ آج بھکاری ہو گیا ہے۔ راجہ نے اسے جیل میں ڈال دیا ہے۔ اور اس کے استری و بچے اس کی خبر بھی نہیں لیتے۔ اس طرح ہر روز زندگی۔ موت بڑھاپا اور مصیبت دیکھ کر بھی انسان کے من میں وچار نہیں آتا۔ کہ میری بھی ایک دن یہی حالت ہوگی۔ وہ دوسرے کو بوڑھا ہوا دیکھتا ہے۔ مگر خود یہی سمجھتا ہے۔ کہ میں تو سدا جوان بنا رہوں گا۔ اپنے دوستوں اور رشتہ داروں کو سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر مرتے دیکھتا ہے۔ مگر خود یہی سمجھتا ہے۔ کہ وہ مر گئے تو مر گئے۔ میں نہ مروں گا دوسروں پر مصیبت پڑتی دیکھتا ہے۔ مگر اتنا نہیں سمجھتا۔ کہ مجھ پر بھی کسی دن ایسی ہی مصیبت آ سکتی ہے۔ بہتوں کو شمشان بھومی میں جا کر ویراگیہ ہوتا تو ہے مگر وہ لمحہ بھر ہی ٹھیرتا ہے۔ شمشان سے گھر آتے ہی یاد بھولنے لگتی ہے۔ اور انسان اپنے دھندوں میں لگ کر تو بالکل ہی بھول جاتا ہے۔ انسان اتنی غفلت کیوں کرتا ہے؟ اس غفلت کا کارن موہ کی مدرا مستی ہے۔ جس میں سارا سنسار مست ہو رہا ہے۔ کیونکہ انسان کو دوسروں کو بوڑھے ہوتے اور مرتے دیکھ کر بھی ہوش نہیں آتی۔ اتنا ہی نہیں۔ اپنے جسم میں روگ اور بڑھاپا وغیرہ دیکھ کر بھی بہت جینے اور شاد ہونے کی آشا بنی رہتی ہے۔ وہ اسی آشا امید کے سہارے لٹکا ہوا اپنی زندگی برباد کرتا ہے۔ اور اُدھر کال اپنی قینچی سے اس کی زندگی کی ڈوری کو کاٹتا رہتا ہے

بھگوان شنکر آچاریہ اپنے موہ مُدگر میں کہتے ہیں۔ کہ

"دن رات۔ صبح شام۔ سردی گرمی اور خزاں و بسنت آتے اور جاتے ہیں۔ جیون

کال چلا جاتا ہے۔ تو بھی سنسار آشا کو نہیں چھوڑتا۔

اس لئے اے لوگو! منتھیا آشا کے پھیر میں اپنے دُرلبھ منش جنم کو عبث برباد نہ کرو۔ دیکھو۔ سر پر کال ناچ رہا ہے۔ ایک سانس کا بھی بھروسہ نہ کرو۔ جو سانس باہر نکل گیا ہے وہ واپس آوے یا نہ آوے۔ اس کا کوئی بھروسہ نہیں اس لئے غفلت اور بے ہوشی (مستی) ترک کر کے اپنے جسم کو فانی جان کر دوسروں کی بھلائی کرو۔ اور اپنے پیدا کرنے والے پربھو میں من لگاؤ۔ کیونکہ ناطہ اسی کا سچا ہے اور سب رشتے ناطے جھوٹے ہیں۔ کہا ہے:۔

مایا سگی نہ من سگو۔ سگو نہ یہ سنسار
پرشورام یا جیو کو۔ سگو سو سرجنہار

شلوک ۷

استری کے پھٹے ہوئے کپڑوں کو دیکھ کر (بہت ہی غریب) بالک کھینچتے ہیں۔ گھر کے اور آدمی بھوک کے مارے اس کے سامنے روتے ہیں۔ اس سے استری بہت دُکھی ہے۔ ایسی دُکھیا استری اگر گھر میں نہ ہوتی۔ تو کون دھیر پرش۔ جس کا گلہ مانگنے کے اپمان سے اور انکار کے بھے سے رکا جاتا ہے۔ ناصاف یا ٹوٹے پھوٹے لفظوں میں گڑگڑا کر "کچھ دیجئے" ان شبدوں کو اپنے پیٹ کی جوالا شانت کرنے کے لئے کہتا؟ (۱۸)

تشریح

مطلب یہ کہ اگر کسی کے گھر میں ایسی دُکھیا استری نہ ہو تو کون آدمی اپنا پیٹ بھرنے کے لئے گڑگڑا کر دوسروں کے سامنے "کچھ دیجئے" ایسے بچن کہے۔ ارتھات استری کی وجہ سے ہی پرش کو طرح طرح کے دُکھ اور کشٹ سہنے پڑتے ہیں۔ اس لئے استری

اور پتر وغیرہ دُکھ کے کارن ہیں۔ جب غریبی میں کھانے کو اَنّ نہیں ملتا تب بچے ماں کے کپڑے پکڑ پکڑ کر کھینچتے اور روٹی مانگتے ہیں۔ تب وہ بیچاری بہت دُکھی ہوتی ہے۔ اس کے پژمردہ چہرے کو دیکھ کر مرد اپنے مان ایمان کا خیال ترک کر کے بھیک تک مانگنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ اس وقت اس ڈر سے کہ کوئی مجھے بھکشا دینے سے انکار نہ کر دے۔ مرد کا گلا مانگنے سے رکتا ہے۔ مگر بیچارہ رُک کر اپنی زبان سے "کچھ مجھے دیجئے" یہ الفاظ کہتا ہی ہے۔ اگر استری نہ ہوتی تو کون خود دار پُرش اپنے پیٹ کی جوالا مٹانے کے لئے ایسا کرتا؟

سنسار میں مانگنے سے بڑھ کر بُری بات کوئی نہیں ہے۔ مانگنا اور مرنا دونو ہی برابر ہیں۔ کسی کسی کا تو یہ مت ہے کہ مانگنے سے مرنا بھلا ہے۔ مانگنے کی وجہ سے ترلوکی ناتھ بھگوان کو بھی چھوٹا ہونا پڑا۔ تب دوسروں کی تو بات ہی کیا ہے؟ بھگوان کے وامن اوتار کا دھیان کیجئے۔ اسی لئے تلسی داس جی نے کہا ہے۔

تلسی کر پر کر کرو   کر تر کر نہ کرو
جا دن کر تر کر کرو   تا دن مرن کرو

ارتھات ہاتھ کے اوپر ہاتھ کرو۔ مگر ہاتھ کے نیچے ہاتھ نہ کرو۔ جس دن ہاتھ کے نیچے ہاتھ کرو۔ اس دن مرن کرو۔ مطلب یہ کہ آپ دوسروں کو دان دو۔ مگر دوسروں کے آگے ہاتھ نہ پھیلاؤ۔ جس دن دوسروں کے آگے ہاتھ پھیلانے کی نوبت آ جائے اس دن اگر موت آ جائے تو اچھا سمجھو۔ کیونکہ مانگنے کی نسبت مرنا بھلا ہے

مفلسی میں مانگنے کی بات گلے تک آتی ہے۔ پھر بڑی بڑی تکلیفوں سے کسی طرح زبان تک آتی ہے۔ مگر زبان پر تالا لگ جاتا ہے۔ اس لئے وہاں سے آگے نہیں نکلتی۔ اپنی جان پر آ بننے پر بھی خود دار آدمی کی زبان سے "کچھ دو" یہ الفاظ نہیں نکلتے۔ مگر استری اور بچوں کے لئے بڑے سے بڑا دھنی کو بھی نیچا دیکھنا ہی

پڑتا ہے۔ اس لئے استری ہی سارے دُکھوں کا مُول ہے۔ اس استری کے لئے پُرش کیا کیا کشٹ نہیں بھوگتا؟ استری اور بیٹوں کی پرورش کی چنتا میں ہی اس کی عمر گذر جاتی ہے۔ مگر پرماتما کے بھجن میں اس کا من نہیں لگتا۔ من تو تب لگے۔ جب کہ وہ شدھ ہو۔ اسے تو ہر دم لون تیل لکڑی اور آٹے دال کی فکر لگی رہتی ہے۔ ایشور میں من نہ لگنے اور اسی جھنجھٹ میں عمر ختم ہو جانے اسے پھر جنم مرن کے چکر میں پڑنا پڑتا ہے۔

اس لئے جو لوگ سنسار میں سکھ اور شانتی سے زندگی بسر کرنا اور آواگمن کے چکر سے چھوٹنا چاہتے ہیں۔ وہ مایا روپنی استری کی قید میں نہ پڑیں۔ یہ استری مایا ہی سنسار روپی درخت کی جڑ ہے۔ شبد۔ سپرش۔ روپ۔ رس اور گندھ اس کے پتے کام کرودھ وغیرہ اس کی ڈالیاں اور بیٹے بیٹی وغیرہ اس کے پھل ہیں۔ ترشنا روپی جل سے یہ سنسار کا درخت بڑھتا ہے۔ اس سے صاف ہے۔ کہ سنسار بندھن کا کارن ناری ہے۔ جس نے ناری سے ناطہ نہیں جوڑا یا جس نے استری کو تیاگ دیا۔ وہی سچا سنسار تیاگی ہے۔ اُسے کوئی دُکھ نہیں ہوتا۔ وہ یقیناً ہی موکش پاویگا۔ مگر جو استری کے پھندے میں پھنس گیا۔ اسے سکھ کہاں؟ وہ نہ اس جنم میں سکھ پا سکتا ہے۔ اور نہ اگلے جنم میں ہی۔ سنسار بندھن سے مکت ہونے میں "کنک" (دھن) اور کامنی (استری) یہ دو بھاری رکاوٹیں ہیں۔ کہا ہے:-

چلوں چلوں سب کوئی کہے پہنچے وِرلا کوئے
ایک کنک، اک کامنی۔ دُرگم گھاٹی دوئے
ایک کنک اور کامنی۔ یہ لمبی تروار؛ باہا
چالے تھے ہری ملن کو بیچ ہی لینے مار ہا
ناری لنادے تین سکھ جیہی نر پاسے ہوئے

بھگتی مکتی اور گیان میں پیچھے سکے نہ کرے

ایک بار ویاس جی نے شکدیو جی سے شادی کرنے کو کہا۔ ویاس جی نے بہت کچھ کمی نہ کی۔ مگر شکدیو جی نے ایک نہ مانی۔ انہوں نے کہا۔ پتا جی! لوہے کی زنجیروں سے آدمی چھوٹ سکتا ہے۔ مگر استری پتر وغیرہ کی موہ روپی بیڑیوں سے پرش کا چھٹکارہ نہیں ہو سکتا۔ ہے پتا! گرہست آشرم جیل خانہ ہے اس میں ذرا بھی سکھ نہیں۔ استری کے لئے پرش کو سنسار میں کمینے سے کمینے کام کرنے پڑتے ہیں۔ جن کا منہ دیکھنے سے پاپ لگتا ہے۔ ان کی خوشامدیں کرنی پڑتی ہیں۔ اسواسطے میں استری کے بندھن میں نہیں پھنسنا چاہتا۔

شلوک ۹

بڑھاپے کے مارے بھوگ بھوگنے کی خواہش نہیں رہی۔ مان بھی گھٹ گیا۔ ہمارے برابر والے چل بسے۔ جو گہرے دوست رہ گئے ہیں وہ بھی ہم جیسے نکمے ہو گئے ہیں۔ اب ہم بنا لاٹھی کے اُٹھ بھی نہیں سکتے اور آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا ہے۔ اتنا سب ہونے پر بھی ہماری یہ کایا کیسی بے حیا ہے۔ جو اپنے مرنے کی بات سن کر چونک اُٹھتی ہے۔

تشریح

مطلب یہ کہ جوانی چلی گئی۔ وہ چٹک مٹک اور جوش خروش اب نہیں رہا۔ بڑھاپے کا دور دورہ ہو گیا ہے۔ گالوں میں گڑھے پڑ گئے ہیں۔ بدن پر جھریاں پڑ گئی ہیں سر کے بال سفید ہو گئے ہیں۔ دانتوں نے جواب دے دیا ہے۔ یہ تو ہماری حالت ہو گئی ہے۔ اب لوگ ہمیں نکما اور بوڑھا سمجھ کر نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ہمارے ہمارے لوگ ہمارے دیکھتے دیکھتے چلے گئے۔ جو باقی ہیں وہ بھی ہم جیسے نکمے ہیں

اب ہم ایسے کمزور ہو گئے ہیں کہ بنا لاٹھی ٹیکے چل بھی نہیں سکتے۔ آنکھوں سے سوجھتا نہیں۔ اتنے پر بھی ہمارا جسم مرنے کے نام سے کانپ اٹھتا ہے۔ ہائے اس جیون کے موہ کی عجیب حالت ہے۔

ایک لکڑہارا اور موت

ایک بڑھا آدمی بہت ہی غریب تھا۔ بیٹے پوتے سبھی مر گئے تھے۔ صرف ایک بڑھیا رہ گئی تھی۔ بوڑھے کے ہاتھ پاؤں نے جواب دے دیا تھا۔ آنکھوں سے نظر نہ آتا تھا۔ پھر بھی اپنے اور بڑھیا کے پیٹ بھرنے کے لئے وہ جنگل سے لکڑی کاٹ کر لاتا اور بیچ کر گذارہ کرتا تھا۔ ایک دن اس نے زندگی سے نہایت ہی دکھی ہو کر موت کو پکارا۔ اس کے پکارتے ہی موت آدمی کے بھیس میں اس کے سامنے آ کھڑی ہو گئی۔

بوڑھے نے پوچھا تم کون ہو؟

اس نے کہا۔ میں موت ہوں۔ تمہیں لینے آئی ہوں

موت کا نام سنتے ہی بوڑھا لکڑہارا چونک اٹھا۔ اور بولا۔ میں نے آپ کو یہ بوجھ اٹھوانے کے لئے بلایا تھا۔

موت اس کا بوجھ اٹھوا کر چلی گئی۔

دیکھئے! بوڑھا لکڑہارا ہر طرح سے دکھی تھا۔ اسے زندگی میں ذرا بھی سکھ نہ تھا۔ پھر بھی وہ مرنا نہ چاہتا تھا۔ بلکہ موت کو دیکھتے ہی چونک پڑا تھا۔ یہی حالت سب جیووں کی ہے۔

ایک بوڑھے سیٹھ کی کہانی

ایک ویش نے عمر بھر مر مر کر خوب دھن جمع کیا۔ بڑھاپے میں بیٹوں نے سارے دھن پر قبضہ کر کے بوڑھے کو ایک ٹوٹی کھاٹ اور پھٹی سی گدڑی پر ڈال دیا۔ اور گنتے وغیرہ بچھا کے اور گھر کی حفاظت کے لئے دروازے کے باہر بٹھا کر ہاتھ میں ایک لکڑی دے دی۔ صبح شام گھر کا کوئی آدمی بچا کھچا باسی کھانا اسکے آگے کو دے جاتا تھا۔ سیٹھ بڑے دکھ سے اپنی زندگی کے دن گذارتا تھا۔ بیٹے اور بہوئیں دن بھر کہا کرتی تھیں "یہ مر نہیں جاتے۔ سب کو موت آتی ہے مگر ان کو موت نہیں۔ دن بھر دروازے میں تھوک تھوک کر میلا کرتے ہیں۔"

ایک دن ایک پوتا انہیں مار رہا تھا۔ اتنے میں نارد جی آ پہنچے۔ انہوں نے سارا حال دیکھ کر کہا۔ "سیٹھ جی! آپ بڑے دکھی ہیں۔ اگر سورگ میں چلو۔ تو ہم لے چلیں یہ بات سنتے ہی سیٹھ نے کہا "جا دے جوگڑے! میرے بیٹے پوتے مجھے مارتے ہیں یا گالی دیتے ہیں اس سے تمہیں کیا؟ کیا تو ہمارا پنچ ہے؟ میں انہیں میں پڑا سکھی ہوں۔ مجھے تیرے سورگ کی ضرورت نہیں ہے"

سیٹھ کی باتیں سنتے ہی نارد جی کو بڑا تعجب ہوا۔ وہ کہنے لگے اوہ! یہ سنسار سچ مچ ہی موہ پاش میں پھنسا ہے۔ موہ کی شراب کے مارے اسے ہوش نہیں ہے انسان نے قبر میں پاؤں لٹکا دئے ہیں پھر بھی وشیوں میں ہی اس کا من لگا ہے یہ کتنے بڑے تعجب کی بات ہے

شلوک ۱۰

ودھاتا نے نہار ہت اور بنا محنت کے ملنے والی ہوا کو سانپوں کے لئے بھوجن بنایا۔ پشوؤں کو گھاس کھانا اور زمین پر سونا بتایا۔ مگر جو منش اپنی بدھی بل سے بھو ساگر سے پار ہو سکتے ہیں۔ ان کی جیویکا (روزی) ایسی بنائی۔ کہ جس کی کھوج

میں اس کی ساری خوبیوں کی سمائی ہو جائے۔ اور تھات منش کو اپنی ساری بدھی خرچ کر کے روزی کمانی پڑتی ہے۔ (۱۰)

تشریح

ودھاتا (قائم ازل) نے سانپوں کے لیے ہوا کا بھوجن مقرر کر دیا ہے۔ جو انہیں بنا کوشش ہی سب جگہ مل جاتی ہے۔ جانوروں کے لیے چرنے کو گھاس اور سونے کو زمین بنا دی۔ اس لیے اُن کو بھی اپنے کھانے کے لیے کسی طرح کی خاص کوشش نہیں کرنی پڑتی۔ وہ جنگل میں اُگی اُگائی گھاس تیار پاتے ہیں اور جب چاہتے ہیں۔ اپنا پیٹ بھر لیتے ہیں۔ انہیں سونے کے لیے پلنگوں اور گدے تکیوں کی فکر نہیں کرنی پڑتی۔ زمین پر ہی جہاں جی چاہتا ہے۔ سو جاتے ہیں۔ مگر حضرتِ انسان کی حالت ان دونوں سے مختلف ہے۔ پرماتما نے انسان کو عقل تو ایسی دی۔ کہ جس سے وہ اس سنسار ساگر سے بھی پار ہو سکے۔ اور تھات پرم دربھ موکھش کو بھی پا سکے۔ مگر اسے روزی ایسی بتائی۔ کہ جس کی کھوج میں اس کی سب کوشش بیکار ہو جائے۔ مگر روزی کا ٹھکانا نہ ہو۔ اگر سانپوں اور پشوؤں کی طرح انسان کو بھی روزی کے لیے فکر نہ کرنی پڑتی۔ تو کیسا اچھا ہوتا۔ اس صورت میں یہ سہج ہی اپنی بدھی کے بل سے مکتی (نجات) کو پا لیتا۔ کسی نے ٹھیک ہی کہا ہے۔

گھی۔ نمک۔ تیل۔ چاول۔ ساگ اور ایندھن کی چنتا میں بڑے بڑے بدھیمانوں کی عمر بھی ختم ہو جاتی ہے۔ مگر اس چنتا کا خاتمہ نہیں ہوتا۔ اسی وجہ انسان کو ایشور بھجن یا پرماتما کی بھگتی اور اپاسنا کے لیے وقت نہیں ملتا۔ اگر انسان اتنی آفتوں میں گھرے ہوتے ہوئے بھی اپنا پرلوک بنانا چاہے۔ تو اسے چاہیے۔ کہ اپنی زندگی کی ضروریات کو کم کرے۔ کیونکہ جس کی ضروریات جتنی ہی کم ہیں وہ اتنا ہی سکھی ہے۔ اسی لیے مہاتما لوگ محلوں میں نہ رہ کر درختوں کے نیچے عمر گذار دیتے ہیں اور

بن میں جو پھل پھول ملتے ہیں۔ انہیں کھا کر اور چرنوں کا ٹھنڈا جل پی کر پیٹ بھر لیتے ہیں۔ دراصل اپنی ضروریات کو کم کرنا ہی سکھ اور شانتی کا سچا اپاۓ ہے۔

شلوک ۱۱

ہم نے سنسار بندھن کے کاٹنے کے لئے بدھی انوسار ایشور کے چرنوں کا دھیان نہیں کیا۔ ہم نے سورگ کے دروازے دہرم روپی دھن کو بھی اکٹھا نہیں کیا۔ اور ہم نے خواب میں بھی استری کے کٹھور کچوں کا آلنگن نہیں کیا۔ اس لئے ہم تو اپنی ماتا کے جوبن روپی بن کے کاٹنے والے کلہاڑے ہی ہیں۔ (۱۱)

تشریح

مطلب یہ کہ جس آدمی نے موکھش کی پراپتی کے لئے پرماتما کے چرن کملوں کا دھیان نہیں کیا۔ اور جس نے سورگ پراپتی کیلئے دان دیا اور دہرم کے شبھ کرم نہیں کئے۔ اور جس نے سنسارک سکھ بھی نہیں بھوگا۔ ارتھات جس نے نہ تو پرماتما کی بھگتی کی نہ دان پن کیا اور نہ گرہست کا سکھ ہی بھوگا۔ سمجھنا چاہیئے۔ کہ اس کا جنم ہی اکارتھ گیا۔ اس نے عبث ہی سنسار میں جنم لے کر اپنی ماتا کے جوبن کو نشٹ کیا ایسے نکمے پرش اگر جنم نہ لیتے۔ تو سنسار کا کیا بگڑ جاتا؟

شلوک ۱۲

وشیوں کو ہم نے نہیں بھوگا۔ بلکہ وشیوں نے ہمیں ہی بھوگ لیا تپ کو ہم نے نہیں تپا۔ بلکہ تپ نے ہی ہمیں تپا ڈالا۔ کال کا خاتمہ نہ ہوا بلکہ ہمارا ہی خاتمہ ہو گیا (ہماری عمر پوری ہو گئی)۔ ترشنا کو بڑھاپا نہ آیا۔ بلکہ ترشنا نے ہی ہم کو بوڑھا بنا دیا۔ (۱۲)

تشریح

مطلب یہ کہ ہم نے بہت کچھ بھوگ بھوگے۔ مگر بھوگ ختم نہ ہوئے ہم ہی ختم ہو گئے۔ گویا بھوگوں نے ہم کو ختم کر دیا۔ ایسے ہی کال یا وقت کا خاتمہ نہ ہوا ہمارا ہی خاتمہ ہو گیا۔ اور ہمیں جو جو شبھ کرم کرنے تھے۔ وہ نہ کر سکے۔ ایشور پراپتی کے لئے ہم نے تپ کا سادھن تو نہیں کیا۔ مگر سنساری تاپوں (کلیشوں) نے ہمیں ہی تپا ڈالا۔ مطلب یہ کہ سنسار کے جنجال میں پھنس کر ہم راگ دویش کے تاپوں سے تپ گئے۔ اور ہمارے انت کا سمیہ آ گیا۔ ایسے ہی ہم کمزور اور بوڑھے ہو گئے۔ مگر ہماری ترشنا بڑھی اور کمزور نہ ہوئی۔ وہ ویسی کی ویسی ہی بنی ہے۔

مطلب یہ ہے کہ لوگ سنسار کو نہیں چھوڑتے۔ یہ سنسار ہی انہیں نکما کر کے چھوڑ دیتا ہے۔

شلوک ۱۳

کھشما تو ہم نے کی۔ مگر دھرم کے خیال سے نہیں کی۔ ہم نے گھر کے سکھ چین تو چھوڑے۔ مگر سنتوش سے نہیں چھوڑے۔ ہم نے سردی اور گرمی اور ہوا کے نہ برداشت کر سکنے لایق دکھ تو برداشت کئے۔ مگر ہم نے یہ سب دکھ تپ کی غرض سے نہیں بلکہ مفلسی کی وجہ سے اٹھائے۔ ہم دن رات دھیان میں لگے تو رہے۔ مگر ایشور کے دھیان میں نہ لگ کر دھن پریوار کے دھیان میں لگے رہے۔ ہم نے پرانایام کے ذریعے بھگوان شمبھو کے چرنوں کا دھیان نہیں کیا۔ ہم نے کام تو سب منیوں (سادھو سنتوں اور مہاتماؤں) کے سے کئے۔ مگر ان کی طرح پھل ہمیں نہیں ملا (شلوک ۱۳)

تشریح

مطلب یہ کہ ہم نے بھی مہاتماؤں کی طرح کھشما تو کی۔ مگر ہماری کھشما کمزوری کی وجہ سے تھی۔ ہم میں بدلہ لینے کی شکتی نہیں تھی۔ اس لئے ہم شانت رہے۔ ہم نے بھی عیش و آرام اور لذیذ کھانے چھوڑے۔ مگر مجبوری سے۔ کچھ تپ کے خیال سے نہیں چھوڑے۔ بلکہ مفلسی یا کسی بیماری کی وجہ سے یہ ہمیں چھوڑنے پڑے۔ ہم نے بھی مہاتماؤں کی طرح گرم سرد ہوا کے جھونکے برداشت کئے۔ مگر تپ کی غرض سے نہیں بلکہ مفلسی کی وجہ سے۔ اسی طرح ہم سوتے جاگتے۔ چلتے پھرتے آٹھ پہر چونسٹھ گھڑی دھیان بھی کرتے ہی رہے۔ مگر پیسوں اور استری پتروں کا یا سنسار کے دوسرے جھگڑوں کا۔ ہم نے بھولا ناتھ پربھو کے چرن کملوں کا دھیان کبھی نہیں کیا۔

خلاصہ یہ کہ ہم نے منیوں کی طرح وشے سُکھ بھی تیاگے۔ تپ بھی کیا۔ دھیان بھی لگایا۔ مگر منیوں کی طرح ہمیں شانتی نہیں ملی۔ وجہ یہ کہ ہمارے یہ کام شانتی کے حصول کے لئے نہیں تھے۔ ہماری بھاونا دوسری تھی۔ اس لئے بھاونا کے انوسار ایک ہی طرح کے کام کے الگ الگ پھل ہوئے۔

دوسرا مطلب یہ ہے۔ کہ جو لوگ طاقت ہوتے ہوئے دوسروں کو کھشما کرتے ہیں۔ اور شکتی رہتے ہوئے وشیوں کو ترک کر دیتے ہیں۔ وہی سچے تیاگی ہیں۔ جو بیماری یا کمزوری کی وجہ سے وشیوں کو تیاگتے ہیں۔ ان کا تیاگ سچا تیاگ نہیں ہوتا۔ اس لئے انہیں تیاگ کا پھل بھی نہیں مل سکتا۔ ایسا ہی دوسری باتوں کے متعلق سمجھ لینا چاہیئے۔ تیسری بات یہ کہ سنسار (گرہست) میں رہ کر بھی سردی گرمی اور شوک تاپ وغیرہ کشٹ اٹھانے ہی پڑتے ہیں۔ پھر تپ ہی کیوں نہ کیا جائے؟ کیونکہ گرہست کے شوک تاپ سے کوئی لابھ نہیں۔ مگر سچے تپ سے سُورگ

اور موکھش کی پراپتی ہو سکتی ہے۔ دھن اور استری بچوں کا دھیان کرنے سے سچا سکھ نہیں مل سکتا۔ اس لئے دھن کا خیال ترک کر کے آشو توش بھگوان شو کے چرنوں کا دھیان کرنا ہی سرشیٹ ہے۔ جس سے کہ سبھی منورتھ پورے ہوتے ہیں اور انت میں جنم مرن کے پھندے سے چھٹکارہ ہو کر موکھش مل جاتی ہے۔ وہ لوگ بڑے مورکھ ہیں۔ جو دکھ تو اٹھاتے ہیں۔ مگر فانی چیزوں کے لئے۔ بھگوان کے بھجن کے لئے دکھ نہیں اٹھاتے۔ کہ جس سے ان کے لوک و پرلوک دونوں ہی سدھر جاویں۔

شلوک ۱۴

چہرے پر جھریاں پڑ گئیں۔ سر کے بال پک کر سفید ہو گئے۔ سارے انگ ڈھیلے ہو گئے۔ مگر ترشنا تو جوان ہوتی جاتی ہے (۱۴)

بڑھاپے میں ترشنا

بڑھاپا آ گیا ہے کیونکہ چہرے کا چمڑہ سکڑ گیا ہے۔ جھریاں پڑ گئی ہیں۔ رنگ روپ اڑ گیا ہے۔ ہاتھ پاؤں وغیرہ اعضا ڈھیلے ہو گئے ہیں کسی کام کی شکتی نہیں رہی۔ جسم کی تو یہ حالت ہو گئی۔ مگر واہ ری ترشنا! تجھ کو بڑھاپا نہ آیا۔ اور نہ تیرا بل ہی گھٹا۔ تو تو الٹا تیز (جوان) ہو رہی ہے

آج سارا سنسار اس ترشنا کے چکر میں پڑا ہوا ہے۔ امیر اور غریب سبھی اس کے بندھن میں بندھے ہیں۔ غریبوں کی نسبت امیروں کو ترشنا بہت ہے امیر لوگ ہمیشہ ننانوے کے پھیر میں پڑے رہتے ہیں۔ ننانوے ہونے تو پورا

کرنے کی فکر رہتی ہے۔ ہزار ہونے پر دس ہزار کی۔ دس ہزار ہونے پر ایک لاکھ کی۔ لاکھ ہونے پر دس لاکھ کی۔ دس لاکھ ہونے پر کروڑ کی، ارب کروڑ ہونے پر ارب کھرب کی ترشنا لگی رہتی ہے۔ اسی پھیر میں انسان روگی اور بوڑھا ہو جاتا ہے۔ مگر ترشنا کو نہ بڑھاپا ہے نہ بیماری۔

سیھا شسٹ رتن مالا میں کہا ہے۔ کہ

"جوانی کو بڑھاپے کا ڈر ہے۔ تندرست کو بیماری کا ڈر ہے۔ اور زندگی کو موت کا ڈر ہے۔ مگر ترشنا کو کسی کا ڈر نہیں ہے۔" اور بھی کہا ہے۔ کہ

بڑھاپے میں بل گھٹ جاتا ہے۔ دانت اکھڑ جاتے ہیں۔ آنکھیں اور کان بھی جواب دے دیتے ہیں۔ مگر ایک ترشنا ہے۔ جو اور بھی جوان ہوتی جاتی ہے۔ کیا اس ترشنا کا انت کوئی پا سکتا ہے؟

سوامی شنکر آچاریہ مہاراج اپنے گرنتھ "موہ مُگدر" میں کہتے ہیں۔

"بڑھاپے سے اعضا ڈھیلے ہو گئے ہیں۔ سر سن کی طرح سفید ہو گیا ہے۔ منہ میں دانت نہیں رہے۔ ہاتھ میں لی ہوئی لکڑی کی طرح جسم کانپتا ہے۔ تو بھی انسان آشا روپی پاتر کو نہیں تیاگتا۔ یہ کتنے بڑے تعجب کی بات ہے۔

سارا سنسار آشا اور ترشنا کے بندھن میں پڑا ہے۔ ترشنا نہ ہوتی۔ تو سہج ہی میں سچا سکھ یا موکھش پدوی کو انسان پا جاتا۔ کیونکہ ترشنا کا ناش ہی تو موکھش یا سورگ ہے۔ جیسا کہ کسی نے کہا ہے۔

"ہر دے میں جو کامناؤں کا نواس ہے اسی کو سنسار کہتے ہیں۔ اور ان کامناؤں کے سب طرح سے ناش ہو جانے کو موکھش کہتے ہیں۔ اس سنسار میں آواگون کی پھانسی بہت دکھدائی ہے۔ اس سے مکتی چاہنے والے سجن

بھول کر بھی اس ترشنا راکششی کے بُھلاوے میں نہ آویں کیونکہ اس کے چکر میں پڑنے سے ہمیں پاپ پُنیہ سے نیچ کرم کرنے پڑیں گے۔ اور اتنے پر بھی ترشنا شانت نہ ہوگی۔ اور ادہر پرلوک بھی نہ بنے گا۔ جو ترشنا یا کامنا سے رہت پرش ہے۔ وہ نشچے ہی رُوپ میں ہی دیوتا ہے۔ اس میں کچھ بھی شک نہیں ہے

شلوک ۱۵

آکاش کے جس ٹکڑے کو اوڑھ کر چندرما رات بسر کرتا ہے۔ اُسی کو اوڑھ کر سُورج دن گذارتا ہے۔ ان دونوں کی کیسی درگتی ہوتی ہے۔ ۱۵

تشریح

آکاش کے جس حصے کو رات کے وقت چاند طے کرتا ہے۔ اسی کو دن میں سورج طے کرتا ہے۔ سورج اور چاند۔ یہ دونوں جیوتش میں سب سے بڑے ہیں۔ جب ان کی ایسی دُرگتی ہوتی ہے۔ کہ بیچاروں کو رات دن ادہر سے اُدہر اور اُدہر سے ادہر چکر لگانا پڑتا ہے۔ اور انجام میں کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ تب ہم اور آپ تو بھلا کس شمار میں ہیں؟ جب یہی غلامی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں۔ انہیں ذرا بھی آزادی نہیں۔ ایک دن تو کیا ایک لمحہ بھی یہ اپنی حسب مرضی آرام نہیں کر سکتے۔ تب ہم جیسے چھوٹے پرانیوں کی تو بات ہی کیا ہے؟

اس شلوک سے یہ سبق ملتا ہے۔ کہ بڑوں کی دُردشا کو دیکھ کر چھوٹوں کو اپنی مصیبت پر دونا دہونا نہیں چاہیئے۔ بلکہ صبر کرنا چاہیئے۔ سنسار میں کوئی بھی سکھی نہیں ہے۔ اس دُکھ آنے پر رونا دھونا فضول ہے۔

شلوک ۱۶

وشیوں کو ہم خواہ کتنے ہی دنوں تک کیوں نہ بھوگیں۔ ایک دن وہ یقیناً ہی ہم سے الگ ہو جاویں گے۔ تب انسان خود اُنہیں اپنی خوشی سے ہی کیوں نہ چھوڑ دے؟ آخر اس اپنی مرضی سے وشیوں کو چھوڑ دینے میں کیا ہرج ہی کیا ہے؟ اگر انسان نہ چھوڑے گا۔ تو یہ تو اس کو ایک دن چھوڑ ہی دیں گے۔ اور جب وہ خود انسان کو چھوڑ دیں گے تب اُسے بڑا دکھ اور مانسک کلیش ہوگا۔ اگر انسان انہیں خود چھوڑ دے گا۔ تو اسے اننت سکھ اور شانتی پراپت ہوگی۔ شلوک ۱۶ اتک

تشریح

یہ بات یقینی ہے۔ کہ خواہ ہم ہزار سال تک وشے سکھوں کو بھوگتے رہیں تو بھی ایک دن یہ ضرور ہمارا ساتھ چھوڑ ہی دیں گے۔ اس لئے اگر ہم انہیں پہلے ہی سے ترک کر دیں۔ تو اس سے ہمیں مہا سکھ اور شانتی ملیگی۔ برخلاف اس کے اگر ہم خوشی سے ان کو نہ چھوڑیں گے اور وہ ہمیں چھوڑ دیں گے۔ تب تو ہمیں بڑا دکھ اور کلیش ہوگا۔ ارتھات جو بدھیمان پرش پہلے سے ہی دھن دولت اور استری بیٹوں وغیرہ سے موہ ہٹا لیتے ہیں۔ انہیں مرتے وقت کشٹ نہیں ہوتا۔ اور جو نادان ان میں پھنسائے رہتے ہیں۔ وہ مرتے وقت روتے ہیں۔ مگر زبان بند ہو جانے کی وجہ سے اپنے من کی بات بتا بھی نہیں سکتے۔ اس لئے جو سکھ سے مرنا چاہیں انہیں پہلے سے ہی سب وشیوں سے منہ موڑ لینا چاہیئے۔ اسی طرح جو وشیوں کو بھوگتے ہوئے بھی اُن میں آسکت نہیں ہوتے۔ ان کو بھی وشے سکھ کے نہ ملنے یا ان کے چھوٹ جانے پر ذرا بھی کشٹ نہیں ہوتا۔

مطلب یہ کہ جو وشے بھوگ ایک دن تمہیں ضرور چھوڑ دیں گے۔ اُنہیں تم خود

ہی کیوں نہ چھوڑ دو؟ ہمارے چھوڑنے سے تمہیں اننت سکھ ملے گا۔ اور ان کے چھوڑنے سے تمہیں گھور کشٹ ہوگا۔

شلوک ۱۷

جب گیان کا اُدے (ظہور) ہوتا ہے۔ تب شانتی کی پراپتی ہوتی ہے اور شانتی کی پراپتی سے ترشنا شانت ہو جاتی ہے۔ مگر وہی ترشنا وشیوں کے تعلق سے بے حد بڑھتی ہے۔ مطلب یہ ہے۔ کہ وشیوں سے ترشنا کبھی شانت نہیں ہوتی۔ جیسے کہ سُندری (حسین عورت) کے کٹھور کچوں پر ہاتھ لگانے سے کام مد بڑھتا ہی ہے۔ گھٹتا نہیں۔ (اور ترشنا کی بڑھتی کا تو یہ حال ہے۔ کہ اپنے) پرانے اور نکمے ہوئے ہوئے الیشوریہ کو بھی دیوراج اندر نہیں چھوڑ سکتے۔ (۱۷)

تشریح

گیان سے ترشنا کا ناش اور شانتی کی پراپتی ہوتی ہے۔ وشے بھوگ سے تو ترشنا گھٹنے کی بجائے بڑھتی ہی ہے۔ جو ترشنا کو دُتکار دیتے ہیں اور اپنے نزدیک نہیں آنے دیتے۔ ان سے ترشنا بھی دُور بھاگتی ہے۔ اس لئے جو ترشنا سے اپنا پنڈ چھڑانا چاہیں۔ انہیں وشیوں سے منہ موڑ لینا چاہیئے۔ دیکھیے۔ اگرچہ سورگ کے راجیہ کو بھوگتے لاکھوں برس ہوگئے۔ تو بھی اندر اس سورگ کے راجیہ کو نہیں چھوڑ سکتا۔ جب دیوراج اندر کی ترشنا بھی لاکھوں برس راج سکھ بھوگنے سے شانت نہیں ہوتی۔ تب انسان تو بیچارے کس کھیت کی مُولی ہیں؟ ترشنا پُرانی ہونے سے بڑھتی ہے۔ گھٹتی نہیں۔ ہم جوں جوں وشے بھوگتے ہیں۔ توں توں وہ پرانے ہوتے ہیں۔

اور ہماری ترشنا بڑھتی ہے

حاصل کلام یہ کہ ترشنا کو بہت جلدی چھوڑ دو کیونکہ پرانی ہو کر یہ اپنی اور بھی بلوان ہو جائے گی۔ پھر اسے چھوڑنا آپ کی طاقت سے باہر ہو جاویگا اس کے ناش کے لیئے گیان کی ضرورت ہے۔ کیونکہ ترشنا کا سچا دشمن گیان ہی ہے۔

کامدیو کی پربلتا

شلوک ۱۸

دُبلا۔ کانا اور لنگڑا کُتا۔ جس کے کان اور پونچھ بھی نہیں ہیں۔ جس کے زخموں سے پیپ بہ رہی ہے۔ جس کے جسم میں کیڑے کلبلا رہے ہیں۔ جو بھوکا اور بوڑھا ہے۔ جس کے گلے میں ہانڈی کا حلقہ پڑا ہے وہ کتا بھی کتیا کے پیچھے دوڑتا ہے۔ (ہاں) یہ کامدیو مرے ہوئے کو بھی مارتا ہے۔

تشریح

مطلب یہ کہ کامدیو مہابلوان ہے۔ جو اس کے قابو میں نہیں آتے۔ وہی سچے بلوان اور یودھا ہیں۔ وہی بھیشم اور ارجن ہیں۔

شلوک ۱۹

وہ آدمی جو بھیک مانگ کر دن میں ایک وقت ہی روکھا سوکھا اَن پاتا ہے۔ زمین پر سو رہتا ہے جس کا جسم ہی اس کا کُٹمب ہے۔ جو شتو پیتھڑوں والی

گدڑی اوڑھتا ہے۔ تعجب ہے کہ ایسے آدمی کو بھی وشے نہیں چھوڑتے (۱۹)

تشریح

وچارنا چاہیئے کہ جب ایسے کنگال کو بھی وشے نہیں چھوڑتے۔ تب وہ امیروں کا پنڈ کب چھوڑنے لگے۔ جہاں کہ انہیں سب طرح کے عیش و آرام ملتے ہیں۔ جیسا کہ کہا ہے کہ

وشوامتر اور پراشر وغیرہ رشی بھی جو کہ ہوا۔ پانی اور پتوں پر گذارہ کرتے تھے۔ استری کا کمل کمھ دیکھ کر موہت ہو گئے۔ پھر نری۔ گھی وغیرہ ملا ہوا جو لذیذ بھوجن کرتے ہیں۔ ان کی اندریاں اگر اُن کے بس میں ہو جاویں۔ تب تو بندھیاچل پربت بھی سمندر میں تیرنے لگے۔ مطلب یہ ہے۔ کہ پتوں اور جل پر ہی گذران کرنے والے رشی بھی جب استریوں پر موہت ہو گئے۔ تب گھی دودھ کھانے والوں کی تو بات ہی کیا ہے؟ کام دیو کا بس میں کرنا بڑا کٹھن ہے۔ پراشر رشی نے اپنے پربھاو سے دن کو رات بنا دیا اور دریا کو ریت میں تبدیل کر دیا۔ مگر وہ بھی کام کو بس میں نہ کر سکے۔ اتنا ہی نہیں بڑے بڑے دیوتا بھی کام کو بس میں نہ کر سکے۔ تو دبرھما۔ وشنو اور مہیش تک کو کام نے جیت لیا۔

ایک تپسوی کی کتھا

ایک بُوڑھا تپسوی کسی مندر میں اکیلا رہتا تھا۔ وہ پورا جتندریہ تھا۔ اتفاق سے ایک نوجوان استری اس مندر کے سامنے سے نکلی۔ تپسوی اس پر موہت ہو گیا اور اس کے پیچھے ہو لیا۔ جب وہ اپنے گھر پہنچی۔ تب رشی بھی دروازے پر جا کر اس سے منت سماجت کرنے لگا۔ استری نے دروازہ بند کرنا چاہا۔ اور رشی نے سر اڑا کر اندر گھسنا چاہا۔ استری نے زور سے دروازہ بند کرنے کی کوشش کی۔ جس سے رشی

گا سر دروازوں کے بیچ میں آ کر کٹ گیا۔ اور وہ وہیں پر مر گیا۔ ایسے ایسے بوڑھے ابھیاسی اور جتیندریہ پرش بھی جب استریوں کو دیکھتے ہی پاگل ہو جاتے ہیں۔ تب اوروں کا کیا کہنا؟ اور بھی کہا ہے۔ کہ

" استری بھگتی اور سکھ شانتی کی ناشک ہے۔ جن کے استری ہے۔ وہ پرمیشور کی بھگتی نہیں کر سکتے۔ انہیں گرہست کے دھندوں سے فرصت ہی نہیں مل سکتی۔ یوں تو سبھی وشے زہر قاتل ہیں۔ مگر یہ استری سب کی سرتاج ہے۔ جہاں استری ہے۔ وہاں سبھی وشے اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ وشے دُکھ اور تاپ کے کارن ہیں۔ اس لئے بدھیمانوں کو وشیوں سے بچنا چاہیئے۔ مکتی چاہنے والوں کو تو استری کے درشن بھی نہ کرنے چاہئیں۔ جیسا کہ کہا ہے۔

" نہ تو استری کے ساتھ بات چیت کرنی چاہیئے۔ اور نہ پہلے دیکھی استری کی یاد ہی کرنی چاہیئے۔ اور نہ اس کا ذکر اذکار کرنا چاہیئے۔ یہاں تک کہ اس کی تصویر بھی نہیں دیکھنی چاہیئے۔"

جو پرش استری جاتی سے اس طرح الگ رہے گا۔ وہ شاید اس بلا سے بچ سکے۔ ورنہ اسے دیکھ کر تو من کو بس میں رکھنا بڑا مشکل کام ہے۔ ہم تم سے سبھی کھشیم اور ارجن نہیں ہو سکتے۔ سنساری لوگ کتنے ہی دکھ کشٹ اور تاپ کیوں نہ پاویں مگر ان کا من اس اونٹ کی طرح ہے۔ جو خاردار جھاڑیوں کو ہی کھانا پسند کرتا ہے۔ کانٹے دار درختوں کے کھانے سے اس کے منہ سے خون بہنے لگتا ہے۔ مگر وہ ان کا کھانا نہیں چھوڑتا۔ اسی طرح جن لوگوں کو وشیوں کا چسکا پڑ گیا ہے۔ وہ بہت طرح کے دکھ بھوگنے پر بھی انہیں نہیں تیاگتے۔ مگر جب اُن میں وویک آ جاتا ہے۔ ان میں ست اسَت کے وچار کی شکتی ہو جاتی ہے۔ تب انہیں اُن سے نفرت ہو جاتی ہے۔

مطلب یہ کہ یہ دشمن ہی دشمن ہیں۔ ان کا تیاگ ہی سُکھ کی جڑ ہے۔ وشئی پرش کو کہیں سُکھ نہیں۔ اس لیے کام کو جیتو۔ جس نے کام کو جیت لیا اس نے سب کو جیت لیا۔

شلوک ۲۰

استریوں کے پستان (ستن) مانس کے تودے ہیں۔ مگر شاعروں نے ان کی سونے کے کلشوں سے تشبیہ دی ہے۔ استریوں کا منہ کف کا گھر ہے۔ مگر شاعر اُسے چاند سے تشبیہ دیتے ہیں (اور چندر مکھی کہہ کر پکارتے ہیں) اور اُن کی جانگھوں کو جن میں پیشاب وغیرہ بہتے رہتے ہیں۔ یہ شاعر لوگ مست ہاتھی کی سونڈ سے تشبیہ دیتے ہیں۔ اس طرح استریوں کی صورت قابل نفرت ہے۔ مگر شاعروں نے اس کی کیسی تعریف کی ہے؟ (۲۰)

ناری نرک کا کُنڈ ہے

استریوں کی چھاتیاں جن پر وشئی مرے مٹتے ہیں۔ اور شاعروں نے جن کی تعریف کے پُل باندھے ہیں۔ اور جن کو سنہری کلشوں یا انار اور نارنگیوں سے تشبیہ دی ہے۔ اصل میں گوشت کا لوتھڑا محض ہے۔ ایسے ہی اُن کا مُکھ جس کو چاند سے مشابہت دی جاتی ہے۔ درحقیقت کف کا بھنڈار ہے۔ وغیرہ۔ اس طرح وچار کرنے سے استریوں کا شریر بالکل قابل نفرت ہے۔ اس میں قابل تعریف کوئی بات نہیں۔ مگر اگیانی اور مورکھ وشئی اُن پر مرے جاتے ہیں۔ یہ اُن کی بھاری بھول ہے۔

مہاتما سندرداس جی اس بارے میں کہتے ہیں:۔

کامنی کو انگ اتی ملین ۔ مہا اشدھ ؎

روم روم ملین ۔ ملین سبھ دوار ہیں (۱)

ہاڈ انس ۔ مجا ۔ میدہ ۔ چام شول پیٹ را کھے

ٹھور ٹھور رکت کے بھرے ہی بھنڈار ہیں (۲)

موتر ہو پرلیش آنت ایک ہی ایک بل رہیں

اور ہی آدر ماہیں وودھی بکار ہیں ؎

سندر کہت ناری نکھ شکھ نند اروپ

تاہی جو سراہے سو تو بڑو ہی گنوار ہے

بھجن

راگ سورٹھا

اناڑی من! ناری نرک کا مول

رنگ روپ پر بھیا لبھاتا ؎ ؎

کیوں بھول گیا ہری نام دیوانا؟

اس دھن جوبن کا نہیں ٹھکانا ؎

دو دن میں ہو جائے دھول (۱)

کنچن بھرے دو کلش بتاوے

تاہی پکڑ آنند مناوے

یہ تو چمڑے کی تھیلی میں موت گوہ

جن پر رہیو تو بھول ؎ (۲)

جاکو تو چندا کرمانے

...تھوک دال وا ہیں، پیٹ مانے !!
دھک دھک دھک ! تیرے یا گمہ چے
وشٹا ہیں رہتیو تو بھول (۳۳)

کیسا بھاری دہوکہ کھایا !!
تن پر کامنی کے للچایا !!
کہیں کبیر آنکھوں سے دیکھا !
یہ تو ماٹی کا ستھول

کبیر صاحب کہتے ہیں کہ بھائی ! ہم تو سنی سنائی بات نہیں کہتے۔ گیان درشٹی سے دیکھی بات کہتے ہیں کہ یہ استری مٹی کا مجسمہ ہے صرف اوپر سے لوچا پاچی کی ہوئی ہے۔ اس لئے کامنی کے شریر پر موہت ہو کر دہوکہ مت کھاؤ

استریوں کے روپ کی حقیقت

استریوں کے جس جسم کی شاعروں اور وشئی لوگوں نے بہت بہت تعریف کی ہے تو گیانی مہاتماؤں نے اس کی پیٹ بھر بھر کر مذمت کی ہے۔ دراصل بات بھی ایسی ہی ہے۔ دراصل استری اتنی خوبصورت اور قابل تعریف نہیں جتنی کہ شاعروں نے لکھی ہے۔ سچ سچ ہی ناری نرک کا کنڈ ہے۔ اس کے اندر مل موتر تھوک اور کف بھرے ہیں۔ مگر لوگ اوپر کی چمک دمک پر مرتے مٹتے ہیں اصلیت پر دھیان نہیں دیتے۔ گیانیوں کو جو نرک کنڈ معلوم ہوتا ہے۔ اگیانیوں کو وہی منوہر سورگ سکھ کا دہام معلوم ہوتا ہے۔

شانتی شتک میں کہا ہے۔

" استری سب طرح سے گندی ہے۔ مگر پرش کے رسیا گندے راستے

میں ہی رہتے ہیں۔ موہ سے اندھوں کے لئے کوئی چیز منوہر نہیں ہوتی

استری کی پریت

اول تو استری میں پریت ہے ہی نہیں۔ اگر ہے تو اپنے مطلب کی پریت ہے۔ ارتھات اپنے سُکھ کے لئے استری پتی کو پیار کرتی ہے۔ پتی کے سُکھ کے لئے پریم نہیں کرتی۔ اگر یہ مان لیں کہ استری پتی کے سُکھ کے لئے پریم کرتی ہے تو اُسے روگی مقروض۔ نامرد اور مفلس پتی سے بھی پریم کرنا چاہیئے۔ مگر یہ بات تو سنسار میں دیکھی نہیں جاتی۔ آتم پُران میں کہا ہے:-

جس طرح کیڑوں سے بھرے ہوئے مُردے کو کوئی چھُونا نہیں چاہتا اسی طرح کام سے بیاکل ہونے پر بھی استری اپنے دریدری پتی کو چھُونا نہیں چاہتی

(۲) دھرم شاستر کے انوسار بیاہی ہوئی پتی برتا استری بھی اگر بھوکی ہو۔ تو غریب پتی کی موت کی کامنا کرتی ہے۔

(۳) اپنے مطلب کے لئے استری کو پتی پیارا ہوتا ہے۔ پتی کے لئے استری کو پتی پیارا نہیں ہوتا۔

جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ استری ہم کو پیار کرتی ہے وہ بڑی غلطی پر ہیں۔ جب تک انسان تندرست رہتا ہے۔ اس میں بل ویریہ رہتا ہے۔ اس کے پاس دھن رہتا ہے۔ جب تک وہ استری کی کامناؤں اور فرمائشوں کو پورا کرتا ہے۔ تبھی تک شاید استری پتی کو چاہتی ہے۔ اور بہت سی استریاں تو اپنے خوبصورت۔ بلوان دھنوان اور سداچاری پتی کو بھی تیاگ دیتی ہیں۔ اسی لئے شاستروں میں لکھا ہے کہ استری کا وشواس نہ کرنا چاہیئے۔ کہیں کہیں تو یہاں تک لکھا ہے۔ کہ گود میں بیٹھی استری کا بھی وشواس نہ کرنا چاہیئے۔ کسی ہی پنیہ آتما کو ایسی استری ملتی ہے جو

اسے دل سے چاہتی ہو۔ استری کا سوبھاؤ ہے۔ کہ وہ دیکھتی کسی کو ہے بات کسی سے کرتی ہے اور چاہتی کسی ہے۔

استری آفتوں کی جڑ ہے

استری بے شمار آفتوں کا مُول ہے۔ بہت سی خوبصورت استریوں کی وجہ سے اُن کے خاوندوں کی جانیں گئی ہیں۔ نور جہاں کی وجہ سے شیر افگن خاں مارا گیا۔ استری کے پیچھے سُند اور اُپ سُند دونو لڑ کر مر گئے۔ استری کے لئے راجہ نہش کو سورگ سے گرنا پڑا۔ استری کی وجہ سے بالی مارا گیا۔ راون کا بنس ناش ہوا۔ اور ششو پال کا سر کاٹا گیا۔ استری کے پیچھے ہی مہابھارت کا یُدھ ہوا۔ استری سانپ سے زیادہ خوفناک ہے۔ سانپ کے تو کاٹنے سے انسان مرتا ہے۔ مگر استری کے رُوپ کا چنتن کرنے سے ہی انسان مر جاتا ہے۔ زہر کھانے سے انسان ایک بار ہی مرتا ہے۔ مگر استری کے زہر کی وجہ سے انسان کو بار بار جنم لینا اور مرنا پڑتا ہے کیونکہ مرتے وقت پرش کا من اپنی استری اور بچوں میں ضرور جاتا ہے۔ اور موت کے وقت جس کی جیسی واسنا ہوتی ہے۔ وہ اُسے ضرور ملتا ہے۔

اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ استری ہی سنسار بندھن کا کارن ہے۔ استری کی وجہ سے ہی پرش کو جنم مرن کے چکر میں گھومنا پڑتا ہے۔ اس لئے سچے سنیاسی استری کو تیاگ دیتے ہیں۔ اور استری کا نام تک نہیں لیتے ہیں۔ کیونکہ استری کی یاد کرنے سے ہی پرش کا دھیرج چھوٹ جاتا ہے۔ پھر اس کو چھونے۔ دیکھنے اور باتیں کرنے سے کام کے جاگنے میں شک ہی کیا ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔

جس طرح اگنی کے سمبندھ سے گھی پگھل جاتا ہے۔ اسی طرح استری کے سنگ سے پرش کا دھیرج ناش ہو جاتا ہے۔

تیاگی کو استری کا سنگ منع

ہے۔ انسان جیسے کا سنگ کرتا ہے۔ ویسا ہی ہو جاتا ہے۔ سواتی کی بوند کیلے میں کافور ہو جاتی ہے۔ سیپ میں موتی بن جاتی ہے۔ اور کالے ناگ میں زہر ہلاہل ہو جاتی ہے۔ اسی طرح پرش بھی گیانیوں کے سنگ سے گیانی۔ اگیانیوں کے سنگ سے اگیانی اور کامیوں کے سنگ سے کامی کرودھی ہو جاتا ہے۔ کہا بھی ہے کہ "کامی پرشوں اور کامنیوں کی سنگت سے پرش کامی ہو جاتا ہے۔ اور آگے کے جنم میں بھی کرودھی۔ لوبھی اور موہی ہوتا ہے۔ کام۔ کرودھ اور موہ وغیرہ سے من خراب ہو جاتا ہے۔ ویسے اشدھ من میں برہم کا ظہور نہیں ہوتا۔ شدھ من سے ہی پرمیشور پراپت ہو سکتا ہے۔ اس لئے ممکشو پرشوں کو استریوں سے سدا دور رہنا چاہیئے۔ مہاتما کبیر صاحب کہتے ہیں:۔

ناری نرکھ نہ دیکھئے۔ نرکھ نہ کیجے دوریا
دیکھت ہی تیں وش چڑھے من آوے کچھ اور

(۲)

سرب سونے کی سندری آوے باس سوباس
جو جننی ہو آپنی تو ہو نہ بیٹھے پاس

(۳)

ناری کہوں کہ ناہری۔ نکھ سکھ سوں یہ کھائے
جل ڈوبا تو اوبرے۔ بھگ ڈوبا بہ جائے

(۴)

جہاں کام تہاں رام نہیں۔ رام تہاں نہیں کام

دوؤ کبھوں نہ رہیں - کام رام اک ٹھام

(۵)

اوناشی ریچ دھار تن بھگی کنچن اُرو نار
جو کوئی اِن سے تن بچے - سوئی اُترے پار

ٹِھکائی

اِستری میں آنند

استری میں آنند بھی کچھ نہیں ہے - استری ہر طرح دکھوں کی کان اور من کو اشانت کرنے والی ہے - استری سے میتھن (سنگ) کرنے سے پُرش کو جو آنند آتا ہے وہ اس کا اپنا آنند ہے استری کا نہیں - کُتّا سُوکھی ہڈی چباتا ہے مگر سوکھی ہڈی میں خون نہیں ہوتا - اُس کا اپنا خون نکلتا ہے - مگر وہ اگیانی اس آنند کو ہڈی میں سمجھتا ہے - وِشئی پُرش بھی کُتّے کی طرح ہے - وِشئے جڑ ہے اس میں آنند کہاں ؟ آنند تو آتما میں ہے - جب پُرش کا ویریہ استری سنگ کے انت میں سکھلت ہوتا ہے تب لمحہ بھر کے لئے بُرتی ستھر ہو جاتی ہے - اس ستھر ورتی سے چیتن آتما کا عکس پڑتا ہے بس - اسی سے پُرش کو آنند آتا ہے مگر اگیان سے کُتّے کی طرح وہ اس آنند کو استری میں سمجھتا ہے - حاصل کلام یہ کہ استری میں کچھ بھی آنند نہیں ہے - آنند تو اپنے آتما میں ہے

اِستری تیاگی ہی تیاگی ہے

انسان اور حیوان میں کیا فرق ہے ؟ انسان کھاتے پیتے سوتے - ڈرتے اور استری بھوگ کرتے ہیں - اور پشو بھی یہی چاروں کام کرتے ہیں مگر ان دوؤں میں انتر یہی ہے - کہ انسان کو دھرم گیان زیادہ حاصل ہے اور حیوان اس سے

گردم ہے اگر انسان میں دہرم یا بدھی نہ ہو۔ تو وہ بھی حیوان ہی ہے
کہا ہے :۔
جو پرش وید شاستروں کو پڑھ کر بھی سنسار سے یا استری پتر وغیرہ سے
پریتی رکھتے ہیں ان سے بڑھ کر مورکھ کون ہے کیونکہ استری پتر وغیرہ میں
تو کتے۔ گھوڑے اور سور بھی پریم رکھتے ہیں۔
شری مد بھاگوت میں شکدیو جی نے کہا ہے۔
درلبھ منش جنم پا کر اور وید شاستر پڑھ کر بھی اگر انسان سنسار میں
پھنسا رہے، تو پھر سنسار بندھن سے چھوٹے گا کون؟
مہاتما کبیر داس جی کہتے ہیں۔ کہ

کام۔ کرودھ۔ مد۔ لوبھ کی جب لگ گھٹ میں کھان
کیا مورکھ کیا پنڈتا۔ دونو ایک سمان

گوسوامی تلسیداس جی کا بچن ہے۔

جتنا پریم حرام سے اتنا ہری سے ہوئے
چلا جائے بیکنٹھ کو۔ بات نہ پوچھے کوئے

شری سوامی شنکر آچاریہ جی کہتے ہیں
کام۔ کرودھ۔ لوبھ اور موہ کو چھوڑ کر آتما میں دیکھ۔ کہ میں کون ہوں؟
جو آتم گیانی نہیں، جو اپنے سوروپ یا آتما کے بارے میں نہیں جانتے۔ وہ
مورکھ نرک میں پڑے سڑتے ہیں
جہاں استری ہوگی۔ وہاں کام۔ کرودھ۔ لوبھ اور موہ ضرور ہوں گے اور جہاں
یہ ہوں گے۔ وہاں بھگوان نہیں ہوں گے۔ مطلب یہ کہ جب منش کے ہردے سے کام
کرودھ وغیرہ نکل جاتے ہیں۔ تب اس کا ہردہ شدھ ہوتا ہے۔ شدھ ہردے

میں ہی آتما کا درشن ہوتا ہے جس طرح صاف آئینے میں منہ صاف دکھائی دیتا ہے۔ صاف جل میں سورج کا عکس صاف پڑتا ہے۔ اسی طرح شدھ شانت اور نرمل من میں پرماتما صاف دکھائی دیتا ہے

مطلب یہ کہ جو لوگ پرماتما کے درشن کرنا چاہتے ہیں۔ جو سدا سکھ بھوگنا چاہیں جو بھو ساگر سے پار ہونا چاہتے ہیں۔ انہیں کامنی اور کانچن (زن اور زر) سے سدا الگ رہنا چاہیئے۔ جو ان دونو میں اپنے من کو لگائے رہتے ہیں انہیں سدھی نہیں ملتی۔ بھگوان اُن سے سدا دُور رہتے ہیں۔

شلوک ۲۱

اگیان ارتھات جہالت کی وجہ سے پتنگ۔ دیپک کی لو پر جل مرتے ہیں کیونکہ وہ اس کے انجام کو نہیں جانتے۔ اسی طرح مچھلی بھی کانٹے کے مانس (گوشت) پر منہ چلا کر اپنے پران کھوتی ہے۔ کیونکہ وہ اس سے اپنے پران ناش کی بات نہیں جانتی۔ مگر ہم (انسان) تو اچھی طرح جان بوجھ کر بھی دُکھدائی وشیوں کی ابھلاشا نہیں تیاگتے۔ موہ کی مہما کیسی پربل ہے۔

تشریح

پتنگ شمع پر فریفتہ ہے۔ اس لئے اسے بغلگیر کرنے کے لئے وہ اس پر جھپٹتا ہے۔ اور اپنا ناش کراتا ہے۔ پتنگ کو یہ بدھی نہیں ہے کہ اس پر گرنے سے میری موت ہو جائے گی۔ اسی طرح مچھلی مچھوے کے لگائے ہوئے کانٹے کے گوشت پر منہ مار کر کانٹا حلق میں لگنے سے مر جاتی ہے۔ کیونکہ وہ نہیں جانتی کہ یہ میرا موت کا سامان ہے۔

پتنگ اور مچھلی تو اگیان کی وجہ سے اپنی جان کھوتے ہیں۔ مگر تعجب تو یہ ہے

کہ انسان جسے بھگوان نے عقل دی ہے۔ جو جانتا ہے۔ کہ وشیوں کی کامنا ہی آفت کی جڑ ہے۔ وشے وش ازہر) سے بھی زیادہ دکھ دائی ہیں۔ یہ جان کر بھی وشیوں کی چاہ کرتا ہے۔ اس سے پھنسا پڑتا ہے۔ کہ موہ کی مایا بڑی پربل ہے۔ بھگوان ہی اس سے بیڑا پار لگا دے۔ تو لگ سکتا ہے۔

شلوک ۲۲

کھانے کے لئے پھلوں کی افراط ہے۔ پینے کے لئے میٹھا جل ہے۔ پہننے کے لئے درختوں کی چھال ہے۔ پھر ہم دھن کی مستی میں متوالے دشٹوں کی باتیں کیوں برداشت کریں؟ (۲۲)

تشریح

انسان کو سنتوش نہیں۔ اسے ترشنا نہیں چھوڑتی۔ اسی لئے وہ دھن کی لالسا سے دھنیوں کی خوشامدیں کرتا ہے۔ ان کی ٹیڑھی سیدھی باتیں سنتا ہے۔ اپنا مان کھوتا ہے اور اپمان برداشت کرتا ہے۔ اگر وہ سنتوش کرے۔ تو اُسے وشٹوں اور متوالے دھنوانوں کی خوشامد کیوں کرنی پڑے؟ اپنی بیقدری کیوں کرانی پڑے۔ پرماتما ان شیطانوں سے بچا دے۔ ایک تو ناتجربہ کار اور تنگ دل لوگ ویسے ہی شیطان ہوتے ہیں۔ مگر جب ان پر دولت کا نشہ چڑھ جاتا ہے۔ تب تو ان کی شیطانی کی حد نہیں رہتی۔ استاد ذوق نے خوب کہا ہے۔

نشۂ دولت کا بد اطوار کو جس آن چڑھا
سر پہ شیطان کے اِک اور بھی شیطان چڑھا

جسے کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ وہ کسی کی خوشامد کیوں کریگا؟ وہ اپنا مان

کیوں کھو دیگا؟ بے لگاؤ کے لئے تو یہ جگت تنکے کی سمان ہے۔ اس لئے اگر سکھ چاہو۔ تو خواہشات کو ترک کر دو۔

اگر آپ آشا۔ ترشنا اور کامنا کا تیاگ نہ کرو گے۔ دولت مندوں کے پیچھے پیچھے پھرو گے تو آپ کو سوائے بے عزتی اور مایوسی کے کچھ ہاتھ نہ آویگا۔ لیکن اگر آپ کچھ بھی اچھا نہ کرو گے۔ کسی کے بھی پاس نہ پھٹکو گے تو دنیا آپ کی خوشامد کرے گی۔ آپ کی پوجا کرے گی۔ اور لکشمی آپ کی داسی ہو کر آپ کے قدموں میں پڑی رہے گی۔ کسی نے ٹھیک ہی کہا ہے۔ ؎

بھاگتی پھرتی تھی دنیا جستجو میں تھے جو ہم ؎
اب جو نفرت ہم نے کی تو بے قرار آنیکو ہے

شلوک ۲۳

ابھیمان کی نندا

کوئی تو ایسے بڑے دل والے ہوئے۔ جنہوں نے زمانہ گذشتہ میں اس جگت کی رچنا کی۔ کچھ ایسے ہوئے۔ کہ جنہوں نے اس جگت کو اپنی بھجاؤں پر دھارن کیا۔ کچھ ایسے ہوئے۔ جنہوں نے ساری پرتھوی جیتی۔ اور پھر تچھ سمجھ کر دوسروں کو دان کر دی۔ اور کچھ ایسے بھی ہیں۔ جو کہ چودہ بھون کی پالنا کرتے ہیں۔ جو لوگ تھوڑے سے دیہات کے مالک ہو کر (جاگیردار ہو کر) ابھیمان کے جور (بخار) سے متوالے ہو جاتے ہیں۔ ان کے بارے میں ہم کیا کہیں؟ (۲۳)

تشریح

اس سنسار میں ایسے لوگ بھی ہوئے۔ جنہوں نے اس کی رچنا کی مگر انہیں ذرا بھی اس کا ابھیمان نہ ہوا۔ کچھ ایسے لوگ بھی ہوئے۔ جنہوں نے اسے اپنی بھجاؤں پر رکھا۔ مگر ابھیمان نہ کیا۔ کچھ راج رشیوں نے سارے جگت کو جیت کر پھر اسے ناچیز سمجھ کر دان بھی کر دیا۔ مگر انہیں ابھیمان نہ ہوا۔ کوئی ایسے ہیں جو اس سنسار کا پالن کرتے ہیں۔ مگر اُن سے ذرا بھی ابھیمان نہیں پھر وہ لوگ جو چند گاؤں کے مالک ہیں۔ اگر اپنی امارت کا گھمنڈ کریں۔ تو ان سے بڑھ کر مورکھ کون ہوگا؟

دراصل کمینے لوگ ہی دھن اور ودیا پا کر گھمنڈ کرتے ہیں۔ چھوٹوں اور بڑوں میں یہی تو فرق ہے۔ جو جتنا بڑا ہوگا۔ وہ اتنا ہی نراَبھیمانی ہوگا۔ اور جو جتنا چھوٹا یا چھوٹے دل کا ہوگا۔ وہ اتنا ہی ابھیمانی ہوگا۔ ندی نالے تھوڑے سے جل سے اترا اٹھتے ہیں۔ مگر سمندر جن میں بے شمار جل بھرا رہتا ہے۔ سدا گمبھیر رہتا ہے۔

ابھیمان یا اہنکار تباہی کی نشانی ہے۔ اہنکاری سے پرماتما دُور رہتے ہیں۔ اور جس سے پرماتما دُور رہتے ہیں۔ اس کے دُکھوں کا انت کہاں؟ اس لئے اے لوگو! ابھیمان کو چھوڑ دو۔ جو آج ٹکڑوں کا محتاج ہے۔ وہ کل راج گدی کا مالک ہو سکتا ہے۔ اور آج جس کے سر پر تاج ہے ممکن ہے کل وہ گلی گلی مارا مارا پھرے۔ سنسار کی یہی گتی ہے۔ اس لئے ابھیمان عبث ہے۔ پرماتما نے ایک کو ایک سے بڑھ کر بنا دیا ہے۔ کہا ہے :-

اِک اِک کو ایک ایک سے بڑھ کر بنا دیا
دارا کسی۔ کسی کو سکندر بنا دیا

آخر آپ کو کس بات کا گھمنڈ ہے؟ یہ راجیہ اور یہ دھن دولت کیا ہمیشہ آپ کے خاندان میں رہیں گے یا آپ کے ساتھ جائیں گے؟ جو راون لنکیشور تھا جس نے یکش گندھرو۔ اکمر دیوتاؤں تک کو اپنے تابع کر رکھا تھا۔ آج وہ کہاں ہے؟ کیا اس کی دھن دولت اس کے ساتھ گئی؟ جس رام نے سمندر کا پل باندھ کر بانر سپاہ سے راون کا ناش کیا۔ وہی رام آج کہاں ہیں؟ وغیرہ وغیرہ۔ جب اتنے بڑے بڑے راجے مہاراجے خالی ہاتھ چلے گئے۔ یہ پرتھوی کسی کے ساتھ نہ گئی۔ تب کیا آپ کی چند گاؤں کی زمینداری یا جاگیرداری سدا اٹل رہے گی؟ یا یہ آپ کے ساتھ جائیگی؟ ہرگز نہیں۔ آپ جس طرح خالی ہاتھ آئے تھے۔ اسی طرح خالی ہاتھ چلے جائیں گے۔ استاد ذوق نے خوب کہا ہے۔ ؎

دکھا نہ جوش و خروش اتنا زور پہ چڑھ کر
گئے جہان سے دریا بہت اتر۔ چڑھ کر

شلوک ۲۴

اگر تو راجہ ہے۔ تو ہم بھی گورو کی سیوا سے سیکھی ہوئی ودیا کے ابھیمان سے بڑے ہیں۔ اگر تو اپنے دھن اور شان و شوکت کے لئے مشہور ہے۔ تو شاعروں نے ہماری ودیا کی کیرتی بھی چاروں طرف پھیلا رکھی ہے۔ ہے ان بھنجن کرنے والے! تجھ میں اور ہم میں زیادہ فرق نہیں ہے۔ اگر تو ہماری طرف نہیں دیکھتا۔ تو ہمیں بھی تیری پروا نہیں ہے۔ (۲۴)

تشریح

مطلب یہ کہ اگر تجھے اپنے بل اور دھن کا ابھیمان ہے تو ہمیں بھی اپنی ودیا کا

ابھیمان ہے۔ تجھ میں اور ہم میں کوئی بڑا فرق نہیں ہے۔ اگر تجھے ہماری ضرورت نہیں ہے۔ تو ہمیں بھی تمہاری ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ تم سے کچھ لیتا نہیں ہے۔

شلوک ۲۵

سینکڑوں اور ہزاروں راجہ اس پرتھوی کو اپنی اپنی کہ کر چلے گئے۔ مگر یہ کسی کی بھی نہ ہوئی۔ تب راجہ لوگ اس کے سوامی (خداوند) ہونے کا گھمنڈ کیوں کرتے ہیں؟ بڑے افسوس (دکھ) کی بات ہے۔ کہ چھوٹے چھوٹے راجہ چھوٹے ٹکڑوں کے مالک ہو کر ابھیمان کے مارے پھولے نہیں سماتے۔ جس بات سے دکھ ہونا چاہیئے۔ مورکھ اس سے الٹے خوش ہوتے ہیں۔ (۱۶۱ ٢)

تشریح

اس کا مطلب بھی یہی ہے۔ کہ انسان کو اپنی امارت کا گھمنڈ نہ کرنا چاہیئے اور موت کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیئے۔ اُستاد ذوق نے کہا ہے:

موت نے کر دیا لاچار وگرنہ انسان
ہے وہ خود بیں کہ خدا کا بھی نہ قائل ہوتا

شلوک ۲۶

اول تو یہ پرتھوی خود بڑی نہیں ہے۔ مٹی کا سا گیند ہے۔ جو کہ چاروں طرف سے پانی سے گھرا ہوا ہے۔ دوسرے سینکڑوں ہزاروں راجاؤں نے آپس میں بے شمار حوانیاں لڑ لڑ کر اس کے ٹکڑوں پر اپنا

اپنا قبضہ کر لیا ہے۔ ایسے ناچیز اور تنگ دل راجاؤں کو جو دانی سمجھتے ہیں اور ان کے منہ کی طرف تاکتے ہیں۔ کہ وہ کچھ دیں گے۔ ایسے ہیچ لوگوں کو دھکار ہے۔ ایسے ناچیز اور بھکاریوں سے دھن پانے کی آشا کرنا عبث ہی ہے۔ (۲۶)

تشریح

مطلب یہ کہ زمین کے ٹکڑوں پر مرنے والے بیچارے راجاؤں سے کیا مانگتے ہو؟ اگر مانگنا ہی ہے۔ تو راجاؤں کے مہاراج بھگوان سے مانگو۔ جو تمہاری سب کامناؤں کو پورا کر سکتے ہیں۔ مہاتما کبیر جی نے کہا ہے۔

رام دھنی سر پر کھڑا۔ کہا کمی تو ہی داس!
ردھی سدھ سیوا کریں۔ مکتی نہ چھانڈے پاس (۱)
داس دکھی تو ہر بھا دکھی آ دانت تینھوں کال
پلک ایک میں پر گٹے۔ پل میں کرے نہال (۲)
جاکی گانٹھی رام ہے تاکے ہیں سب سدھ
کر جوڑے ٹھاڑی رہا سبے اشٹ سدھ نو ندھ (۳)

ترجمہ۔ ہے داس! رام جیسا مالک تیرے سر پر کھڑا ہے۔ پھر تجھے کیا کمی ہے؟ اس کی کرپا سے ردھی سدھی تیری سیوا کریں گی۔ اور مکتی تیرے پیچھے پھرے گی۔ (۱)

اگر سیوک (بھگت) دکھی رہتا ہے۔ تو بھگوان بھی تینوں کالوں میں آد انت دکھی رہتے ہیں۔ وہ داس کے دکھ کو دیکھ کر لمحہ بھر میں پرگٹ ہوتے اور اسے نہال کر دیتے ہیں۔ (۲)

جس کی گانٹھ میں رام ہیں۔ اس کے پاس سب سدھیاں ہیں۔ اس کے

آگے اشٹ سدھی اور نو ندھی ہاتھ جوڑے کھڑی رہتی ہیں

گوسوامی تلسی داس جی نے بھی کہا ہے

ان سب کی طرف کرپا درشٹی سے دیکھتے ہیں۔ اس کے لئے زہر بھی امرت ہو جاتا ہے۔ دشمن بھی اس کے دوست بن جاتے ہیں۔ سمندر میں گئو کے کھر سے برابر جل ہو جاتا ہے۔ آگ ٹھنڈی ہو جاتی ہے۔ اور بھاری سمیرو پہاڑ بھی ریت کے ذرے برابر ہو جاتا ہے۔

بہت سے مورکھ ان وچنوں سے یہاں تک کہہ دیتے ہیں۔ کہ حضور! ہم بڑی مصیبت میں ہیں۔ ہماری ناؤ منجدھار میں ہے۔ اُسے پار لگا دیجئے۔ مگر یہ بڑی ہی نادانی کی بات ہے۔ ناؤ پار لگانا انسان کے ہاتھ نہیں۔ ڈوبتی ہوئی ناؤ کو تو وہ سرب شکتیمان پرماتما ہی پار لگا سکتے ہیں۔ اس لئے بدھیمان لوگ اُسی کے بھروسے رہتے ہیں۔ وہ ناچیز انسانوں کے احسان سر پر نہیں لیتے۔ اُستاد ذوق نے کیا خوب کہا ہے۔

احسان ناخدا کے اٹھائے مری بلا
کشتی خدا پہ چھوڑ دوں لنگر کو توڑ دوں

شلوک ۲۷

نہ تو ہم نٹ یا بازیگر ہیں اور نہ ناچنے اور گانے والے (گوپے بھاٹ) ہیں۔ نہ ہم کو چغلخوری آتی ہے۔ نہ ہمیں دوسروں کی بربادی کے لئے چھل کپٹ کرنے آتے ہیں۔ اور نہ ہم ابھرے ہوئے ستنوں والی نوجوان استریاں ہی ہیں۔ پھر ہماری پوچھ راجاؤں کے ہاں کیوں ہونے لگی۔ مطلب یہ کہ راجاؤں کے دربار میں ایسے ہی آدمیوں کی پوچھ ہوتی ہے۔

شلوک ۲۸

پہلے زمانوں میں ودیا صرف ان لوگوں کے لئے تھی۔ جو مانسک کلیشوں سے چھٹکارہ پاکر چت کی شانتی چاہتے تھے۔ اس کے بعد وہ وشئے سکھ ہو گئے اور وزی (کمانے) کا سادھن بن گئی۔ اب تو راجہ لوگ شاستروں کو سننا ہی نہیں چاہتے۔ وہ اس سے بیکھ ہو گئے ہیں۔ اسی لئے وہ (ودیا) دن بدن رساتل کو چلی جاتی ہے۔ یہ بڑے ہی دُکھ کی بات ہے۔

شلوک ۲۹

پہلے زمانے میں ایسے پُرش ہوئے ہیں۔ جن کی کھوپڑیوں کی مالا بنا کر خود شوجی نے شرنگار (شوبھا) کے لئے اپنے گلے میں پہنی۔ اب ایسے لوگ ہیں جو اپنے پیٹ پوجا کے لئے نمسکار کرنے والوں سے ہی تعریفی الفاظ سن کر غرور (ابھیمان) کی مستی سے گرم ہو رہے ہیں (۲۹)

شلوک ۳۰

اگر تم دھن کے سوامی ہو۔ تو ہم بانی کے سوامی ہیں۔ اگر تم یدھ کرنے میں بہادر ہو۔ تو ہم بھی اپنے مخالفوں کو شاستر ارتھ کر کے ان کی ودیا کا گھمنڈ توڑنے میں بہادر ہیں۔ اگر تمہاری سیوا دھن کے پجاری یا دھن کے لوبھی کرتے ہیں تو ہماری سیوا۔ اگیان اندھکار کا ناش چاہنے والے لوگ شاستر سننے کے لئے کرتے ہیں (اس لئے ہم تم برابر ہی ہیں) اگر تمہیں ہماری غرض نہیں ہے۔ تو ہمیں بھی تمہاری بالکل غرض نہیں ہے۔ لو ہم جا رہے ہیں (۳۰)

شلوک ۱۳

جب میں بہت تھوڑا جانتا تھا۔ تب ہاتھی کی طرح مد سے اندھا ہو رہا تھا
میں سمجھتا تھا۔ کہ میں سروگیہ ہوں۔ جب مجھے گیانی پرشوں کی سنگت سے کچھ
معلوم ہوا۔ تب میں نے سمجھا۔ کہ میں تو کچھ بھی نہیں جانتا۔ اس سے میرا جھوٹا
غرور بخار کی طرح اتر گیا ۔۱۳۔

تشریح

مطلب یہ کہ جو لوگ جاہل مطلق ہیں یا بہت تھوڑا گیان رکھتے ہیں۔ وہ سمجھتے
ہیں کہ دنیا کی ساری عقل ہمیں میں ہے روپے میں سے پونے سولہ آنے عقل کے
مالک تو ہم ہیں اور ہمارے سوا سب جگت مورکھ ہے۔ نادانی کی وجہ سے انہیں
بڑا گھمنڈ رہتا ہے۔ مگر جب وہ کسی گیانی مہاتما کی سیوا میں بیٹھ کر کچھ گیان پراپت
کر لیتے ہیں۔ تب وہ سمجھتے ہیں کہ ہم تو کچھ بھی نہیں جانتے تھے۔ ہمارا وہ ابھیمان
جھوٹا تھا۔ اس وقت ان کا ابھیمان دور ہو جاتا ہے۔ کہا ہے۔ کہ

ہم جانتے تھے علم سے کچھ جانیں گے

جانا تو یہ جانا کہ نہ جانا کچھ بھی

والٹیر نامی مغربی فلاسفر نے بھی ایسی ہی بات کہی ہے۔ The more we have read the more we have learned, the more we have medicated, the better conditioned we are to affirm, that we know nothing.

ارتھات۔ زیادہ سے زیادہ پڑھنے۔ جاننے اور وچارنے سے ہمیں کہنا پڑتا ہے

کہ ہم تو کچھ بھی نہیں جانتے۔"

کسی نے سچ کہا ہے کہ "الپ ودیو مہا گربی" ادھورا علم تھوڑی ودیا والا بہت گھمنڈی ہوتا ہے۔ مگر کچھ جاننے اور سمجھنے کے بعد اسے معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ میں تو نرا مورکھ ہوں۔ میں تو ابھی کچھ بھی نہیں جانتا۔

شلوک ۲۲

زیوروں وغیرہ سے سجی ہوئی استریوں کے بھوگنے یوگیہ جوانی چلی گئی۔ اور ہم بہت عرصہ تک وشیوں کے پیچھے دوڑتے دوڑتے تھک بھی گئے۔ اب ہم پوتر گنگا جی کے تٹ پر (اُن من موہنی) استریوں کی نندا کرتے ہوئے شو شو جپیں گے۔ (۳۲)

ویراگ کی مہما

جس آدمی کو استریوں کی اصلیت معلوم ہو جانے سے ویراگ ہو گیا ہے۔ وہ کہتا ہے۔ اب ہماری استریوں کے بھوگنے لائق جوانی چلی گئی۔ اب وہ لوٹ کر نہیں آئے گی۔ یہ بلا جوانی میں ہی اچھی لگتی ہے۔ یہ بیماری جوانی میں ہی زور کرتی ہے۔ کسی نے ٹھیک ہی کہا ہے۔ ؎

عشق کا جوش ہے۔ جب تک کہ جوانی کے ہیں دن
یہ مرض کرتا ہے شرارت۔ انہیں ایام میں خاص

اب تو بڑھاپے کا دور دورہ ہے۔ اس عمر میں نازنینوں کے ساتھ عیش کر بھی نہیں سکتے۔ اس کے سوا اب ہم سادھو حال بھی ہو گئے ہیں۔ ہم بہت دنوں تک وشیوں میں غلطاں رہے۔ ہم نے بہت کچھ وشے بھوگ بھوگے۔ اب ہمارا من اُن میں نہیں

لگتا۔ ان سے ہمیں کچھ بھی سکھ نہیں ملا۔ اس لئے اب ہم گنگا جی کے کنارے بیٹھ کر سنسار بندھن کی مُول اور نرک کی گُنڈ اِن استریوں کی ممتا چھوڑ کر شوُ اپدیش کریں گے۔ اور دن رات انہیں کا پوتر اور کلیان کاری نام جپیں گے جس سے کہ ہمارا انت کال سدھر جائے۔

ایسی بھاونا سب بوڑھوں کو کرنی چاہیئے۔ شری گرو تیغ بہادر جی کا اپدیش سب بھائیوں کو یاد رکھنا چاہیئے۔

شلوک محلہ ۹

(۱) گُن گوبند گایو نہیں جنم اکارت کین۔
کہ نانک ہری بھج منا۔ جیہہ وِدھی جل کو مین (۱)

(۲) وِشین سوں کاہے رچیو۔ نمکھ نہ ہوہو اُداس
کہ نانک ہری بھج منا پڑے نہ جم کی پھاس

(۳) ترونا پو اِیوں ہی گیو لیو جرا تن جیت
کہ نانک ہری بھج منا اودھ جات ہے بیت (۳)

(۴) بردھ بھیو سوجھے نہیں کال پہنچیو آن
کہ نانک نر باورے کیوں نہ بھجے بھگوان (۴)

(۵) دھن دارا سمپت سکل جن اپنی کر مان
ان میں کچھ سنگی نہیں نانک ساچی جان (۵)

(۶) پتت اُدھارن بھے ہرن ہر اناتھ کے ناتھ
کہ نانک تیہی جانیئے سدا بست تم ساتھ (۶)

(۷) تن دھن جیہہ توکو دیو تا سیوں نیہہ نہ کین

کہ نانک نرباد رے۔ اب کیوں ڈولت دین۔ (۷)

(۸) تن دھن سنپے سکھ دیو اور جہہ نیکے دھام
کہ نانک سُن رے منا سمرت کاہے نہ رام۔ (۸)

(۹) سب سکھ داتا رام ہے دوسر ناہیں کوئے ۔
کہ نانک سن رے منا تہہ سمرت گت ہوئے۔ (۹)

(۱۰) جنیہ سمرت گتی پائیے۔ تہیہ بھج رے من میت
کہ نانک سُن رے منا اودھ گھٹت ہے نیت (۱۰)

(۱۱) پانچ تت کو تن رچیو جان ہو چتر سُجان
جہہ تے اُپجے نانکا لین تاہی میں مان (۱۱)

(۱۲) گھٹ گھٹ میں ہری جُو بسے سنتن کہیو پکار
کہ نانک ہر بھج منا بھو ندھ اترے پار (۱۲)

(۱۳) سُکھ دُکھ جہہ پرسے نہیں لوبھ موہ ابھیمان
کہ نانک سُن رے منا سو مورت بھگوان (۱۳)

(۱۴) استت نندا نہ جہہ۔ کنچن لوہ سمان
کہ نانک سُن رے منا مکت تاہی تے جان (۱۴)

(۱۵) ہرکھ سوگ جاکے نہیں بیری میت سمان
کہ نانک سُن رے منا مکتی تاہی تے جان

(۱۶)۔ بھے کاہو کو دیت نہ۔ نہ بھے مانت آن
کہ نانک سن رے منا۔ گیانی تاہی بکھان

(۱۷) جہہ وشیا۔ سگلی تجی لیو بھیس ویراگ ۔
کہ نانک سُن رے منا تیہی نمر ماتھے بھاگ۔ (۱۷)

(۱۸) جیہہ مایا ممتا تجی سب تے بھیو اُداس
کہ نانک سُن رے منا تیہی گھٹ پربرہم نواس (۱۸)

(۱۹) جیہہ پرانی ہوں میں تجی کرتا رام پچھان
کہ نانک وہ مُکت نر ۔ ایہہ ساچی من جان ۔ (۱۹)

(۲۰) بھے ناشن دُرمت ہرن ۔ کل میں ہر کو نام
نس دن جو نانک بھجے سُپھل ہوے تہہ کام (۲۰)

(۲۱) جیہا گُن گوبند بھجو ۔ کرن سنو ہری نام
کہ نانک سن رے منا پرہی نہ جم کے دہام ۔ (۲۱)

(۲۲) جو پرانی ممتا تجے لوبھ موہ اہنکار
کہ نانک آپن ترے اَورن لیت اُبار (۲۲)

(۲۳) جیوں سُپنا ار پیکھنا ایسے جگ کو جان
ان میں کچھ ساچو نہیں نانک بن بھگوان (۲۳)

(۲۴) نس دن مایا کارنے پرانی ڈولت نیت
کوٹن میں نانک کوئی نارائن جہہ چیت (۲۴)

(۲۵) جیسے جل سے بُدبُدا اُپجے بنسے نیت
جگ رچنا تیسے رچی کہ نانک سن میت ۔ (۲۵)

(۲۶) پرانی کچھو نہ چیتئی مد مایا کے اندھ
کہ نانک ہری بھجن بن پرت تاہی جم پھند (۲۶)

(۲۷) جو سُکھ کو چاہے سدا سرن رام کی لے
کہ نانک سن رے منا دُرلبھ مانش دیہہ (۲۷)

(۲۸) مایا کارن دھاوئی مورکھ لوگ اجان

کہ نانک بن ہر بھجن پر تھا جنم سران (۲۸)

(۲۹) جو پرانی نسدن بھجے رام روپ تہہ جان
ہر بجن ہر بی انتر نہیں نانک ساچی جان - (۲۹)

(۳۰) من مایا میں بندھ رہیو بسر یو گوبند نام
کہ نانک بن ہری بھجن جیون کونے کام (۳۰)

(۳۱) پرانی رام نہ چیتئی مد مایا کے اندھ
کہ نانک بن ہری بھجن پرت تاہی جم پھند - (۳۱)

(۳۲) سُکھ میں بہو سنگی بھے دُکھ میں سنگ نہ کوئے
کہ نانک ہر بھج منا - انت سہائی ہوئے

(۳۳) جنم جنم بھرمت پھریو مٹیو نہ جم کو تراس
کہ نانک ہر بھج منا نر بھے پا وہی باس

(۳۴) جتن بہت میں کر رہیو مٹیو نہ من کو مان
دُرمت سیوں نانک بندھیو راکھ لیہو بھگوان

(۳۵) بال جوانی اُر بردھ - پُن تین اوستھا جان
کہ نانک ہری بھجن بن ہر تھا سب ہی مان - (۳۵)

(۳۶) کرنو ہتو سو نہ کیو - پڑیو لوبھ کے پھند
نانک سمیو رم گئیو - اب کیوں روت اندھ (۳۶)

(۳۷) من مایا میں رم رہیو نکست ناہیں میت
نانک مورت چتر جیوں چھاڈے ناہیں بھیت (۳۷)

(۳۸) نر چاہت کچھ اَور - اَور کی اَور بھئی
چتوت رہیو ٹھگور - نانک پھاسی گل پڑی

(۳۹) جتن بہت سُکھ کے کئے دکھ کو کئیو نہ کوئے
کہ نانک سن رے منا ہر بھاوے سو ہوئے

(۴۰) جگت بھکاری پھرت ہے سب کو داتا رام
کہ نانک من سمر تہہ پورن ہووئیں کام (۴۰)

(۴۱) جھوٹے مان کہا کرے جگ سپنے جیوں جان
ان میں کچھ تیرو نہیں نانک کہیو بکھان - (۴۱)

(۴۲) گرب کرت ہے دیہہ کو بنسے چھن میں میت
جیہی پرانی ہری جس کیہو نانک تہہ جگ جیت

(۴۳) جہہ گھٹ سمرن رام کو سو نر مکتا جان
تہہ نر ہر انتر نہیں - نانک ساچی جان - (۴۳)

(۴۴) ایک بھگتی بھگوان جہہ پرانی کے نہیں من
جیسے سُوکر سوآن ہیں نانک مانو تاہی تن (۴۴)

(۴۵) سوامی کو گرہ جیوں سدا سوان تجت نہ نت
نانک اہی ودھی ہر بھجو اک من ہو اک چت - (۴۵)

(۴۶) تیرتھ برت اڑ دان کر من میں دھرے گمان
نانک نشپھل جات تہہ جیون کنچر اسنان

(۴۷) سر کنپیو پگ ڈگمگے نین جیوت تے ہین
کہ نانک ایہہ بدھ بھئی تو نہ ہری رس لین

(۴۸) نج کر دیکھیو جگت میں کو کاہو کو ناہنہ
نانک تھر ہری بھگتی ہے تہہ راکھیو من ماہنہ ۴۸

(۴۹) جگ رچنا سب جھوٹ ہے جان لیہو رے میت

کہ نانک بِھتر نہ رہے جیوں بالو کی بھیت

(۵۰) رام گیئو راون گیئو۔ جِن کو بہُو پریوار ؁

کہ نانک بِھتر کچھ نہیں سُپنے جیوں سنسار (۵۰)

(۵۱) چِنتا تا کی کیجیے - جو انہونی ہوئے ؁

یہ مارگ سنسار کو نانک بِھتر نہیں کوئے (۵۱)

(۵۲) جو اُپجیو سو بنسی ہے آج کہ کال

نانک ہر گُن گا لیے چھاڈ سکل جنجال (۵۲)

دوہرے

بل چُھٹکیو بندھن پڑے کچھو نہ ہوت اُپائے

کہ نانک اب اوٹ ہر گج جیوں ہوئے سہائے

۲

بل ہو یا بندھن چُھٹے - سب کچھ ہوت اُپائے ؁

نانک سب کچھ تمرے ہاتھ میں سب کچھ ہوت سہائے

۳

سنگ سکھا سب تج گئے کوؤ نہ نبھیو ساتھ

کہ نانک ایہہ بپت میں ٹیک ایک رگھو ناتھ

نام رہیو سادھو رہیو رہیو گورو گوبند (۳) کہ نانک یہ جگت میں کن جپیو گورو منت

(۴)

رام نام اُر میں گہیو جا کے سم نہیں کوئے

جہہ سمرت سنکٹ مٹے درس تہارو ہوئے (دبراگ سدئیس)

مطلب یہ کہ بڑھاپے میں جب وشے بھوگوں وغیرہ سے نفرت ہو جاوے
تب بھگوان کے نام کا ہی سہارا لینا چاہیئے۔ گورو تیغ بہادر جی کے مندرجہ بالا
شلوک روزانہ پاٹھ کرنے سے من کو عجیب شانتی ملتی ہے۔ بھائی گورو صاحب
کی مکمل بانی کا پاٹھ کر کے اپنے جنم کو سپھل کرنا چاہیں۔ وہ دفتر مارتنڈ سے ویراگ
سندیش نامی کتاب ۸ر میں منگوالیں۔ اس کے پاٹھ سے اُن کے چت کو ویراگ ہو
کر ایشور بھگتی میں من لگ جاویگا۔

شلوک ۳۴

اے نادان من! تو دوسرے کے دل کو خوش کرنے اور دوسروں کی خوشامد
کرنے میں کیوں لگا ہے؟ اگر تو ترشنا کو چھوڑ کر سنتوش کرے۔ اپنے میں ہی پرستی
سنتشٹ رہے۔ تو تو خود چنتامنی سوروپ ہو جاوے۔ پھر تیری کونسی اچھا
پوری نہ ہو؟ ارتھات سب اچھائیں پورن ہو جاویں۔ شلوک ۴۴

تشریح

من ہی انسان کے بندھ اور موکھش کا کارن ہے۔ من سے ہی انسان سکھ
دکھ اور پاپ پُن کا بھاگی ہوتا ہے۔ اس لئے کوئی گیانی پرش اپنے من کو مخاطب
کر کے کہتا ہے۔ کہ" اے من! تو دھن وغیرہ کے لئے دوسروں کی خوشامد کر کے
ذلیل کیوں ہوتا ہے؟ اس سے تجھے کچھ بھی لابھ نہ ہوگا۔ میری بات مان! اور سب
اچھاؤں کو تیاگ دے۔ تبھی تجھے شانتی ملیگی۔ پرمانند کی پراپتی ہوگی جب تو
چنتامنی کی طرح شدھ ہو جاویگا۔ جب تو اپنے سوروپ کو پہچان جاویگا۔ تب
تم کو آتم ساکھشات کار ہو جاوے گا۔ تب ہرش شوک وغیرہ تیرے پاس نہ
آویں گے۔ اشٹ سدھی اور نو ندھی تمہارے سامنے ہاتھ باندھے کھڑی رہینگی۔

اس وقت تیری کوئی بھی اچھا پوری ہوئے بنا نہ رہے گی۔ اسی لئے کہتا ہوں کہ تو دوسروں کو راضی کرنے کی نسبت اپنے تئیں راضی کر۔ اس سے تجھے یقیناً ہی اس سکھ کی پراپتی ہوگی۔ جس کے برابر سکھ تریلوکی میں نہیں ہے۔

جس وقت اس پیارے کی انوپم چھب تیری آنکھوں میں سما جاویگی۔ اس وقت تجھے اور کچھ اچھا نہ لگیگا۔ صرف وہی اچھا لگیگا۔ کیونکہ ؎

پریتم چھب نینن بسی۔ پر چھب کہاں سمائے
بھری سرائے "رحیم" لکھ آپ پتھک پھر جائے

سچ ہے۔ جب آنکھوں میں پیارے کرشن کی سُندر من موہنی چھب سما جاتی ہے۔ تب اُن میں اور کسی کی چھب نہیں سماتی۔ جب دل میں پرم پیارے شری کرشن کا ڈیرہ لگ جاتا ہے۔ تب اس میں سنساری سکھ بھوگ اور سُندرتا وغیرہ کے لئے جگہ نہیں رہتی۔ ایک مغربی ودوان نے بھی کہا ہے۔ کہ

"The source of true happiness is inherent in the heart, he is a fool who seeks it elsewhere."

ارتھات سچے سکھ کا سرچشمہ دل کے اندر موجود ہے۔ جو اُسے دُوسری جگہ (باہر) کھوجتا پھرتا ہے۔ وہ مورکھ ہے۔

اس لئے یقیناً ہی سکھ من میں ہے۔ اور من کے نرودھ سے وہ ملتا ہے۔ جس کا چت شانت ہے۔ اسے سدا سکھ ہے۔ جس کا چت شانت نہیں اُسے سکھ بھی نہیں۔ اس لئے طبعث بھٹکنا چھوڑ کر سنتوش کی شرن لو۔ یقیناً آپ کو اپنے اندر ہی پرم سکھ اور شانتی ملیگی۔

شلوک ۳۵

وشیوں کے بھوگنے میں روگوں کا ڈر ہے۔ کُل میں دوش ہونے کا ڈر ہے
دھن میں راجہ کا ڈر ہے۔ چُپ رہنے میں بُزدلی کا ڈر ہے۔ بل میں دُشمنوں کا ڈر
ہے۔ خوبصورتی میں بڑھاپے کا ڈر ہے۔ شاستروں میں مخالفوں کے واد ارتھات
بحث مباحثے کا ڈر ہے۔ گُنوں میں دُشٹوں کا ڈر ہے۔ جسم میں موت کا ڈر ہے۔
سنسار کی سبھی چیزوں میں آدمیوں کو ڈر ہے۔ صرف "ویراگیہ" میں کسی طرح
کا ڈر نہیں ہے۔ (۳۵)

تشریح

اگر انسان وشے سکھوں کو بھوگتا ہے۔ تو اسے روگوں کا ڈر رہتا ہے۔ اگر استری سنگ کرتا ہے۔ تو اس کا بل گھٹتا ہے۔ اور بہت کرنے سے تپ دق ہو جاتا ہے۔ ایسے ہی سنسار کی ہر ایک چیز کے ساتھ کوئی نہ کوئی ڈر لگا ہی رہتا ہے۔ صرف ایک ویراگیہ یا تیاگ ہی ایسی چیز ہے جس میں کسی بھی بات کا ڈر نہیں ہے

اگر غور سے دیکھا جاوے تو اس سنسار میں ذرا بھی سُکھ نہیں ہے۔ سب جگہ بھے ہی بھے ہے۔ ایک کو ایک کھانے کو دوڑتا ہے یہاں سدا حسد و بغض کا بازار گرم رہتا ہے۔ اس لئے اس سے ہٹ کر رہنا ہی ٹھیک ہے۔ اداس سنسار سے دکھی اداسین پرش کے لئے بن میں جا کر رہنے میں ہی شانتی ہے۔

خلاصہ یہ کہ اگر سچے سکھ اور شانتی کے طالب ہو۔ تو استری پُتر۔ دھن دولت اور زمین جائیداد کی ممتا چھوڑ کر بن میں جا بسو۔ اور ویراگیہ دھارن کرکے ایک ماتر پرماتما کے دھیان میں لگ جاؤ۔ سنسار کو تیاگے بغیر کبھی سچا سُکھ نہیں مل سکتا۔ یہ پتھر کی لکیر ہے۔ جتنا کوئی سنسار کا تیاگ کریگا۔ اتنا ہی سُکھی ہوگا۔ اس لئے آپ سنسار کو چھوڑیں یا نہ چھوڑیں۔ یہ آپ کی مرضی ہے مگر ہم آپ کو اصول کی سچی بات بتا دیتے ہیں۔ کہ "سچا سکھ ویراگیہ میں ہی ہے۔"

شلوک ۳۶

کمل کے پتے پر جل کی بوندوں کی طرح چنچل پرانوں کے لیے ہم نے بُرا بھلا کچھ بھی وچار نہ کرکے کیا کیا کام نہیں کئے۔ ہم نے دھن کی مستی سے متوالے لوگوں کے سامنے بے شرم ہو کر اپنے گنوں کے کیرتن کرنے کا مہا پاپ تک کیا۔ (۳۶)

تشریح

سنسار میں اپنی تعریف آپ کرنے سے بڑھ کر کوئی پاپ نہیں ہے۔ مگر اس ناچیز زندگی کے لیے سداچاری پرش کو یہ بھی کرنا پڑتا ہے
وچارنا چاہیے کہ یہ پران کمل کے پتے پر لگی پانی کی بوند کی طرح چنچل ہے۔ یہ جیون بادلوں کی چھایا۔ بجلی کی چمک اور پانی کے ببلے کی طرح ہے۔ ایسے ناپائیدار اور چنچل جیون کے لیے انسان نیچ سے نیچ کرم کرنے میں بھی سنکوچ نہیں کرتا۔ یہ بڑے ہی شرم کی بات ہے۔ اگر انسان کو ہزاروں لاکھوں برس کی عمر ملتی یا اگر سب کال ہمیشہ کی ہوتے۔ تو نہ معلوم انسان کیا کیا پاپ کرم نہ کرتا۔ وہ لوگ بڑے ہی نیچ ہیں۔ جو اس چند روزہ حیات کے لیے طرح طرح کے پاپوں کی گٹھڑی باندھ کر اپنا لوک و پرلوک بگاڑتے ہیں۔ اے لوگو! آنکھیں کھول کر دیکھو۔ اور کان دے کر سنو کہ مٹی پتھر یا لکڑی وغیرہ کی بنی چیزوں کی کچھ عمر ہے۔ مگر تمہاری عمر کچھ بھی نہیں ہے۔ اس لیے اس ناپائیدار زندگی کے لیے پاپ مت جوڑو۔

شلوک ۳۷

"اے بھائی! کیسے دُکھ کی بات ہے۔ پہلے یہاں کیسا راجہ راج کرتا تھا اس کی فوج کتنی عظیم تھی۔ اس کے راجکماروں کی کیسی شان تھی۔ اس کی راج سبھا کیسی (عالیشان) تھی۔ اس کے ہاں کیسی کیسی چندرمکھی استریاں تھیں کیسے اچھے اچھے چارن۔ بھاٹ اور داستان گو اس کے دربار میں تھے۔ وہ سب کے سب جس کال کے بس میں ہو گئے۔ اسی کال کو میں نمسکار کرتا ہوں مطلب یہ کہ کال ہی سب سے بلی ہے۔ (۴۷)

تشریح

کوئی آدمی کسی بڑے پرتاپی راجہ کی راجدھانی کو اُجڑا ہوا دیکھ کر شوک کرتا ہوا کہتا ہے کہ یہاں کا راجہ بڑا زبردست تھا۔ اس کے پاس بے شمار سپاہ تھی۔ اس کے پاس اچھے اچھے امیر وزیر تھے۔ اس کے بڑے بڑے شوربیر راجکمار تھے۔ اس کے چاند کو بھی شرمانے والی استریاں تھیں۔ اُس کی راج سبھا اِندر کی سبھا کو بھی مات کرتی تھی۔ وغیرہ وغیرہ۔ مگر ہائے! آج نہ وہ راجہ ہے۔ نہ راجدھانی۔ نہ راج سبھا ہے اور نہ چتر انگنی سینا۔ نہ وہ امیر وزیر ہیں اور نہ منوہر چندرمکھی استریاں ؛ وہ سب کہاں گئے ؟ ان سب کو کال کھا گیا۔ آج ان کا نام و نشان بھی سنسار میں نہیں ہے۔ اوہو! جو کال ایسا بلوان ہے جس نے ان سب کا نام و نشان مٹا دیا۔ اس کال کو نمسکار ہے بھائی تما کبیر صاحب نے کہا ہے کہ

ساتوں شبد ج باجتے۔ گھر گھر ہوتے راگ
تے مندر خالی پڑے بیٹھن لاگے کاگ
پروے رہتی پدمنی۔ کرتی کُل کی کان
چھڑ ے، بو لیجی کال کی ڈیرا ہوا میدان

مطلب یہ کہ جن مکانوں میں پہلے طرح طرح کے باجے بجتے اور گانے گائے جاتے تھے۔ وہ آج خالی پڑے ہیں۔ اب ان پر کوے بیٹھے ہیں
جو پدمنی پہلے پردے میں رہتی تھی اور کُل کی کان کے مارے باہر نہ نکلتی تھی۔ اسی کا آج کال کے آنے سے میدان میں ڈیرہ ہو گیا ہے۔ ارتھات سب کے سامنے مرگھٹ میں پڑی ہے۔
یقیناً ہی سنسار ناپائیدار اور فانی ہے۔ اس جگت کی کوئی چیز بھی سدا رہنے والی نہیں ہے۔ ایک دن اپنی اپنی باری سے سب کا ناش ہوگا۔ یہ بے انداز جل والے سمندر اور ہمالیہ جیسے پہاڑ بھی ایک دن کال کا لقمہ بن جائینگے دیوتا۔ سدھ۔ گندھرو۔ زمین۔ پانی۔ ہوا۔ ان سب کو بھی کال کھا جائیگا۔ یم۔ کوبیر۔ ورن اور اندر وغیرہ مہا تیجسوی دیوتا بھی ایک دن گر پڑیں گے۔ امرت سے پُر چاند اور مہا پرکاشمان سورج یہ دونو بھی نشٹ ہو جاویں گے۔ اور وقت ایسا آویگا۔ کہ یہ جگت بھی نابود ہو جاوے گا۔ تب اور کسی کی کیا ہستی ہے؟ دراصل یہ جگت ہی بھرم ماتر ہے۔ اس میں اگیانی ہی پھنستا ہے۔ وہی بھوگوں کو سُکھ روپ سمجھ کر ان کی ترشنا کرتا اور اپنے تئیں بندھن میں پھنسانا ہے۔ گیانی پرش اس سنسار کو متھیا۔ اسار اور ناشوان سمجھتا ہے۔ وہ تو صرف برہم کو نِتیہ اور اوناشی سمجھ کر اسی میں مگن رہتا ہے۔

شلوک ۳۸

جن سے ہم نے جنم لیا تھا۔ انہیں اس دُنیا سے گئے بہت دن ہو گئے۔ جن کے ساتھ ہم بڑے ہوئے تھے۔ وہ بھی اس دُنیا کو چھوڑ کر چلے گئے۔ اب ہماری حالت بھی ریتلے ندی کنارے کے درختوں کی سی ہو رہی ہے۔ جو دن بدن جڑ میں

چھوڑتے ہوئے گرنا ہی چاہتے ہیں (۳۸)

تشریح

مطلب یہ کہ ہمارے سب سنگی ساتھی چلے گئے ہیں۔ اور اب ہم بھی چلنے والے ہیں۔ بقول مہاتما کبیر جی:

مالی آوت دیکھ کے۔ کلیاں کریں پکار
پھولی پھولی چن لئیں کال ہماری بار
ساتھی ہمرے چل بسے ہم بھی چالن ہار
کاگد میں باقی رہی۔ تاتیں لاگی بار

ارتھات باری باری سے سب پیارے اور متر چل بسے۔ اب ہمارا نمبر بھی نزدیک آتا جاتا ہے۔ مالی کو آتے دیکھ کر کلیوں نے کہا۔ پھولی پھولی تو آج چن لی گئیں۔ کل ہماری بھی باری ہے۔ صرف کاغذ ارتھات لیکھے (حساب) میں کچھ سانس باقی رہ گئے ہیں۔ اس لئے دیر ہو رہی ہے۔

سنسار کا یہی حال ہے۔ ہم روز یہی تماشہ دیکھتے ہیں۔ مگر پھر بھی ہمیں ہوش نہیں آتا۔ یہ بڑے تعجب کی بات ہے۔

شلوک ۳۹

جس گھر میں پہلے بہت سے آدمی تھے۔ اس میں اب ایک ہی رہ گیا ہے۔ اور جس گھر میں ایک تھا۔ اس میں بہت سے ہو گئے ہیں۔ مگر آخرکار ایک بھی نہ رہا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ کال دیوتا۔ اپنی پتنی کالی کے ساتھ سنسار روپی چوپڑ میں دن رات روپی پانسوں کو لڑھکا لڑھکا کر اور اس جگت کے پرانیوں کی گوٹ بنا بنا کر کھیل رہا ہے۔ (۳۹)

ہائے ہائے ۔ جنہوں نے اونچے اونچے محل بنوائے ہوئے تھے ۔ اور ان میں سنہری کام کرائے تھے ۔ وہ آج شمشان میں چلے گئے ہیں ۔ اور ان کے بنائے ہوئے محل سونے پڑے ہیں ۔ جو ململ اور خاصہ پہنتے تھے ۔ ناگر پان کھاتے تھے اور اکڑ اکڑ کر ٹیڑھے ٹیڑھے چلتے تھے ۔ ابھیمان کے نشے میں چور ہوئے جاتے تھے اور بدن میں عطر پھلیل اور سینٹ وغیرہ لگا کر محلوں میں سوتے تھے ۔ اب وہ خواب میں دکھائی نہیں دیتے دیکھتے دیکھتے نہ جانے کہاں چلے گئے ۔ یہ سب کچھ دیکھ سن کر بھی انسان کو سنسار سے ویراگیہ نہیں ہوتا ۔ یہ کتنے تعجب کی بات ہے ۔

شلوک ۰۴

جیون کی اسارتا

ہماری سمجھ میں نہیں آتا ۔ کہ ہم اس مختصر زندگی میں ۔ چھوٹی سی زندگی میں کیا کیا کریں ؟ ارتھات ہم گنگا تٹ پر بس کر تپ کریں ۔ یا گُن وتی استریوں کی پریم سہت بتھا یوگیہ سیوا کریں ۔ یا ویدانت شاستر کا امرت پئیں ۔ یا کاویہ رس پان کریں (ارتھات شاعری کا لطف اٹھاویں) ۔ (۰۴)

تشریح

مطلب یہ کہ یہ جیون بہت مختصر ہے ۔ اس چند روزہ حیات میں ہم کیا کیا کریں ؟ کام تو بے شمار ہیں ۔ مگر وقت بہت کم ہے ۔ گنگا کنارے پر جا کر شو شو کا جپ کرنا بھی اچھا ہے ۔ گن وتی سندریوں کے ساتھ رہنا ان سے میٹھی میٹھی پریم کی باتیں کرنا اور ان کے ساتھ رمن کرنا بھی اچھا ہے ۔ ویدانت شاستر کا امرت پان کیا جاوے ۔ تب تو کہنا ہی کیا

ہے۔ اور شاعری کا لطف اٹھانا بھی بہت اچھا ہے۔ سبھی کام اچھے اور کرنے لایق
ہیں۔ مگر ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس فانی زندگی میں ہم کیا کیا کریں۔ خلاصہ
مطلب یہ ہے۔ کہ سنسار میں کام بہت ہیں اور زندگی تھوڑی ہے۔ اس لئے انسان
کو چاہیئے۔ کہ وقت کو عبث ضایع نہ کرکے جب تک دم میں دم ہے۔ سب کچھ ترک
کر کے صرف پرماتما کے بھجن میں ہی لگا رہے۔ مہاتما کبیر داس جی کہتے ہیں

(۱) کچا گھڑا — اندر چھید ہوتا ہے

یہ تن کا کچا کُمبھ ہے۔ لئے پھرے تھا ساتھ
"کبیرا" نین نہاریا۔ نہیں پلک کی آس (۱)

"کبیرا" جو دن آج ہے سو دن ناہیں کال
چیت سکے تو چیتئے موت پری ہے خیال (۲)

(۲) موت پیچھے پڑی ہے — (۳) گھس گئے

"کبیرا" سپنے رین کے اُوگھر آئے نین
جیو پڑا بہو لُوٹ میں جاگوں تو لین نہ دین (۳)

(۵) آج کل یا پانچ دنا میں

آج کل کے پانچ دن جنگل ہوگا واس
اُوپر اُوپر ہل پھرے ڈھور چریں گے گھاس (۴)

مہاتما تلسیداس جی کہتے ہیں:-

تُلسی جگ میں آئے کے کر لیجے دو کام
دیوے کو ٹکڑا بھلو۔ لیوے کو ہری نام (۱)

(۱) روٹی کا ٹکڑا

تُلسی رام سنیہہ کر تیاگ سبھی اُپ چار
جیسے گھٹت نہ انک نو۔ نو کے لکھت پہار

جگ تے رہو چھتیس ہو۔ رام چرن چھتیس
تُلسی دیکھو بچار ہیئے۔ ہے یہ متو پردیں

ترجمہ۔ (کبیر جی کے دوہوں کا) یہ انسان کا جسم مٹی کے گھڑے کی مانند ہے۔ اسی

کے اندر جیو آتمارہتا ہے۔ کبیر صاحب کہتے ہیں کہ آنکھوں سے دیکھا ہے۔ ایک لمحہ کا بھی تو بھروسہ نہیں۔ مطلب یہ کہ جس طرح کچے گھڑے کو پھوٹتے دیر نہیں لگتی۔ اسی طرح اس کچے گھڑے جیسے جسم کے ناش ہونے میں بھی دیر نہیں لگتی

کبیر صاحب کہتے ہیں۔ جو دن آج ملا ہے۔ وہ کل نہ ملیگا۔ اے جیو! ہوش میں آ موت سر پر سوار ہے۔ جو اگیانی برسوں کا پربندھ کرتے ہیں۔ برسوں جینے کی آشا رکھتے ہیں۔ اُن کے لئے کبیر صاحب کہتے ہیں کہ دو چار دن بھی جیتے رہنے کی آشا نہیں ہے۔ اس لئے اپنا حساب سدا صاف رکھو۔ آج ہو۔ کل رہو یا نہ رہو۔ آج تم تندرست ہو ہنس کھیل رہے ہو۔ تعجب نہیں کل ہی بیمار ہو کر بستر مرگ پر پڑ جاؤ یا مر ہی جاؤ اس لئے ہوش کرو۔ ہوش کرو۔ اور آگے کے سفر کا بھی کچھ بندوبست کر لو۔ دیر یا سویر وہ سفر تو پیش آنا ہی ہے۔ اگر ایشور کی بھگتی کا دھن جمع نہ کرو گے۔ اور شبھ کرم کر کے اپنے جیون کو سپھل نہ بناؤ گے۔ تو تمہیں پرلوک کے لمبے سفر میں طرح طرح کی تکالیف کا سامنا ہوگا۔ یاد رکھو۔ یہاں بوؤ گے تو وہاں کاٹو گے۔ یہاں کچھ دو گے تو وہاں کچھ لو گے۔ یہاں بھلا کرو گے۔ تو وہاں بھلا پاؤ گے۔ وغیرہ

پھر کبیر جی کہتے ہیں کہ یہ جیون مانند خواب ہے۔ رات کو خواب میں دیکھا کہ جیو کٹ میں پڑا ہے۔ طرح طرح کے عیش و آرام کر رہا ہے۔ سُکھ بھوگ رہا ہے۔ لیکن جونہی آنکھ کھلی۔ تو کیا دیکھتا ہے۔ کہ کچھ بھی نہیں ہے۔ جس طرح خواب میں آدمی دل کو فرحت دینے والے باغوں کی سیر کرتا ہے۔ معشوقوں کے گلے میں ہاتھ ڈال کر گھومتا ہے۔ اُن سے سنگ کرتا ہے۔ یا راجہ بن کر حکومت کرتا ہے۔ رقص و سرود کی محفل جماتا ہے۔ اور دل ہی دل میں بڑا خوش ہوتا ہے۔ مگر جونہی آنکھ کھلتی ہے۔ نہ تو باغ باغیچے نظر آتے ہیں۔ اور نہ معشوقہ اور راج پاٹ۔ بس ٹھیک یہی حالت بیداری کے عالم کی بھی ہے۔ جس طرح رات کے خواب کو متھیا سمجھتے ہو۔ اسی طرح دن کے

مناظر کو بھی جھوٹا جانو۔ وہ خواب یا سُپنا حالتِ نیند میں دکھائی دیتا ہے۔ اور یہ
حالت بیداری میں۔ بس اتنا ہی فرق ہے۔

کبیر داس جی کہتے ہیں۔ اے بھائی! آج یا کل یا پانچ دن میں تمہارا بسیرا جنگل
میں ہوگا۔ تمہارے اوپر ہل چلیں گے۔ یا تمہارے اوپر اُگی ہوئی گھاس کو گائے بھینس
وغیرہ جانور چریں گے۔ مطلب یہ کہ تم اس جسم میں سدا نہ رہو گے۔ تمہارے چولا
تیاگ کرتے ہی لوگ تم سے نفرت کریں گے۔ تمہاری اردھانگنی استری ہی تمہیں دیکھ کر
خوف کھاوے گی۔ تمہارے بدن پر اگر چاندی کا چھلا بھی ہوگا۔ تو اسے اُتارے گی۔ لوگ
تمہیں لے جا کر جلا دیں گے یا گاڑ دیں گے۔ جس جگہ تم جلائے یا گاڑے جاؤ گے۔
جہاں تمہارے جسم کی خاک پڑی ہوگی۔ اسی جگہ کسان ہل چلا دیں گے۔ اگر تمہاری
مٹی پر گھاس اُگ آئے گی تو مویشی اُسے چریں گے۔ اس لئے ہوشیار ہو جاؤ اور
غفلت کی نیند تیاگ دو۔ اور اپنے لازمی سفر کا فکر کرو جس سے راستے میں تمہیں کسی
طرح کا کشٹ نہ ہو

(شری مہاتما تُلسیداس جی کے دوہوں کا ترجمہ)

اس دُنیا میں کام بہت ہیں۔ اور عمر کا یہ حال ہے کہ دم مارنے کا بھروسہ نہیں
اس ناپائیدار زندگی میں کون سا کام کرنا چاہیئے۔ جس سے آگے کی یاترا سکھ سے
چلے۔ اس کا جواب ایشور کے سچے بھگت شرومنی گوسوامی تلسیداس جی نے بہت ہی
خوبصورتی سے دیا ہے۔ اُنہوں نے انسان کے لئے دو کام منتخب کئے ہیں۔ وہ ہیں

دیو کو ٹکڑا و بھلو۔ لینے کو ہری نام

ارتھات دان اور بھجن۔ یہ دو کام ہی انسان کو اپنی زندگی میں کرنے چاہئیں۔ جو
لوگ یہ دو کام کریں گے۔ وہ سورگ میں جا کر سُکھ پاویں گے۔ اور امرت رس کا
پان کریں گے۔ اور اگر وہ یہ دو کام نشکام بھاؤ سے کرشن کے پریم میں غرق ہو کر

کریں گے۔ تو انہیں وہ چیز ملے گی۔ جو ہزاروں لاکھوں سُورگوں سے بڑھ چڑھ کر
ہو گی۔ ارتھات مُکتی۔ پھر انہیں کسی چیز کی کمی نہ رہے گی۔

پھر تلسی داس جی کہتے ہیں۔ کہ کرم۔ گیان اور اپاسنا وغیرہ سادھنوں کو ترک کر کے
صرف بھگوان کی بھگتی کرو۔ کیونکہ بھگتی سے وِشئی لوگوں کو بھی مکتی مل سکتی ہے۔ مگر کرم
گیان اور اپاسنا سے نہیں۔ جیسے نو کا پہاڑہ لکھنے سے ۹ کا عدد نہیں مٹتا۔ ویسے
ہی کرم گیان وغیرہ سے واسنا نہیں مٹتی۔ اور جب تک واسنا بنی رہتی ہے۔ تب تک
مکتی نہیں ہو سکتی۔ واسنا ہی تو جنم مرن کی جڑ ہے۔ واسنا سے ہی جنم لینا پڑتا ہے
واسنا مٹی تو مکتی ہو گئی۔ مگر وشئی لوگوں کی واسنا کبھی نہیں مٹتی۔ جس طرح نو
کا پہاڑہ لکھنے سے ۹ کا عدد بنا ہی رہتا ہے۔ اسی طرح انیک کرم گیان اور اپاسنا
وغیرہ سادھن کرنے پر بھی واسنا بنی ہی رہتی ہے۔ ۹ کے پہاڑے میں ۹ کا عدد
کس طرح بنا رہتا ہے۔ سو دیکھئے:-

۹+۹ = ۱۸ اور ۱+۸ = ۹ ۔ ۹×۳ = ۲۷ اور ۲+۷ = ۹
۹×۴ = ۳۶ اور ۳+۶ = ۹ ۔ ۹×۵ = ۴۵ اور ۴+۵ = ۹
۹×۶ = ۵۴ اور ۵+۴ = ۹ ۔ ۹×۷ = ۶۳ اور ۶+۳ = ۹
۹×۸ = ۷۲ اور ۷+۲ = ۹ ۔ ۹×۹ = ۸۱ اور ۸+۱ = ۹
۹×۱۰ = ۹۰ اور ۹+۰ = ۹ ۔ وغیرہ وغیرہ

اس دوہے کا ارتھ ہم نے سمجھا دیا ہے۔ ویسے تو اسی ایک دوہے کی تشریح میں کئی
صفحے خرچ کئے جا سکتے ہیں۔ مطلب یہ مکتی لابھ کرنے کے لئے بھگتی ہی ایک سیدھا
اور سرل اُپائے ہے۔

(۳) جگت میں ۳۶ کے (چھتیس) کی طرح اور بھگوان کے چرنوں میں چھ تین
ارتھات ۶۳ کی طرح رہو تلسی داس جی کہتے ہیں۔ من میں وچار کر دیکھو یہی مت

سب سے اُوتم ہے۔ اب اس کی ویاکھیا سنیئے۔

۶ کا عدد تریگلت ہے۔ اور ۳ کا عدد ونمنش ہے۔ ۶۳ کے ہندسے میں ۳ نے ۶ کو پیٹھ دے رکھی ہے۔ مطلب یہ کہ سنسار کی طرف مت دیکھو۔ سنسار میں ممتا مت کرو۔ دوسری طرف بھگوان کے سمکھ میں ۶۳ کی طرح رہو۔ اس میں چھ ۶ بھگوان کی شرن ہے۔ اور تین کا عدد ونمنش ہے۔ جس طرح ۳ کا ہندسہ ۶ کی طرف ٹکٹکی لگائے دیکھ رہا ہے۔ اسی طرح ونمنش کو بھی ہر دم جگدیش کی شرن میں ٹکٹکی لگائے ہوئے رہنا چاہیئے ۔ آہا ! مہاتما تلسیداس جی کا کیسا امولیہ اپدیش ہے۔ اس اُدھیہ وچار کے بلہارے۔

شلوک ۱۴

وَیراگ کی کامنا

آہا ! وہ سُکھ کے دن کب آویں گے ؟ جب ہم گنگا کے کنارے ہمالیہ پہاڑ کی شلاؤں پر پدم آسن لگا کر ودھی انوسار آنکھیں مُوند کر برہم کا دھیان کرتے ہوئے یوگ نِدرا میں مگن ہو جائیں گے ۔ اور بوڑھے بوڑھے ہرن نڈر ہو کر ہمارے جسم سے رگڑ کر اپنے جسم کی کھجلی مٹاویں گے ۔ (۱۴)

تشریح

سنسار کی مایا جال میں سُکھ نہیں ہے۔ سنسار میں جو سکھی نظر آتے ہیں۔ وہ بھی حقیقت میں دُکھی ہیں۔ ان کا سکھ نمائشی ہے۔ سچا سُکھ نہیں ہے۔ ہم انہیں گاڑی اور موٹروں پر چڑھتے دیکھ کر اور بڑھیا بڑھیا محلوں میں آنند کرتے دیکھ کر ان کو سکھی سمجھتے ہیں۔ مگر اصل میں وہ سکھی نہیں ہیں۔ سچ بات تو یہ ہے کہ سنسار میں سُکھ

ہے ہی نہیں۔ سکھ تو صرف سنسار تیاگ یا ویراگ میں ہے۔ اسی لئے مہاتما بھرتری ہری جی نے اس شلوک میں کہا ہے۔ کہ وہ دن کب آویں گے۔ جب کہ ہم گنگا کنارے چٹان پر پدم آسن لگا کر بیٹھے ہونگے۔ اور پربھو کے دھیان میں اتنے لین ہونگے کہ سب سدھ بدھ بھول جائیں گے۔ اور ہرن وغیرہ جانور ہمیں بے حس و حرکت دیکھ کر ہمارے جسم سے اپنے جسموں کو رگڑ رگڑ کر اپنے جسم کی کھجلی مٹا دیں گے۔ یہی سچا سنسار تیاگ یا ویراگ ہے۔ یہی سچے سکھ کے دینے والا ہے۔ جن مہاتماؤں کو ایسا تیاگ پراپت ہے۔ وہ دھنیہ ہیں۔

حقیقت یہ ہے۔ کہ اپنے پریمی کے پریم میں محو ہو جائے۔ اس میں غرق ہو جانے میں ہی مزا ہے جب پوری طرح سے دھیان لگ جاتا ہے۔ تب جسم پر پرندے بیٹھیں یا جانور کھجلی مٹائیں یا چاہے جو کریں۔ کوئی خبر نہیں رہتی۔ ایسے دھیانوں کو ہی سدھی ملتی ہے۔ بقول حضرت داغ ؎

کمالِ عشق ہے اے داغ محو ہو جانا
مجھے خبر نہیں نفع کیا؟ ضرر کیا؟

پریم میں جو لوگ مست ہو جاتے ہیں۔ بے سدھ ہو جاتے ہیں۔ انہیں کا پریم سچا پریم ہے۔ بنا محویت کے یا اپنے آپ کو مٹا دینے کے پریم تھوتھا ہے۔ بقول کبیر صاحب:۔

پریم پریم سب کوئی کہے پریم نہ چینہے کوئے
آٹھ پہر بھینا رہے۔ پریم کہاوے سوئے (۱)
لو لاگی تب جانئے چھوٹ نہ کب ہوں جائے
جیون لو لاگی رہے۔ موئے ماہیں سمائے (۲)

کبیر صاحب کہتے ہیں۔ پریم پریم سب پکارتے ہیں۔ مگر پریم کو کوئی نہیں جانتا

جس میں آٹھوں پہر ڈوبا رہے۔ وہ پریم ہے تو لگی تبھی سمجھو۔ جب کہ تو چھوٹ نہ جائے۔ زندگی بھر لو لگی رہے۔ اور مرنے کے بعد پیارے میں سما جائے

چت کا سوبھاؤ ہے۔ کہ وہ اگلی پچھلی باتوں کو یاد کرتا ہے۔ اندریوں کا سوبھاؤ ہے۔ کہ وہ اپنے اپنے وشیوں کی طرف جھکتی ہیں۔ کان آواز سنتا ہے۔ آنکھ روپ دیکھتی ہے۔ مگر اس طرح ایشور اپاسنا کرنے سے کچھ لابھ نہیں ہے۔ عبث وقت ضائع کرنا ہے۔ ایشور اپاسنا کرنے والے کو سب سے پہلے۔ اپنے چت اور اندریوں کو اُن کے وشیوں اور کاموں سے ہٹا کر اپنے آدھین کر لینا چاہیئے۔ بنا چت کے یکسو کئے اور بنا اندریوں کو اُن کے وشیوں سے روکے

دھیان

لگ ہی نہیں سکتا۔ دھیان کرنے والا نہ اپنے جسم کو ہلا دے اور نہ کسی طرف کو دیکھے۔ اگر کسی طرف سے خوفناک آواز ہو یا کوئی جانور (مکھی مچھر وغیرہ) کاٹے۔ تو بھی دھیانی کا دھیان نہ ٹوٹنا چاہیئے۔ آج کل بہت سے گرم کانڈی گؤمکھی میں ہاتھ چلاتے رہتے ہیں اور من میں بے شمار گھڑنت گھڑتے جاتے ہیں۔ کوئی کچھ کہتا ہے۔ تو اس کی بھی سُن لیتے ہیں۔ ایسی ایشور اپاسنا سے کیا لابھ؟

ایک گوپی کا آدرش پریم

ایک بار ایک گوپی لیشودا کے گھر دیپک جلانے گئی۔ وہاں شری کرشن کھیل رہے تھے۔ وہ کرشن کے پریم میں ایسی محو ہوئی۔ کہ اس نے بتی کی بجائے اپنی انگلی دیپک پر لگا دی۔ یہاں تک کہ ساری انگلی جل گئی۔ مگر اُسے خبر نہ ہوئی۔ کسی دوسرے

نے اسے بتایا۔ تب اُسے ہوش ہوئی

ایک نمازی کی کہانی

اسی طرح ایک نمازی بھی جائے نماز بچھا کر نماز پڑھنے لگے۔ اُدھر سے ایک وبھچارنی استری اپنے یار کے پریم میں ڈوبی ہوئی اس سے ملنے جاتی تھی وہ پریم میں ایسی ڈوبی ہوئی تھی۔ کہ میاں جی کی جائے نماز پر سے ہو کر نکل گئی۔ میاں جی کو غصہ آگیا۔ آپ نے اسے دو چار گالیاں سنا دیں۔

استری نے کہا۔ لعنت ہے آپ کی خدا پرستی پر۔ جو آپ نے مجھے دیکھ لیا۔ پریم تو میرے جیسا ہونا چاہئیے۔ کہ مجھے اپنے یار کے پریم میں آپ نظر ہی نہ آئے اور نہ آپ کی جائے نمازہی۔"

ٹھیک ہے۔ نمائشی پریم سے کچھ لابھ نہیں۔ پریم ہو تو ایسا ہو۔ کہ آٹھ پہر چونسٹھ گھڑی اپنے پریمی کا ہی دھیان رہے۔ اور اس میں انسان ایسا ڈوبا رہے۔ کہ تن بدن کی بھی شدھ نہ رہے۔ ایسے پریم سے ہی جگدیش ملتے ہیں

شلوک ۴۲

وہ وقت کب آویگا۔ جب ہم پوتر گنگا کے ایسے ستھان پر جو چندرما کی خوشگوار چاندنی سے چمک رہا ہوگا۔ سکھ سے بیٹھے ہونگے۔ اور رات کے وقت جب کہ سب طرح کا شوروغل بند ہوگا۔ آنند کے آنسو بھری آنکھوں سے سنسار کے وشے دکھوں سے تھک کر سرب شکتیمان شو کی رٹ لگا رہے ہونگے۔ (۴۲)

تشریح

مطلب یہ کہ ایسے لوگ دھنیہ ہیں جو سنساری جال سے نکل کر اس طرح پرماتما کے

دھیان میں مگن ہوتے ہیں اور جو لوگ اس طرف سے غافل ہیں۔ وہ اپنا جیون عبث کھوتے ہیں۔

شلوک ۴۳

مہا دیو ہی ایک ہمارا دیو ہو۔ پوتر گنگا ہی ہماری ندی ہو۔ دِشا ہی ہمارے کپڑے ہوں۔ ایک گپھا ہی ہمارا گھر ہو۔ سمیہ یا کال ہی ہمارا مِتر ہو۔ کسی کے سامنے دین اور حاجت مند نہ ہونا ہی ہمارا برت ہو۔ زیادہ کیا کہیں۔ بڑ کا درخت ہی ہماری اردھانگنی ہو (۴۳)

تشریح

جو ہزاروں لاکھوں دیوتاؤں کو چھوڑ کر ایک پرم پتا پرماتما کو ہی اپنا دیو سمجھتے ہیں۔ رات دن اسی کے دھیان میں مگن رہتے ہیں۔ جو پوتر گنگا کے کنارے پر واس کرتے ہیں گنگا میں سنان کرتے ہیں۔ گنگا جل پیتے ہیں۔ بہت کپڑوں کی حاجت نہیں رکھتے۔ بلکہ دسوں اطراف کو ہی اپنے کپڑے سمجھتے ہیں۔ کال (وقت) کو ہی اپنا مِتر جانتے ہیں۔ کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلاتے۔ بڑ کے درخت کے نیچے آسن جما کر بھگوان کا بھجن کرتے اور اسے ہی اپنے سکھ دُکھ کا ساتھی سمجھتے ہیں۔ وہ مہاتما دھنیہ ہیں۔ ان کا ہی جگت میں آنا سپھل ہے۔ پرماتما کی دیا اور پچھلے جنموں کے پُن پرتاپ سے ہی ایسی شُبھ متی (بدھی) ملتی ہے۔ اور ایسی بدھی کے پربھاؤ سے ہی وہ لوگ سب دکھوں سے چھوٹ کر ابدی آنند میں مگن رہتے ہیں۔

شلوک ۴۴

دیکھئے۔ گنگا سُورگ سے شوجی کے مستک پر گری۔ اُن کے سر سے ہمالیہ پہاڑ پر

گری۔ ہمالیہ پہاڑ سے زمین پر۔ اور زمین سے سمندر میں گری۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ویویک بھرشٹ (بے سمجھ) کا قدم قدم پر پتن (تنزل) ہوتا ہے۔

تشریح

مطلب یہ کہ جو وچار کر کام نہیں کرتے۔ عقل سے کام نہیں لیتے۔ اُن کو قدم قدم پر نیچا دیکھنا پڑتا ہے۔ اس لئے ہمیشہ کام وچار پوروک کرنا چاہیئے۔ اور اپنی بُدھی کا گھمنڈ نہ کرنا چاہیئے۔ گنگا جی کو بڑا گھمنڈ ہُوا۔ تب اس کا گھمنڈ توڑنے کے لئے برہما جی نے اسے اپنے کمنڈل میں بھر لیا۔ گنگا کا مستک نیچا ہو گیا۔ پھر بھی اس نے گھمنڈ نہ چھوڑا۔ تب شو جی نے اسے اپنی جٹاؤں میں روک لیا۔ پھر مہاراج بھگیرتھ نے گھور تپ .. تو شو جی نے اُسے چھوڑا۔ شو جی کے سر سے وہ ہمالیہ پر گری اور وہاں سے بہتی بہتی سمندر میں جا گری۔ جو گھمنڈ کرتے ہیں ان کی یہی حالت ہوتی ہے۔ اس لئے گھمنڈ اور بے سمجھی کو ترک کر دو

شلوک ۵۴

آشا ایک ندی ہے۔ اس میں اِچھا (کامنا یا واسنا) رُوپی جل بھرا ہُوا ہے۔ ترشنا اُس ندی کی ترنگیں ہیں۔ پریتی اس کے نگر مچھ ہیں۔ ترک وترک یا دلیل بازی اس کے پرندے ہیں۔ موہ اس کے بھنور ہیں۔ چنتا ہی اس ندی کے کنارے ہیں۔ وہ آشا روپی ندی دھیرج رُوپی درخت کو گرانے والی ہے اس لئے اس کے پار ہونا بڑا مشکل ہے۔ جو شُدھ چت یوگیشور اس کے پار چلے جاتے ہیں۔ وہ بڑے آنند کا بھوگ کرتے ہیں۔ (۵۴)

تشریح

ناظرین اس آشا رُوپی ندی پر خود وچار کریں۔ ہم صرف اتنا کہتے ہیں کہ اے

مترو! اگر آنند چاہو۔ تو آشا۔ واسنا۔ پریتی۔ ولیس بازی۔ متر شنا۔ موہ اور چنتا وغیرہ سب کو ایک دم تیاگ کر شُدھ چت ہو جاؤ۔ اور اپنے آتما یا برھم کے دھیان میں لین ہو جاؤ۔

شلوک ۷۶

اے بھائی! میں سارے سنسار میں گھوما۔ اور تینوں لوکوں میں کھوج کی۔ مگر ایسا آدمی میں نے نہ دیکھا نہ سُنا۔ جو اپنی کام اچھا کو پُورن کرنے کے لئے ہتھنی کے پیچھے دوڑتے ہوئے مدا اُونمت (مست) ہاتھی کی مانند بلوان من کو بس میں رکھ سکتا ہو۔ (۷۶)

تشریح

مطلب یہ کہ من بڑا زبردست ہے۔ اس کے پر نہیں۔ مگر پرندے کی طرح اُڑنے والا ہے۔ کبھی یہ آسمان میں جاتا ہے کبھی پاتال میں۔ من جسم کو جدھر گھماتا ہے۔ ادھر ہی جسم گھومتا ہے۔ من ہی انسان کو پرماتما سے الگ رکھتا اور من ہی اسے پرماتما سے ملا بھی دیتا ہے۔ من کا چنچل پن اچھا نہیں۔ یہ سادھنا میں بھاری روکاوٹ ہے۔ کبیر صاحب کہتے ہیں:۔

من پکشی تب لگ اُڑے ، وشے واسنا ماہیں
گیان باز کی جھپٹ میں جب لگ آیا ناہیں (۱)
من کو بہتے رنگ ہیں۔ چھن چھن بدلے ہوئے
ایک رنگ میں جو رہے۔ ایسا ورلا کوئے (۲)
جیتی لہر سمندر کی۔ تیتی من کی دوڑ!!!
سہجے ہیرا اوپجے۔ جو من آوے ٹھور (۳)

من کے متے نہ چالیئے۔ من کے متے انیک
جو من پر اسوار ہیں سے سادھو کوئی ایک (۱۸)

ارتھات۔ من کا پرندہ وشئے واسناؤں میں اس وقت تک اُڑتا ہے جب تک وہ گیان روپی باز کی جھپٹ میں نہیں آتا۔ مطلب یہ کہ من وشیوں میں اسی وقت تک پھنسا رہتا ہے۔ جب تک کہ اسے گیان نہیں ہوتا۔ گیان ہوتے ہی من وشیوں کے پھندے سے نکل جاتا ہے۔

من کے انیک رنگ ہیں۔ جو لمحہ لمحہ میں بدلتے رہتے ہیں۔ جو ایک ہی رنگ میں رنگا رہتا ہے۔ وہ کوئی ورلا ہی ہوتا ہے۔

سمندر کی جتنی ترنگیں ہیں۔ من کی بھی اتنی ہی دوڑ ہیں۔ اگر من ایک ہی ٹھکانے پر ٹھہر جاوے۔ تو سہج میں ہی ہیرا پیدا ہو جاوے۔ مطلب یہ کہ من کے یکسو ہو جانے سے سدھی مل جاتی ہے۔ اور جگدیش کے درشن ہو سکتے ہیں۔

من کی صلاح پر نہ چلنا چاہیئے۔ اور اسے اپنے قابو میں رکھنا چاہیئے۔ کیونکہ اس کو بس میں رکھنے سے ہی اونا شی سکھ مل جاتا ہے۔

مگر من کا بس میں رہنا ہے بہت مشکل۔ جگت کو جیتنے والے ارجن نے بھی شریمد بھگوت گیتا میں یہ مانا ہے۔ کہ من بڑا ضدی اور بس میں نہ ہونے والا ہے۔ اس کو روکنا وہ ہوا کو روکنے کی طرح مشکل سمجھ کر بھگوان کرشن سے وہ اس کے بس میں کرنے کا اُپائے پوچھتے ہیں۔ بھگوان نے ارجن کو جواب دیتے ہوئے من کو بس میں کرنے کے لئے دو سادھن بتلائے ہیں۔ وہ دو سادھن ہیں

ابھیاس اور ویراگ

پس من کو بس میں کرنے کے لئے یہ دو سادھن اچوک ہیں۔ اس لئے ہم اپنے ناظرین سے کہتے ہیں کہ ابھیاس کرو۔ ابھیاس سے سب مشکلات دور ہو جاتی

ہیں اور من شانت ہو جاتا ہے۔

شلوک ۴۷

وہ دن جو دھن کے لئے دھنوانوں کی خوشامد کرنے سے دکھ سے بڑے معلوم ہوتے تھے۔ اور وہ دن جو شے بھوگوں میں چھوٹے لگتے تھے۔ ان دونوں طرح کے دنوں کو ہم پہاڑ کی ایکانت گفا میں پتھر کی شلا پر بیٹھ کر آتم دھیان (بھگوان کی یاد) میں مگن ہو کر انتہ کرن میں ہنستے ہوئے یاد کریں گے۔

شلوک ۴۸

نہ تو ہم نے نیش کلنک (بے عیب) ودیا پڑھی۔ اور نہ دھن کمایا۔ نہ ہم نے شانت چت سے ماتا پتا کی سیوا ہی کی۔ اور نہ خواب میں بھی کمل نینی سندر کامنیوں کو گلے سے ہی لگایا۔ ہم نے اس جگت میں آکر کوے کی طرح پرائے ٹکڑوں کی طرف تاک لگانے کے سوا اور کیا کیا؟ ۴۸

تشریح

مطلب یہ کہ جو سنسار میں آکر شری ہری بھجن کرتے ہیں۔ نہ ودیا پڑھتے ہیں۔ نہ دھن کما کر سکھ بھوگتے ہیں۔ اور نہ سنسار کے دکھیوں کا دکھ ہی دور کرتے ہیں ان کا اس سنسار میں جنم لینا عبث ہی ہے۔ کسی نے کہا ہے۔ کہ

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم

نہ ادھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

بھگوان کے چرن کملوں میں پریتی ہوئے بنا من کی چنچلتا نہیں جاتی۔ اور من کے استھر ہوئے بنا بھگوان کا بھجن نہیں ہو سکتا۔ جو ٹک گیروا بانا دھارن

کر کے سادھو ہو جاتے ہیں اور بھگوان میں من نہیں لگاتے۔ وہ لوگ پیٹ کے لئے در در اکھ جگا کر اپنا اور بہوبنش جنم عبث ہی گنواتے ہیں۔ وہ مورکھ اس بات کو نہیں سمجھتے۔ کہ یہ منش جنم بڑی مشکل سے ملتا ہے۔ ایسا موقعہ پھر جلدی ہاتھ نہیں آتا۔ اس سے تو یہی اچھا ہے۔ کہ وہ لوگ سنسار تیاگی بننے کا ڈھونگ نہ رچ کر سنساری یا گرہستی ہی بنے رہتے۔ سنساری بنے رہنے سے وہ اس دُنیا کے جھوٹے سُکھ تو بھوگ لیتے۔ ایسے ڈھونگی پرش دونو طرف سے جاتے ہیں ان کا نہ لوک بنتا ہے نہ پرلوک۔ بقول

گئے دونو جہان سے پانڈے حلوہ ملا نہ مانڈے

جو لوگ محنت مزدوری کر کے کما نہیں سکتے۔ اور بیٹھے بیٹھے ملتا نہیں۔ وہی لوگ اپنے کٹمب کا پرورش نہ کر سکنے کی وجہ سے سادھو بن جاتے ہیں۔ پھر وہ در در ٹکڑے مانگتے اور ٹھوکریں کھاتے ہیں۔ ایشور پر بھی ان کو بھروسہ نہیں اگر ایشور پر بھروسہ ہوتا۔ تو وہ دھیان میں مگن ہو کر اسی کا جپ کرتے۔ اور وہ بھی ان کی فکر کرتا۔ جو اُن کے بھروسے سُنسان بیابانوں میں بھی جا کر بیٹھتے ہیں ان کو وہ وہیں پہنچاتا ہے۔ اس میں شک نہیں۔ وہ اس کو بھُوسلنے والوں کو بھی پہنچاتا ہے۔ تب اس کے ہی بھروسے رہنے والوں اور اسی کی مالا جپنے والوں کو وہ کیسے بھُول سکتا ہے؟ وہ صبح سے شام تک تریوکی کے پرانیوں کو کھانا پہنچاتا ہے۔ سنسار کا پالن کرتا ہے۔ اسی لئے اسے وشومبھر کہتے ہیں۔ وہ ہاتھی کو من اور کیڑی کو کن (ذرہ) پہنچاتا ہے۔ اس میں شک نہیں۔

ایک بار شہنشاہ اکبر کو بھگوان کے وشومبھر ہونے میں شک ہُوا۔ انہوں نے ایک شیشی میں ایک چیونٹی بند کر دی۔ چیونٹی کے اس میں بند کئے جانے سے پہلے اُنہوں نے خود اپنے ہاتھوں سے شیشی کو دیکھ لیا۔ اور پھر اس شیشی کو بند کرا کر اپنے سامنے ہی

رکھا۔ ۴۸ گھنٹے کے بعد جب شیشی کو کھولا گیا۔ تو چیونٹی کے منہ میں ایک چاول کا دانہ پایا گیا۔ اس سے بادشاہ کا شک رفع ہو گیا۔

اس لئے یقین رکھنا چاہیئے کہ بھگوان کے دربار میں کسی چیز کی کمی نہیں ہے ان کے دربار میں دھرم۔ ارتھ۔ کام اور موکھش چاروں پدارتھ موجود ہیں۔ ان کے بھگت جو چاہتے ہیں۔ انہیں وہی مل جاتا ہے۔ اُن کے بھگتوں کی اچھا ہوتے ہی سب ردھی سدھی ان کے قدموں میں حاضر ہو جاتی ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ اُن کے بھگتوں کا من چلائمان نہ ہو۔ ان کا من کسی دوسری طرف نہ جائے۔ جو لوگ ایشور کی چاکری میں چوکتے ہیں۔ سچے من سے اُن کی اپاسنا نہیں کرتے۔ یہ جگہ جگہ بھٹکاتے ہیں۔ وہ کرم ہین دکھ پاتے ہیں۔ ان کی منوکامنا پوری نہیں ہوتی سُکھ داتا کو بھولی کر کوئی کیسے سُکھی ہو سکتا ہے ؟

شلوک ۴۹

سب کچھ تیاگ کر (یا سب کچھ نشٹ ہو جانے پر) کرونا پورن ہردے سے سنادار سنسار کے پدارتھوں کو سار ہین سمجھ کر صرف شو چرنوں کو اپنا رکھشک سمجھتے ہوئے ہم شرد کی چاندنی میں کسی پوتر بن میں بیٹھے ہوئے کب رات گذاریں گے ؟ (۴۹)

مطلب یہ کہ اب ہم کو ویراگیہ ہو گیا ہے۔ اور وشے بھوگوں کی چاہ نہیں رہی۔ اس لئے اب ہم مندرجہ بالا طریقے سے بن باسی ہو کر بھگوان کی بھگتی کر کے اپنا جنم سپھل کرنا چاہتے ہیں

شلوک ۵۰

ہم درختوں کی چھال پہن کر خوش ہیں۔ آپ لکشمی سے خوش ہو۔ ہمارا اور آپ کا۔ دونو کا سنتوش برابر ہے۔ کوئی فرق نہیں۔ دراصل وہی مفلس ہے جس کے دل میں ترشنا ہے۔ من میں سنتوش آنے پر کون دھنی اور کون نردھن ہے؟ ارتھات سنتوشی کے لئے دھنی اور نردھن دونو برابر ہیں (۵۰)

سنتوش میں سکھ

جسے سنتوش ہے۔ وہی سکھی ہے۔ اور جسے سنتوش نہیں ہے۔ وہ سدا دکھی ہے۔ سنتوش تری لوکی کے راجیہ سے بھی اچھا ہے۔ جو سکھ سے جیون بسر کرنا چاہے اور ترشنا کو تیاگ دے اور پرماتما پر چھوڑ دے۔ اسی میں سنتوش کرے۔ سنتوشی کے لئے کوئی بیماری نہیں ہے۔ سنتوشی کے چت۔ من اور کایا سدا سکھی ہوتے ہیں سنتوشی کسی کی خوشامد نہیں کرتا۔ بقول استاد ذوق ؎

جو گنج قناعت میں ہیں تقدیر پہ شاکر
ہے ذوق برابر انہیں کم اور زیادہ

انسان کو چاہیئے۔ کہ سوکھی روٹی اور چیتھڑوں سے بنی گدڑی میں سکھی رہے۔ مگر کسی کے احسان کا بوجھ اٹھا کر اپنے دکھوں کا بوجھ ہلکا نہ سمجھے۔ تو بھی انسان کو یا تو سنتوش سے سکھ ملتا ہے۔ یا مر جانے سے۔ مہاتما کبیر جی نے کہا ہے

گو دھن۔ گج دھن۔ باج دھن اور رتن دھن کھان
جب آوے سنتوش دھن سب دھن دھور سمان

انسان جب دنیاداروں کا بھروسہ چھوڑ کر بھگوان کی شرن میں جاتا ہے۔ تب اسے سنتوش ملتا ہے۔ بھگوان میں اور سنتوش میں فرق نہیں ہے۔ یہ مہاتما تلسی

داس جی کا بچن ہے۔ جہاں سنتوش ہے۔ وہاں بھگوان ہیں اور جہاں بھگوان ہیں
وہاں سنتوش ہے۔

شلوک ۵۱

آزادانہ زندگی بسر کرنا۔ بنا مانگے کھانا۔ مصیبت میں دھیرج رکھنے والے
متروں کی سنگت کرنا۔ من کو بس میں کرنے کی ترکیبیں بتانے والے شاستروں
کا پڑھنا سننا اور چنچل چت کو یکسو دشانت کرنا۔ ہم نہیں جانتے۔ یہ کس پہلے
جنم کے پُنیہ کرموں (تپیا) کے پھل سے پراپت ہوتے ہیں ؟ (۵۱)

تشریح

مطلب یہ کہ اُن لوگوں کے بڑے ہی پُنیہ بھاگیہ ہیں۔ جو آزادانہ زندگی بسر کرتے
ہیں، جن کے سچے دھیرج وان مِتر ہیں، اور جو فحش ناولوں اور دیگر دل بہلاوے
کی پستکوں کو نہ پڑھ کر صرف من کو شانت کرنے والے اور اس کی چنچلتا کو مٹانے
والے ویدانت کے شاستروں کا سوادھیائے کرتے ہیں۔ کہ نہیں سکتے۔ کہ انہوں نے
اپنے سابقہ جنموں میں کون سے مہان شُبھ کرم کئے تھے۔ کہ جن کی وجہ سے اِس
جنم میں وہ ایسے بھاگیہ وان ہوئے۔

شلوک ۵۲

وہی تعریف کے لایق ہیں۔ وہی دھنیہ (مبارک) ہیں، جنہوں نے کرم کی جڑ
کاٹ دی ہے۔ جو اپنے ہاتھوں کے سوا اور کسی برتن کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ جو گھوم گھوم
کر بھکشا کا اَن کھاتے ہیں۔ جو دسوں اطراف کو ہی اپنا کپڑا (چادر) سمجھتے ہیں جو
ساری پرتھوی کو ہی اپنی نرمل شیا سمجھتے ہیں۔ جو اکیلے رہنا پسند کرتے ہیں۔ اور جو

دینتا (کسی کے آگے ہاتھ پھیلانے سے) نفرت کرتے ہیں۔ اور جنہوں نے آتما میں ہی سنتوش کر لیا ہے۔ (۵۲)

تشریح

جنہوں نے سب سے من ہٹا کر۔ سب طرح کے وشیوں کو تیاگ کر۔ سنساری ایا جال کاٹ کر اپنے آتما میں ہی سنتوش کر لیا ہے۔ جو کسی بھی چیز کی کامنا نہیں رکھتے یہاں تک کہ پانی پینے کے لئے برتن بھی اپنے پاس نہیں رکھتے۔ اپنے ہاتھوں سے ہی برتن کا کام لیتے ہیں۔ کھانے کے لئے گھر میں سامان نہیں رکھتے۔ کل کے بھوجن کی فکر نہیں کرتے۔ آج اس گاؤں سے مانگ کر پیٹ بھر لیتے ہیں۔ تو کل دوسرے گاؤں میں جا مانگتے ہیں۔ ایک گاؤں میں دو رات نہیں گذارتے۔ جو جسم کو ڈھکنے کے لئے کپڑوں کی حاجت نہیں رکھتے۔ دسوں اطراف کو ہی اپنا کپڑا سمجھتے ہیں۔ جو پلنگ ڈشک اور گدے تکیوں کی حاجت نہیں رکھتے۔ ذرا سی زمین کو ہی نرمل پلنگ سمجھتے ہیں۔ جب نیند آتی ہے۔ اپنے ہاتھ کا تکیہ لگا کر سو جاتے ہیں۔ جو کسی کا سنگ نہیں کرتے اکیلے رہتے ہیں۔ ویراگیہ کو ہی پرم آنند سوروپ سمجھتے ہیں۔ جو کسی کے سامنے عاجزی سے گڑگڑاتے نہیں ہیں۔ اور اپنے سوروپ میں ہی مگن رہتے ہیں۔ وہ پرش سچ مچ ہی مہا پرش ہیں۔ ایسے پرش رتن دھنیہ ہیں۔ انہوں نے سچ مچ ہی کرم بندھن کاٹ دیا ہے۔ وہی سچے تیاگی اور سنیاسی ہیں

شلوک ۵۳

مالک کو راضی کرنا مشکل ہے۔ راجاؤں کے دل گھوڑوں کی طرح چنچل ہوتے ہیں اودھر ہماری خواہشات بڑی بھاری ہیں۔ اُدھر ہم پرم پدارتھ موکش کے طالب ہیں۔ بڑھاپا جسم کو نکما کرتا ہے۔ اور موت جیون کا ناش کرتی ہے۔ اس لئے

اے دوست! بدھیمان کے لئے اس جگت میں تپ سے بڑھ کر اور کوئی کلیان کاری مارگ نہیں ہے۔ (۱۳۵)

تشریح

(۱) سیوا دھرم بڑا کٹھن ہے۔ ہزاروں طرح کی خدمتیں کرنے۔ بہت طرح سے ہاں میں ہاں ملانے۔ دن کو رات اور رات کو دن کہنے اور طرح طرح کی خوشامدیں کرنے سے بھی مالک کبھی خوش نہیں ہوتے۔

(۲) راجاؤں کے دل بھی چنچل ہوتے ہیں۔ انہیں ذراسی دیر میں خوش ہوتے اور ذراسی دیر میں ناراض ہوتے دیر نہیں لگتی۔ لمحہ بھر میں گاؤں کے گاؤں بخش دیتے اور لمحہ بھر میں سولی پر چڑھواتے ہیں۔ اس لئے راج سیوا میں بھی بڑا خطرہ ہے

(۳) ایک طرف تو ہماری خواہشات اور ہماری کامناؤں کی حد نہیں ہے۔ اور دوسری طرف ہم پرم پد موکھش کے ابھلاشی ہیں۔ اس لئے یہ بھی میل نہیں کھاتا بڑھاپا ہمارے جسم کو کمزور اور صورت کو بگاڑ کر ہمیں ناطاقت بنا دیتا ہے۔ اور موت سر پر منڈلا رہی ہے۔ ایسی حالت میں اے دوست! کہیں سکھ نہیں ہے۔ اگر سچا سکھ چاہتے ہو۔ تو پرماتما کا بھجن کرو۔ اس سے آپ کے لوک و پرلوک دونوں سدھر جائیں گے۔ آپ جنم مرن کے کشٹ سے چھٹکارہ پاکر موکھش پا جائیں گے۔ خلاصہ یہ کہ سچا سکھ صرف ویراگیہ اور بھگوان کی بھگتی میں ہے۔

جپ۔ تپ۔ تیرتھ۔ برت۔ شم۔ دم۔ دیا۔ ستیہ۔ شوچ اور دان وغیرہ کام اگر من میں واسنا رکھ کر کئے جاتے ہیں اور ان کے کرنے والا اگر اس کا پھل چاہتا ہے۔ تو اسے سورگ وغیرہ ملتا ہے۔ مگر اس سے انسان کا اصلی مقصد پورا نہیں ہوتا۔ ارتھات اُسے پرم پد یا موکھش نہیں مل سکتی۔ اس لئے انسان کو نشکام کرم کرنے چاہئیں۔ گیتا میں بھی یہی بات بھگوان کرشن نے کہی ہے۔ بھگوان کی بھگتی سے جو کام ہو سکتا ہے

دہ گھورسے گھور تپ کرنے سے بھی نہیں ہو سکتا۔ کسی نے کہا ہے۔

خواہ سارے وید شاستروں کو پڑھو۔ خواہ یم نیم وغیرہ کرو۔ خواہ دھرم شاستر کا وچار کرو۔ اور خواہ سارے تیرتھ کرو۔ اگر آپ کے دل میں رام نہیں ہے۔ تو یہ سب عبث ہے۔

مہاتما تلسیداس جی کہتے ہیں۔ کہ دوستوں سے دوستی اور دشمنوں سے دشمنی چھوڑ کر اور سنسار سے اداسین ہو کر بھگوان سے پریتی کرو۔ مطلب یہ کہ راگ اور دویش دونو کو چھوڑ دو۔ اور ایک بھگوان کے بھجن میں ہی مگن رہو۔ مہاتما سندرداس جی کہتے ہیں

بھجن

کہا ہے کو پھرت نر۔ دین بھیو گھر گھر
دیکھئیت تیرو تو آہار اک سیر ہے (۱)
جاکو دیہہ ساگر میں سینو شت یوجن کو
تاہو کو تو دیت پربھو یا میں نہیں پھیر ہے (۲)
بھوکھو کو ؤ رہت نہ جانئے جگت ماہیں
کیری اُرو کنجر۔ سبن ہی کو دیت ہے (۳)
سندر کہت وشواس کیوں نہ راکھے شٹھ
بیرہ بیر سمجھائے۔ کہیو کیتی بیر ہے (۴)

ترجمہ۔ اے آدمی! تو دین ہو کر کیوں گھر گھر مارا مارا پھرتا ہے؟ دیکھ۔ تیرا پیٹ تو ایک سیر آٹے سے بھر جاتا ہے۔ سمندر میں جس کا جسم چار سو کوس لمبا ہوتا ہے۔ اس کو بھی پربھو بھوجن دیتے ہیں۔ اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ سنسار میں کوئی بھی بھوکا

نہیں رہتا اور جگدیشور چیونٹی اور ہاتھی سب کا پیٹ بھرتے ہیں۔ ارے ناداں! وشواس کیوں نہیں کرتا۔ سندرداس جی کہتے ہیں۔ میں نے یہ بات تجھے کتنی دفعہ بار بار سمجھا کر کہی ہے۔

ارے! تو دسوں اطراف میں کیوں بھاگا پھرتا ہے۔ تو بھگوان کے کئے ہوئے کاموں کا خیال کر۔ دیکھ۔ جب تو منہ بند کئے ہوئے چھپا بیٹھا تھا۔ تب بھی تجھے کھانے کو پہنچایا۔ اور جب تیرے دانت آ گئے۔ تب بھی تیرے منہ کھولتے ہی کھانے کو ٹکڑا دیا۔ جس پربھو نے تیری گربھ اوستھا سے ہی تیری پرورش کی ہے۔ وہی کیا اب تیری خبر نہ لے گا؟ پھر تو کیوں چنتا پھرتا ہے۔ بھگوان کا بھروسہ رکھو۔ وہی پربھو اب بھی تیری پالنا کریں گے۔

خلاصہ یہ کہ انسان کو دنیا کے گھمنڈی لوگوں کی خوشامد چھوڑ کر صرف بھگوان کی خوشامد اور بھگتی کرنی چاہیئے۔

شلوک ۵۴

دیہہ دھاریوں کے بھوگ۔ وشے بھوگ۔ گھنے بادلوں میں چمکنے والی بجلی کی طرح چنچل (ناپائیدار) ہیں۔ انسان کی عمر ہوا سے بادلوں کے پانی کی طرح ناشوان ہے۔ اور جوانی کی اُمنگ بھی دیرپا نہیں ہے۔ اس لئے ہے بدھیمانو! دھیرج (استقلال) سے چت کو ایکاگر کر کے اسے یوگ سادھن میں لگاؤ۔ (۵۴)

تشریح

سنسار اور سنسار کی سب چیزیں ناشوان اور فانی ہیں۔ یہاں کوئی چیز سدا نہ رہے گی۔ یہ جو بے انداز جل سے بھرا سمندر دکھائی دیتا ہے۔ کسی دن ریگستان میں بدل جائے گا۔ جل کی ایک بوند بھی نہ رہے گی۔ جہاں آج خوشگوار باغ ہیں بڑے

بڑے شہر بستے ہیں وہاں کسی دن بالکل اُجاڑ بیابان ہوگا اور وہاں گیدڑ۔ لومڑی وغیرہ جانور پھریں گے۔ اور تو کیا سورج بھی جو اپنے تیج سے تینوں لوکوں میں پرکاش پھیلاتا ہے۔ اندھکار روپ ہو جاویگا۔ اور یہ امرت مئے چندرما بھی ایک دن شانت ہو جاوے گا۔ ہمالیہ اور سمیرو جیسے بڑے بڑے پہاڑ ایک دن مٹی میں مل جاویں گے۔ برہما۔ وشنو اور مہادیو بھی نہ رہیں گے۔ سارا جگت ہی ناش ہو جاویگا۔ یہ استری بیٹے اور رشتہ دار نہ جانے کہاں چھپ جاویں گے۔ ہماری اپنی پانچ تتوؤں کی بنی ہوئی کایا پانچ تتوؤں میں مل جاویگی۔

جس طرح بجلی چمک کر غائب ہو جاتی ہے۔ اسی طرح لکشمی بھی درشن دے کر غائب ہو جاتی ہے۔ جس طرح انجلی میں جل نہیں ٹھہرتا۔ اسی طرح لکشمی بھی کسی کے پاس نہیں ٹھہر سکتی۔ جس طرح زنِ بازاری کسی ایک پرش سے راضی نہیں رہتی نت نئے پرشوں کو چاہتی ہے۔ اسی طرح لکشمی بھی کسی ایک کے پاس نہیں رہتی نت نئے نئے پرشوں کو بھجتی ہے۔

جس طرح لکشمی اور وِشے بھوگ چنچل ہیں۔ اسی طرح جوانی بھی ناپائدار ہی ہے۔ جوانی آتے دکھائی دیتی ہے مگر جاتے معلوم نہیں ہوتی۔ ہوا کی نسبت بھی تیز چال سے دن رات چلتے ہیں اور اسی تیزی میں جوانی جھٹ ختم ہو جاتی ہے۔ اس وقت تعجب سا ہونے لگتا ہے۔ یہ جسم تبھی تک سندر اور منوہر لگتا ہے۔ جب تک بڑھاپا نہیں آتا۔ بڑھاپا آتے ہی وہ اچھل کود۔ وہ اکڑ تن۔ وہ چمک دمک وہ سرخی وہ چھاتیوں کا ابھار وہ آنکھوں کا رسیلا پن نہ جانے کہاں غائب ہو جاتا ہے۔ اچھی طرح غور کرنے سے یہ جوانی لمحہ بھر کی ہی معلوم ہوتی ہے۔ یہ حالت دیکھ فردوسی اپنے شاہنامے میں کہتا ہے ۔۔

انسان اس ناپائیدار دنیا میں کیوں دل لگاتے ہیں۔ جب کہ موت کا نقارہ

دروازے پر بج رہا ہے۔

اس لئے اے انسانو! ہوش کرو۔ غفلت کی نیند تیاگو۔ وہ دیکھو۔ موت آپ کا دروازہ کھٹکھٹا رہی ہے۔ اب تو فانی سنسار کا موہ تیاگو۔ یہ جو استری پُتر۔ بھائی بہن اور ماں باپ وغیرہ پیارے اور رشتہ دار دکھائی دیتے ہیں۔ یہ اُسی وقت تک ہیں۔ جب تک کہ جسم بنا ہوا ہے۔ جسم کے ناش ہوتے ہی یہ نظر بھی نہ آویں گے یہ بھی سمجھ میں نہ آویگا کہ کہاں گئے اور کہاں سے آئے تھے۔ یہ بھائی بندوں کا ملنا مسافروں کا سا ہے۔ جو الگ الگ مقاموں سے سفر کرتے ہوئے ایک درخت کے نیچے آکر ٹھہر جاتے ہیں۔ اور لمحہ بھر آرام کر کے پھر اپنی اپنی راہ پر چلے جاتے ہیں یا ان مسافروں کی طرح ہیں۔ جو کئی مقاموں سے آکر ایک سرائے یا دھرم شالہ میں آکر ٹھیرتے ہیں اور پھر کوئی دو دن اور کوئی چار دن رہ کر اپنی اپنی جگہ کو چل دیتے ہیں۔ ان سرائے کے مسافروں کا آپس میں پریتی کرنا یا جُدا ہوتے وقت رونا دھونا کیا عقلمندی ہے؟ جن کا لمحہ بھر کا ساتھ ہے۔ ان میں دل پھنسانا دُکھ مول لینا ہے ان کے الگ ہوتے ہی من میں گھور کشٹ ہوتا ہے۔ اس لئے ان سے کچھ سروکار نہ رکھنا چاہیئے۔

یہ سنسار دو مقاموں کے بیچ ایک پڑاؤ ہے۔ یاتری یہاں آکر لمحہ بھر کے لئے آرام کرتے اور پھر آگے چلے جاتے ہیں۔ ایسے یاتریوں کا آپس میں پریم بڑھانا ایک دوسرے کی محبت میں پھنسا سچ مچ ہی دکھدائی ہے۔ سمجھدار لوگ مسافروں سے دل نہیں لگاتے۔ ان سے پریم نہیں کرتے۔ انہیں اپنا پرایا نہیں سمجھتے۔ نہ انہیں کسی سے راگ ہے نہ دویش۔ وہ سب کو ایک نظر سے دیکھتے ہوئے ان کی مدد کرتے اور ان کا دکھ دور کرتے ہیں مگر اُن سے موہ نہیں کرتے۔ مگر مورکھ لوگ استری پتر اور ماتا پتا وغیرہ کو اپنا پیارا سمجھتے اور دوسروں کو پرایا سمجھتے ہیں۔ اس جگت میں نہ

کوئی اپنا ہے نہ پرایا - یہ جگت ایک درخت ہے اس پر ہزاروں لاکھوں پرندے
الگ الگ جگہوں سے آکر رات کو بسیرا لیتے اور صبح ہی اپنے اپنے کام کو اڑ جاتے
ہیں - الگ الگ جگہوں سے آئے ہوئے پرندوں کو کیا رات بھر کے ساتھ کے لئے
آپس میں ناطہ جوڑنا چاہیئے ؟ ہرگز نہیں - دوسروں سے سمبندھ جوڑنا کسی کو اپنا
بیٹیا اور کسی کو اپنی استری اور کسی کو ماں یا بھین سمجھ کر سنیہہ کرنا تو مورکھتا ہی ہے -
سنیہہ تو اپنی کایا سے بھی نہیں کرنا چاہیئے - کیونکہ یہ بھی ناشوان ہے - سدا ساتھ
نہ رہے گی -

شریر روپی گھر

ذرا بھی سمجھ رکھنے والے بھائی سمجھ سکتے ہیں - کہ پرانیوں کے جسم کے اندر کوئی
ایسی چیز ہے جس کے رہنے سے پرانی چلتے پھرتے - کام کاج کرتے اور زندہ سمجھے
جاتے ہیں - جس وقت وہ چیز جسم سے نکل جاتی ہے - اس وقت انسان مُردہ ہو
جاتا ہے - اس وقت نہ تو وہ چل پھر سکتا ہے - نہ دیکھ سن یا کوئی اور کام کر سکتا
ہے - جس چیز کے پرکاش سے اس شریر میں پرکاش رہتا ہے - جس کے بل سے یہ
کام دھندے کرتا اور بولتا چالتا ہے - اسے ہی جیو یا آتما کہتے ہیں - ہمارا یہ جسم
ہمارے آتما کے رہنے کا گھر ہے - جس طرح مکان میں موری - پرنالے - کھڑکی اور
جنگلے ہوتے ہیں - اسی طرح آتما کے رہنے کے اس جسم روپی گھر میں بھی موری اور
نالے وغیرہ ہیں - آنکھ - کان - ناک اور منہ وغیرہ موری پرنالے ہیں جسم کے
کروڑوں سوراخ اس مکان کے جنگلے اور کھڑکیاں ہیں مطلب یہ کہ جسم آتما یا جیو کے
بسنے کا گھر ہے - یہ گھر مٹی اور جل وغیرہ پانچ تتووں سے بنا ہے - اس گھر کا بنانے والا

کاریگر پرماتما ہے۔

جس طرح پرماتما نے آتما کے رہنے کے لئے پانچ تتووں سے یہ شریر روپی گھر بنا دیا ہے۔ اسی طرح ہم نے بھی آتما کے شریر کی رکشا کے لئے۔ مینہ۔ پانی اور دہوپ وغیرہ سے بچنے کے لئے۔ مٹی یا اینٹ پتھر وغیرہ کے مکان بنا لئے ہیں ہمارے بنائے ہوئے اینٹ پتھروں کے مکان سو۔ دو سو یا پانچ سو برس تک رہ سکتے ہیں۔ ہزار ہزار برس سے زیادہ مدت کے بنے ہوئے مکان آج تک کھڑے ہوئے ہیں۔ مگر ہمارے آتما کے رہنے کا پانچ تتووں سے بنا ہوا مکان اتنا مضبوط نہیں ہے۔ وہ لمحہ بھر میں گر جاتا ہے۔ اس لئے اسے بالو ریت کا مکان بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ بالو کا مکان کبھی ادہر بنتا ہے اور ادہر گر جاتا ہے۔

اب انسان اپنے اگیان اور موہ کی وجہ سے اس بالو کے مکان میں ہی ہمیشہ تک رہنے کی کامنا کرتا ہے۔ اور یہ چاہتا ہے کہ میں کبھی نہ مروں۔ مگر مہاتما لوگ ان اگیان اندھکار میں ڈوبے ہوئے لوگوں کو خبردار کرنے کے لئے کہتے ہیں۔ کہ "ارے مورکھ! تو اس بالو کے گھر میں رہ کر برسوں جینے کی آشا کرتا ہے۔ ارے نادان! ہوش کر۔ جاگ۔ تیرا یہ بالو کا گھر پلک مارتے گر جاویگا۔ جب سے تو اس بالو کے گھر میں آیا ہے۔ تبھی سے اس کی بنیادیں ہلنے لگی ہیں۔ ایسے فانی مکان میں رہ کر تو ہزاروں برس تک جینے کے سامان کرتا ہے۔ یہ تیری مورکھتا ہی ہے۔ یہ گھر تجھے اس لئے ملا ہے۔ کہ تو اس میں جتنی دیر رہے۔ اتنی دیر جگدیش کی بھگتی کر کے اپنے کرم کے بندھن کو کاٹ سکے۔ اور آواگون سے چھوٹ کر اپنے آنند میں جا ملے۔ تاکہ پھر کبھی تجھے دکھ نہ بھوگنے پڑیں۔ اور تو اننت کال تک اوناشی سکھ بھوگتا رہے۔ اسی لئے کسی مہاتما نے کہا ہے:-

کہا بھروسو دیہہ کو بنس جائے چھن ماہیں

سوانس سوانس سمرن کرد اور جتن کچھو ناہیں
اس شریر کا کیا بھروسہ؟ یہ کشن بھر میں نشٹ ہو جائیگا۔ اس حالت میں سب سے اچھی بات تو یہ ہے۔ کہ ہر سانس پر پرماتما کا نام لو۔ بنا اُس کے نام کے کوئی سانس نہ جانے پاوے۔ ادم شم

شلوک ۵۵

یہ بھوک سے بیاکل مگر خود دار آدمی جو اپنے پیٹ روپی گڑھے کو بھرنے کے لیئے ہاتھ میں پوتر صاف کپڑے سے ڈھکا ہوا ٹھیکرا لے کر بن بن اور گاؤں گاؤں گھومتا ہے۔ اور اُن کے دروازے پر جاتا ہے۔ جن کی چوکھٹ ودھی پُورک ودوان براہمنوں کے ذریعے کرائے ہوئے ہون کے دہوئیں سے کالی ہو رہی ہے۔ اچھا ہے۔ مگر وہ اچھا نہیں۔ جو برابر کُل والوں کے ہاں جا کر مانگتا ہے۔ (۵۵)

تشریح

مہاتما تُلسیداس جی کہتے ہیں:۔

گُھر میں بھوکا پڑ رہے دس فاقے ہو جائیں
تُلسی بھیا بندھو کے کبھوں نہ مانگن جائے

مطلب یہ کہ خواہ انسان کے پاس کھانے کو نہ ہو۔ اُسے فاقہ کرتے کرتے دس دن بھی ہو جاویں۔ خواہ جان پر آبنے۔ تو بھی اسے اپنی رکھشا کے لیئے اپنے بھائی بندوں کے پاس ہرگز نہ جانا چاہیئے کیونکہ لیے موقع پر وہ لوگ اس کا اپمان کرتے ہیں اور اس اپمان کا کشٹ موت سے بھی بڑھ کر ہوتا ہے۔ اسی لیئے کہا ہے۔ کہ شیر اور ہاتھیوں سے گھرے ہوئے جنگل میں جا کر رہنا اچھا۔ مگر بھائیوں کے درمیان غریب ہو کر رہنا

اچھا نہیں۔

شلوک ۵۶

یہ چانڈال ہے یا براہمن ہے ؟ یہ شُودر ہے یا تپسوی ہے ؟ کیا یہ تتو گیانی یوگیشور ہے ؟ لوگوں کے مُنہ سے ایسی بہت طرح کی سُننے اور ترک بھری (مدلل) باتیں سن کر بھی یوگی لوگ نہ ناراض ہوتے ہیں نہ خوش۔ وہ تو ساودھان چِت سے اپنی اپنی راہ چلے جاتے ہیں۔ (۵۶)

تشریح

یوگی لوگ عوام الناس کی بُری بھلی باتوں کا خیال نہیں کرتے۔ کوئی کچھ بھی کیوں نہ کہا کرے۔ خواہ انہیں کوئی شودر کہے خواہ براہمن۔ خواہ ان کی کوئی نندا کرے خواہ تعریف۔ مگر مہاتما لوگ دونوں کو برابر سمجھتے ہیں۔

شلوک ۵۷

اُسے بھدر! وہ پُرش دھنیہ ہیں۔ جو شرد کے چندرما کی چاندنی سے سفید ہوئے آکاش منڈل سے سُندر اور منوہر رات کو بن میں گذارتے ہیں۔ جنہوں نے سنسار بندھن کو کاٹ دیا ہے۔ جن کے انتہ کرن سے خوفناک سانپ رُوپی وِشے نکل گئے ہیں۔ اور شُبھ کرموں کو ہی جو اپنا سچا رکشک سمجھتے ہیں۔ (۵۷)

شلوک ۵۸

اے چِت! اب وِشرام (آرام) لے۔ اندریوں کے سُکھ لُوٹنے کے لئے

وشیوں کی کھوج میں سخت محنت (سر دردی) مت کر۔ اندرونی شانتی کے لئے کوشش کر۔ جس سے کلیان ہو اور دکھوں کا ناش ہو۔ ترنگ کی مانند چنچل چال کو چھوڑ دے۔ سنساری پدارتھوں میں اور سکھ مت مان۔ کیونکہ یہ اسار اور ناشوان ہیں۔ بہت کہنا عبث ہے۔ اب تو اپنے آتما میں ہی سکھ مان۔ شلوک ۵۸

تشریح

اے دل! اب تو اندریوں کے لئے وشے بھوگوں کی تلاش میں مت بھٹک۔ بلکہ شانت ہو۔ وشیوں میں کچھ بھی سکھ نہیں ہے۔ وشے تو وش سے بھی برے اور کالے ناگ سے بھی خوفناک ہیں۔ ارے! اب تو میرا کہنا مان اور اپنی چالا کی چھوڑ دیکھ تیرے سر پر کال منڈلا رہا ہے۔ وہ ایک ہی بار میں تجھے نگل جاویگا۔ ارے بھائی! یہ اندریاں بڑی خراب ہیں۔ ان میں دیا بھاو کچھ نہیں ہے۔ یہ شیطان کی طرح الٹے مارگ پر ہی لے جانے والی ہیں۔ تو ان سے خبردار رہ۔ اور ان کے بھلاوے میں مت آ۔ اب شانت ہو اور کشٹ برداشت کرنا سیکھ۔ اپنا چنچل سوبھاو چھوڑ دے۔ جگت کو مانند خواب سمجھ۔ اس جنجال سے الگ ہو۔ بار بار اس کی اچھا نہ کر۔ اپنے آتما میں ہی مگن ہو۔ اس طرح ضرور تیرا کلیان ہوگا۔ کلیان کیسا؟ جب تو جیوتی سوروپ آتما کو دیکھ لے گا۔ تب تو اسی میں خوش رہے گا۔ اس آنند کے سامنے سنسار کے سب وشے ہیچ معلوم ہونگے۔ بھگوان شری کرشن نے ایسی ہی بات گیتا جی کے چھٹے ادھیائے میں کہی ہے۔ اس سکھ اس آنند کو سب نہیں جان سکتے۔ جو اُسے بھوگتا ہے۔ وہی جانتا ہے۔ اسے کوئی کہ کر بتا بھی نہیں سکتا۔ جس طرح استری پرش کے سکھ کو ہیجڑا نہیں جان سکتا۔ ویسے ہی گیانی کے سکھ کو اگیانی نہیں جان سکتا

(ادم شم)

ॐ

یوگی راج بھگر تشری ہری جی مہاراج کا

ویراگ شتک جلد دوم

اُردو ترجمہ معہ تشریح

از

شری بمیان پرمارتھی ایڈیٹر رسالہ مارتنڈ سکھ ساگر دھما بھارت لاہور

منشی عام الیکٹرک پریس میں اخبار اشتہرت لاہور میں باہتمام لالہ رام لال ورما پرمارتھی پبلشر مدیر تشر اور ایڈیٹر

مارتنڈ و سکھ ساگر کے خاص نمبر

مارتنڈ کا بھاگوت نمبر

ارتھات شریمد بھاگوت کی بھگتی - گیان اور ویراگیہ کی کتھائیں - یہ کتھائیں اتنی دلچسپ اور اتی شانتی دایک ہیں، کہ پڑھ کر آپ کا چت پرسن ہوگا - یہ وہ پوتر کتھائیں ہیں کہ جن کو سن کر راجہ پریکشت نے سات دن میں مکتی پراپت کی تھی - حجم ۱۱۲ صفحات - قیمت ۸ر

مارتنڈ کا کرشن نمبر

بھگوان کرشن کے متعلق بہت ہی پوتر نمبر - دوسرا ایڈیشن - پڑھتے ہی آپ عش عش کر اٹھیں گے - حجم ۱۲۸ صفحات ۸ر

مارتنڈ کا طبی نمبر

بہترستے کر پاؤں تک کی تمام امراض کے بافائدہ مجرب نسخہ جات - ہر ایک گرہستی کے لئے مفید ہے - قیمت ۸ر

مارتنڈ کا ہولی نمبر

اس میں دل بہلاوے کے لئے کئی سو ہنسانے کے لطیفے اور چٹکلے درج ہیں - عجیب چیز ہے - قیمت ۸ر

روحانی نمبر ۴ر کتھا نمبر ۳ر آپا مستا نمبر ۳ر اُتم وچار نمبر ۳ر آتم کلیان نمبر ۳ر شردھا بھگتی پرکاش نمبر ۳ر پیسے کی مایا نمبر ۳ر

سکھ ساگر کا یوگ نمبر - یوگیراج اروند گھوش کی یوگ کے بارے میں منوہر تصنیف - ۴ر

〃 〃 کرشن نمبر - بھگوان کرشن جی کے متعلق بہت ہی پوتر مضامین ۳ر

سکھ ساگر کا آنکھ نمبر - آنکھ کی تمام بیماریوں کے نسخہ جات اور سرمے وغیرہ - قیمت ۳ر

〃 〃 پوتر جیون نمبر - زندگی کو پاکیزہ بنانے کے اصول ۳ر } اپنشدوں کے

〃 〃 جیون مکتی نمبر - جیون مکتی پراپت کرنے کے سادھن ۳ر } اسرار نمبر ۴ر

منیجر مارتنڈ مارتنڈ لیکھا کالیہ لاہور

ॐ

مہاراجہ بھرتری ہری جی کرت ویراگیہ شتک حصہ دوم

شلوک ۵۹

اے پیاری بُدھی! اب تو پوِتر پھل مُول سے اپنی گذران کر
…ہی بنائی زمین کی سیج اور درختوں کی چھال کے کپڑوں سے اپنا نرباہ
کر، اُٹھ! ہم تو بن کو جاتے ہیں۔ وہاں اُن مُورکھ اور تنگ دِل امیروں
کا نام بھی نہیں سنائی دیتا۔ جن کی زبان دھن کی مستی کی وجہ سے
ان کے بس میں نہیں ہے۔ شلوک ۵۹

تشریح

جن دھنواؤں کی زبان میں لگام نہیں ہے۔ جو دولت کے نشے میں منہ سے
واہی تباہی بک دیتے ہیں۔ ایسے بدمست اور کمینہ خصلت امیر لوگ بنگلوں میں
نہیں رہتے۔ اس لئے بُدھیمان پرش کو بن میں چلا جانا چاہئے۔ آخر وہاں کس بات
کی کمی ہے؟ کھانے کو پھل مُول ہیں۔ پینے کو ٹھنڈا جل ہے۔ پہننے کو درختوں کی چھال
ہے۔ اور سونے کے لئے زمین ہے۔ وہاں دُکھ نہیں ہے۔ اشانتی نہیں ہے۔ اور کھانے

پینے اور پہننے کی سب چیزیں موجود ہیں۔
جو آشا اور ترشنا کو تیاگ دیں گے۔ وہ پھر امیروں کی غلامی کیوں کریں گے؟ اور خوشامد
کبھی نہیں کریں گے۔ اور امیر لوگوں کو بھی اپنے دھن اور مال پر اترانا نہ چاہیئے۔ یہ
دھن سدا اُن کے پاس نہ رہے گا۔ اسے وہ اپنے ساتھ نہ لے جا سکیں گے۔ ممکن
ہے یہ ان کے جیتے جی ہی اُن کے ہاتھ سے نکل جائے۔ پھر ایسے چنچل دھن پر ابھیمان
کس لیئے؟ کسی نے کہا ہے۔

کتنے مفلس ہو گئے کتنے تونگر ہو گئے
خاک میں جب مل گئے دونو برابر ہو گئے

کُنڈلیا

دولت پائے نہ کیجیئے سپنے میں ابھیمان
چنچل جل دن چار کو۔ ٹھاؤں نہ رہت ندان
ٹھاؤں نہ رہت ندان۔ جیت جگ میں یش لیجے
میٹھے بچن سنائے ونے سب ہی کی کیجے
کہ گردھر کویرائے ارے یہ سب گھٹ تولت
پاہن نشدن چار۔ رہت سب ہی کے دولت

مطلب یہ کہ دھنوان ہو کر خواب میں بھی گھمنڈ نہ کرنا چاہیئے۔ جس طرح چنچل جل
چار دن ٹھیرتا ہے۔ پھر اپنے مقام سے چلا جاتا ہے۔ اسی طرح دھن بھی چار دن کا
مہمان ہوتا ہے سدا کسی کے پاس نہیں رہتا۔ ایسے چنچل۔ ایسے فانی اور چند روزہ دھن
کے نشے میں متوالے ہو کر زبان کو بے لگام نہ ہونے دینا چاہیئے۔ سب سے میٹھا بولنا چاہیئے
اور سبھی کے ساتھ سدا پیار اور حلیمی کا برتاؤ کرنا چاہیئے۔ جب تک جسم میں جان رہے۔ جب
تک زندگی رہے گھمنڈ نہ کرنا چاہیئے اور بدنامی سے بچنا چاہیئے اس جگت میں جو جیا

کرتا ہے۔ وہ ویسا ہی پاتا ہے۔ جو جَو بوتا ہے۔ جَو کاٹتا ہے۔ اور جو گیہوں بوتا ہے
وہی گیہوں کاٹتا ہے۔ جو دوسروں کا دل دُکھاتا ہے۔ اس کا دل بھی دُکھایا جاویگا
جو جیسی کہیگا۔ ویسی سُنے گا۔ بقول ؎

بد نہ بولے زیر گردوں گر کوئی میری سُنے
ہے یہ گنبد کی صدا۔ جیسی کہے ویسی سُنے

اور بھی کہا ہے کہ

ایسی بانی بولئے۔ من کا آپا کھوئے
اوروں کو شیتل کرے آپے شیتل ہوئے

شلوک ۶۰

اے چِت! اب تو موہ چھوڑ کر سر پر اردھ چندر دھارن کرنے والے بھگوان شمبھو سے پریتی کر۔ اور گنگا کنارے کے درختوں کے نیچے آرام لے۔ دیکھ! پانی کی لہر۔ پانی کے بلبلے۔ بجلی کی چمک۔ آگ کی لو۔ استری۔ سانپ اور ندی کے بہاؤ کے استحکام کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ کیونکہ یہ ساتوں ہی چنچل ہیں۔ ۱۶۰۱

اسنسار کا موہ چھوڑو

اے لوگو! آپ موہ کی نیند میں پڑے ہوئے کیوں اپنی دُرلبھ منش دیہ کو عبث گنوا رہے ہو؟ آپ کو یہ جسم اس لئے نہیں ملا ہے کہ آپ جھوٹے سنسار سے موہ کر کے استری پتر اور دھن دولت میں بھولے رہیں بلکہ اس لئے ملا ہے۔ کہ آپ اس جسم سے دُرلبھ موکش پد کی پراپتی کریں۔ مگر سنسار کی چال ہی ایسی ہے۔ کہ وہ اچھے کاموں کو ترک

کرکے بُرے کام کرتا ہے وجہ یہ کہ موہ سے اندھے ہوئے اگیانی پرش کو اپنے بُرے کا گیان نہیں ہوتا

جو ناری نرک کُوپ کی طرح گندگی سے بھری ہے۔ جو سب طرح سے پوتر الدھر نا سکے ہو گیہ ہے جس میں پریتی کا نام و نشان بھی نہیں ہے جو حرف اپنے سوارتھ پرش کو پیار کرتی ہے۔ پتی کے غریب یا قرضدار ہوتے ہی اس سے پریتی کم کر دیتی یا اُسے تیاگ دیتی ہے۔ جو لمحہ بھر میں پرائی ہو جاتی ہے۔ اُسی ناری کو پرش اپنی پران پیاری کہتا اور اس کے لئے اپنی سارے سکھ اور شانتی کو تلانجلی دے کر مرنے تک کو تیار ہو جاتا ہے۔ کیا یہ اگیانتا نہیں ہے؟

شاعروں نے موہ کی وجہ سے استری کے انگوں کی بڑی لمبی چوڑی تعریف کی ہے۔ اس کے دونو پستانوں کو کسی نے دو اناروں۔ کسی نے آموں۔ کسی نے سنترو اور کسی نے سونے کے کلشوں سے تشبیہ دی ہے۔ مگر حقیقت میں تو وہ گوشت کے لوتھڑے ہی ہیں۔ ان کی جانگھوں کو کیلے کے کھمبوں سے تشبیہ دی ہے۔ مگر وہ مہا گندی ہیں۔ ان پر ہر وقت پیشاب یا سفیدہ بہتا رہتا ہے ان کی آنکھوں کی مثال ہرن کے بچے کی آنکھوں سے دی ہے۔ مگر وہ سانپ سے بھی خوفناک ہیں کیونکہ سانپ کے کاٹنے سے انسان بیہوش ہوتا اور مرتا ہے۔ مگر استری کے تو دیکھنے ماتر سے ہی پاگل سا ہو کر مرتا ہے۔ درحقیقت استری سانپ سے بھی بُری ہے۔ سانپ کا کاٹا ایک بار ہی مرجاتا ہے۔ مگر استری کا کاٹا بار بار جنم لیتا اور مرتا ہے۔

استری ہی سنسار درخت کی جڑ ہے

اس لئے استری کامی پرش کا اس سنسار سے چھٹکارہ نہیں ہوتا۔ وہ اس دُنیا

میں آکر استری کی وجہ سے بہت طرح کے دُکھ بھوگتا۔ چنتا کی اگنی میں دن رات
جلتا اور مرکر ممتا اور واسنا کی وجہ سے پھر جنم لیتا اور دُکھ بھوگتا ہے

استری کامی پرشوں کو ذرا سے لالچ سے اپنا غلام بنا لیتی ہے۔ کامی پُرش
استری کے اشارے پر اسی طرح ناچتا ہے جس طرح بندر مداری کے اشارے پر ناچتا
ہے۔ وہ رات دن اس کے خوش کرنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے۔ گھر باہر سوتے
جاگتے اسی کا چنتن کرتا ہے۔ اسی کے لئے متکبر امیروں کی خوشامد کرتا۔ ان کی
ٹیڑھی سیدھی باتیں سنتا اور خودداری کو ہاتھ سے کھوتا ہے۔ اتنے پر بھی استری
کی فرمائشیں پوری نہیں ہوتیں۔ آج وہ گہنا مانگتی ہے تو کل کپڑے مانگتی ہے اور
پرسوں بیٹے یا بیٹی کی شادی کی بات کہتی ہے۔ کبھی کہتی ہے آج آٹا نہیں ہے۔
کبھی کہتی ہے دال۔ تیل اور نمک نہیں ہے۔ اسی طرح فرمائشوں کا خاتمہ نہیں ہوتا
مگر بیچارے پُرش کا انت آ جاتا ہے۔ استری کی سیوا اور چاکری سے اسے اتنی
بھی فرصت نہیں ملتی کہ وہ لمحہ بھر بھی اپنے بنانے والے پربھو کا سمرن کر
سکے۔

بہت طرح سے سیوا اور چاکری کرنے پر بھی اگر پُرش سے کوئی فرمائش پوری
نہیں ہوتی۔ تب وہ شیرنی کی طرح غراتی ہے۔ اتفاق سے اگر مرد غریب ہو
جاتا ہے۔ یا اس کے سر پر قرض کا بوجھ ہو جاتا ہے۔ تو وہی ساتھ پھیروں کی بیاہی
استری اس کا انادر اور اس کی موت کی کامنا کرتی ہے۔ کیونکہ اس دُنیا میں
دھن ہی کی قیمت ہے۔ کہتے ہیں۔ غریب پُرش کو ویشیا چھوڑ دیتی ہے۔ ویشیا
تو بدنام ہے ہی۔ مگر وید ودھی سے بیاہی ہوئی استری بھی اپنے پتی کو چھوڑ دیتی
ہے۔ مفلس آدمی کو ماں باپ۔ بھائی بہن۔ بھوجائی۔ نوکر چاکر اور دیگر رشتہ دار
سبھی بُری نظر سے دیکھتے اور اسے تیاگ دیتے ہیں۔ یہ سنسار دراصل دھن

کے بس میں ہے۔ جس کے پاس دھن نہیں ہے۔ اس کا کوئی نہیں۔ جیسا کہ کہا ہے۔ کہ :۔

"مفلس بیٹے کی ماتا نندا کرتی ہے۔ باپ آدر نہیں کرتا۔ بھائی بات نہیں کرتا نوکر غصہ کرتا ہے۔ بیٹا حکم نہیں مانتا۔ استری آلنگن نہیں کرتی۔ اور دھن مانگنے کے ڈر سے دوست کوری بات بھی نہیں کرتا۔ اس لئے اے دوست! دھن کماؤ۔ کیونکہ سبھی دھن کے بس میں ہیں"

اس سے صاف ہو گیا۔ کہ استری اوپر سے اچھی خوبصورت ہے۔ اندر سے وہ نہا گندی اور پتھر کی طرح کٹھور دل ہے۔ جس وقت اس میں بے رحمی آتی ہے تب وہ زرخرید غلام کی طرح خدمت کرنے والے پتی اور اپنے پیٹ سے نکلے ہوئے بیٹے کے اوپر بھی دیا نہیں کرتی۔ اپنے سوارتھ کے لئے یہ ان کی بھی ہتیا کروا دیتی اور نرک کی راہ دکھاتی ہے۔ اس لئے

استری کے موہ میں پھنسنا اپنے ناش

کا سامان کرنا ہے۔ جس طرح پتنگ دیپک کے روپ پر مگدھ ہو کر اپنا ناش کرتا ہے اسی طرح کامی پرش بھی استری کے روپ پر فریفتہ ہو کر اپنے لوک پرلوک کو گنواتا ہے اس جنم میں گھور چنتا کی اگنی میں جلتا اور مرنے پر نرک کی آگ میں جلتا اور تڑپتا ہے۔

دراصل استری پتر وغیرہ سب دشمن ہیں۔ مگر پرش اگیانتا سے انہیں اپنا متر سمجھتا ہے۔ مہاتما شنکر آچاریہ جی نے بھی اپنی پرشنا ولی میں لکھا ہے۔ کہ

" استری اور پتر دیکھنے میں ہی دوست معلوم ہوتے ہیں۔ مگر دراصل وہ دشمن ہیں۔" اس میں کچھ بھی شک نہیں ہے۔

ایک ویش اور اس کا بیٹا

ایک ویش نے لاکھوں کروڑوں روپے کمائے۔ اور اپنے دھن میں سے چار لاکھ روپے اپنے بیٹوں کو دے کر ان کی الگ الگ دکانیں کروا دیں۔ باقی دھن اس نے دیواروں میں چنوا دیا۔ چند روز کے بعد وہ سخت بیمار ہو گیا۔ اُسے سنپات ہو گیا اور وہ واہی تباہی بکنے لگا۔

لوگوں نے اس کا انت سمیہ سمجھ کر اس سے کہا۔ سیٹھ جی! بہت دھن کمایا ہے اس وقت کچھ دان پن کیجئے۔ کیونکہ اس وقت دھرم ہی ساتھ جائیگا۔ استری بیٹا اور دھن وغیرہ ساتھ نہ جائیں گے۔

ویش کا گلا بند ہو گیا تھا۔ اس لئے وہ بول نہ سکتا تھا۔ اس نے بار بار دیواروں کی طرف ہاتھ کئے۔ اشارے سے بتایا کہ ان دیواروں میں دھن گڑا ہے۔ اسے نکال کر دان پن کر دو۔ بیٹے باپ کا مطلب سمجھ گئے۔ بتا جی کہتے ہیں۔ جو دھن تھا سو تو ان دیواروں میں لگا دیا۔ اب اور دھن کہاں ہے؟

لوگوں نے لڑکوں کی بات مان لی۔ ویش اپنے بیٹوں کی بے ایمانی دیکھ کر بہت رویا۔ مگر بول نہ سکتا تھا۔ اس لیے سٹپٹا سٹپٹا کر مر گیا۔ لڑکوں نے انہیں شمشان میں لے جا کر جلا دیا۔ ویش کے من کی بات من میں ہی رہ گئی۔ اس سے بڑھ کر بیٹوں کی دشمنی کیا ہو گی؟

جو لوگ سینکڑوں طرح کے انرتھ اور بے ایمانی سے پرایا دھن ہڑپ کر یا اور کسی طرح سے دنیا کا گلا کاٹ کر لاکھوں کروڑوں اپنے بیٹوں پوتوں کے لئے چھوڑ جاتے ہیں۔ وہ اس کہانی سے سبق حاصل کریں اور بیٹوں کا جھوٹا موہ ترک

کر دیں۔ در اصل اس جگت میں کوئی کسی کا بیٹا ہے نہ باپ ماں باپ بھائی بہین
اور استری بیٹے سبھی ایک لمبی یاترا کے یاتری ہیں۔ یہ مرتیو لوک اس یاترا (سفر) کے
بیچ کا مقام یا سرائے ہے۔ اس جگہ پر آ کر سب اکٹھے ہو گئے ہیں۔ کوئی کسی سے
سچی پریت نہیں رکھتا۔ سبھی موہ (خود غرضی) کی رسی میں ایک دوسرے سے بندھے ہوئے
ہیں۔ جب جیو کے چلنے کا وقت آ جاتا ہے۔ تب وہی نرموہی کی طرح سب کو چھوڑ کر
چل دیتا ہے۔ جو لوگ اُس چلے جانے یا مر جانے والے کے لئے جان تک قربان
کرتے تھے۔ ان میں سے کوئی اس کے ساتھ پولی تک جاتا ہے اور اسے شمشان بھومی
تک پہنچا کر اور جلا کر خاک کر آتا ہے۔ ایسے رشتہ داروں سے موہ کرنا بڑی ہی غلطی
ہے۔ کہا بھی ہے۔ کہ

"پرلوک کی راہ میں جیو اکیلا جاتا ہے۔ صرف دہرم اس کے ساتھ جاتا ہے۔ دھن
زمین۔ پشو اور استری گھر میں ہی رہ جاتے ہیں۔ لوگ شمشان تک جاتے ہیں۔
اور یہ دیہہ چتا تک ساتھ رہتی ہے۔"

کیا پُتر کے بنا گتی نہیں ہوتی؟

بہت سے لوگ یہ سمجھتے ہیں۔ کہ پُتر کے بنا گتی نہیں ہوتی۔ اور بے اولاد آدمی
نرک میں جاتا ہے۔ اور با اولاد سورگ میں جاتا ہے۔ جو لوگ ایسا مانتے ہیں۔ وہ بڑی
بھول کرتے ہیں۔ بیٹوں سے کسی کی بھی گتی نہ تو کبھی ہوئی اور نہ ہوگی۔ سب کی گتی
اپنے ہی پرشارتھ سے ہوتی ہے۔ اگر بیٹوں سے سورگ یا موکش کی پراپتی ہوتی۔ تو
کوئی ورلا ہی نرک میں جاتا۔ جو جیسا* کرتا ہے۔ اُسے ویسا ہی پھل بھوگنا پڑتا ہے
برہم ہتیا۔ استری ہتیا۔ بھرون ہتیا پر استری گمن۔ اور دوسرے کا دھن چھیننا۔ ان
سب طرح کے پاپوں کا پھل کرتا کو بھوگنا ہی پڑتا ہے۔ جو ایسا سمجھتے ہیں کہ ایسے پاپ

کرنے پر بھی بیٹے پوتوں کے ہونے سے ہم سزا سے بچ جاوینگے۔ وہ بڑے ہی مورکھ
ہیں۔ گیانی لوگ تو سنسار بندھن سے چھوٹنے کے لئے اپنے بیٹوں کو بھی ترک کر دیتے
(تیاگ) دیتے ہیں۔

ایک براہمن اور اس کے اندھے بیٹے کی کتھا

کسی شہر میں ایک براہمن رہتا تھا۔ اس کے بیٹا نہیں ہوا تھا۔ اس لئے اس نے
شری گنگا جی کی اپاسنا کی۔ آخرکار بڑھاپے میں اس کے ہاں ایک اندھا بیٹا پیدا ہوا۔
براہمن اس اندھے بیٹے کو پاکر ہی بڑا خوش ہوا۔ اس نے خوب اتسو اور خوشی منائی۔
اس کے بعد جب وہ اندھا بیٹا پانچ برس کا ہوا۔ براہمن نے اس کا یگیوپویت سنسکار
کرا کر اسے ودیا پڑھانی شروع کی۔ کچھ عرصے میں وہ اندھا پورا پنڈت ہو گیا۔

ایک دن باپ بیٹا بیٹھے تھے۔ بیٹے نے باپ سے پوچھا کہ

"پتا جی! انسان اندھا کس پاپ سے ہوتا ہے؟"

پتا نے جواب دیا۔ بیٹا! جو پہلے جنم میں رتنوں کی چوری کرتا ہے۔ وہ اندھا ہوتا ہے

بیٹے نے کہا۔ پتا جی! یہ بات نہیں ہے۔ کہ ان کے گُن کاریہ میں بھی آ جاتے ہیں
آپ اندھے ہیں۔ اسی وجہ سے میں بھی اندھا پیدا ہوا ہوں

باپ نے غصہ میں بھر کر کہا۔ نالائق! میں اندھا کیسے؟

بیٹے نے کہا۔ پتا جی! گنگا ماں ساکھشات مکتی کی دینے والی ہے۔ آپ نے اُن کی
اُپاسنا بیٹے کی کامنا سے کی۔ اسی سے میں آپ کو اندھا سمجھتا ہوں۔ جو وید شاستر پڑھ کر
بھی پیشاب کے کیڑے کی خواہش کرتا ہے۔ وہ اندھا نہیں تو کیا سُوجاکھا ہے؟ پیشاب

سے جیسے بہت طرح کے اور کیڑے پیدا ہوتے ہیں۔ ویسے ہی بیٹا بھی اس کا ایک کیڑا ہی ہے۔ آپ نے جس بیٹے کے لئے گنگا جی کی اتنی تپسیا کی۔ وہ بیٹے تو کتے۔ بلی اور سور وغیرہ پشوؤں کے اچانک آپ سے آپ ہو جاتے ہیں۔ بیٹے جیسے موتر کے کیڑے سے کسی کو بھی سورگ یا مکتی نہیں مل سکتی۔ پتا جی! نہ کوئی کسی کا بیٹا ہے اور نہ استری وغیرہ۔ سب ایک سے ہی ہیں۔ کیونکہ سب میں ایک ہی آتما ہے۔ وہی آتما پتا میں ہے وہی بیٹے اور استری میں۔ جس طرح صحرا میں بھرم سے جل دکھائی دیتا ہے۔ مگر اصل میں کچھ بھی نہیں۔ اور حقیقت جل کا نام و نشان بھی نہیں۔ اسی طرح بھرم سے یہ جگت سچا نظر آتا ہے۔ مگر واستو میں کچھ بھی نہیں۔ یہ میرا بیٹا ہے یہ میری استری ہے۔ یہ میرا دھن ہے۔ یہ میرا مکان ہے۔ ایسا واسنا سے دکھائی دیتا ہے۔ واسنا سے ہی جیو سنسار میں بندھا ہے اور حقیقت واسنا سے ہی شریر دھارن کرتا ہے۔ واسنا سے ہی انسان اگیانی بن رہا ہے۔ واسنا کا تیاگ کرتے ہی انسان گیان لابھ کر کے پرمانند کی پراپتی کرتا ہے۔ گیانی ست چت آنند روپ برہم کو گیان کی آنکھوں سے دیکھتا ہے مگر اگیانی اسے نہیں دیکھ سکتا جیسے اندھے کو سورج دکھائی نہیں دیتا۔ اسی طرح سے اگیانی کو برہم نہیں دکھائی دیتا۔ اسی سے اگیانی کو باہر کی آنکھیں ہونے پر بھی اندھا کہتے ہیں۔ آپ بھید بدھی کو تیاگ کر

سب میں ایک آتما کو دیکھو

آتم گیانی ہونے سے ہی آپ کو نتیہ (سدا رہنے والا) سکھ ملے گا۔

باپ بیٹے کے اگادھ گیان اور پنڈتائی کو دیکھ کر ایک دم حیران ہو گیا اور بولا بیٹا! میں نے چار وید۔ چھ شاستر۔ اپنشد۔ سمرتی اور پران وغیرہ پڑھ کر کچھ بھی گیان پراپت نہیں کیا۔ تیری باتوں سے میری آنکھیں کھل گئیں

سنسار کو جھوٹا سمجھ کر ہی کوئی گیانی کہتا ہے۔

اے من! تو استری کے پریم میں مت بھول۔ یہ بجلی کی چمک۔ ندی کے بہاؤ اور ندیوں کی لہروں وغیرہ کی طرح چنچل ہے۔ استری کے پریم کا کوئی ٹھکانا نہیں۔ آج یہ تیری ہے کل پرائی ہے۔ ایک کروٹ بدلنے میں استری پرائی ہو جاتی ہے۔ اس کی جھوٹی پریتی میں کوئی لابھ نہیں۔ گوسوامی تلسی داس جی کہتے ہیں۔

اُرگ۔ تُرگ۔ ناری۔ نرپتی نر۔ نیچو ہتھیار۔

تُلسی پرکھت رہب نت ان ہیں پلٹت لار

ارتھات: سانپ۔ گھوڑا۔ استری۔ راجہ۔ نیچ پرش اور ہتھیار۔ ان کو سدا پرکھتے رہنا چاہیئے۔ ان سے کبھی غافل نہ رہنا چاہیئے۔ کیونکہ انہیں پلٹتے دیر نہیں لگتی۔

اے من! اگر تجھے پریتی ہی کرنی ہے۔ تو اٹھ! گنگا کنارے کے درختوں کے نیچے چل اور آشوتوش بھگوان چندر شیکھر جی سے پریتی کر۔ کیونکہ ان کی پریت ہی سچی اور کلیان کاری ہے۔ گوسوامی جی نے اور بھی کہا ہے۔

کے ممتا کرو رام پد۔ کے ممتا کرو ہیل

تُلسی دو مانہہ ایک اب کھیل چھانڈ چھل کھیل

سنمکھ ہوئے رگھوناتھ کے دے اِی سکل جگ پیٹھ

تجے کینچری اُرگ کہاں ہوت اُدرک اتی دیٹھ

مطلب یہ کہ یا تو بھگوان کے چرنوں میں ممتا کرو۔ اور جسم کے سب ناطوں کو تیاگ کر اُداسین ہو جانا۔ اور کرم گیان وغیرہ سادھن کر کے من کو شُدھ کر لے۔ جب تیرا من شدھ ہو جاوے گا۔ تب بھگوان کے چرنوں میں آپ ہی پریتی ہو جائیگی۔ ان دونوں باتوں میں سے ایک بات جو تجھے پسند ہو اسے ریاکاری کو ترک کر کے دل سے کر اور ایسی ہی کھیل کھیل۔ خلاصہ یہ کہ بھگوان میں سہج سنیہ کر۔ اگر تیرا من بھگوان کی بھگتی

میں نہیں جمتا۔ تو استری پتر وغیرہ سنساری بھوگوں سے من کو ہٹا کر پربھو کی بھگتی کے لئے کوشش کر۔ جب بھگوان میں تیرا من لگ جاوے۔ تب سنسار کی طرف سے مُنہ پھیر لے۔ سنسار کو پیٹھ دے دے۔ جس سے تیرے من میں لوک واسنا داگ نہ پا دے۔ کیونکہ واسنا سے چت میلا ہو جاتا ہے۔ سانپ کا اندرونی چمڑہ جب موٹا ہو جاتا ہے۔ تب اُسے آنکھوں سے صاف نظر نہیں آتا۔ لیکن جب وہ کینچلی اتار دیتا ہے۔ تب اس کی آنکھوں کا پردہ اُتر جاتا ہے۔ آنکھوں کے صاف ہو جانے سے سانپ کو خوب دکھائی دینے لگ جاتا ہے۔ جس طرح کینچلی تیاگنے سے سانپ کی نگاہ صاف ہو جاتی ہے۔ اسی طرح واسنا تیاگ دینے سے ایشور کے بھگتوں کی ہردے کی آنکھ کھل جاتی ہے۔ اور انہیں بھگوان کے درشن ہوتے رہتے ہیں۔

شلوک ۶۱

ہے من! تیرے سامنے چتر گویے گاتے ہوں۔ دائیں بائیں دکھن دیش کے اچھے اچھے شاعر اپنے اپنے کاویہ (کلام) سناتے ہوں۔ تیرے پیچھے چنور جھلانے والی سندر استریوں کے کنگنوں کی میٹھی جھنکار ہوتی ہو۔ اگر ایسے سامان تجھے میسر ہوں۔ تو تو سنسار کی لذت چکھنے میں مگن ہو۔ ورنہ سب کا دھیان چھوڑ کر نربکلپ سمادھی میں لین ہو۔ (۶۱)

شلوک ۶۲

ہے بدھیمان! استریوں کے سنگ سے بچو۔ کیونکہ ان کے سنگ سے جو سُکھ ملتا ہے۔ وہ فانی ہے۔ آپ میتری کرونا اور بدھی روپی استریوں

کے ساتھ سنگ کرو۔ جس وقت نرک میں سزا ملے گی۔ اُس وقت استریوں کے پیر دل جیسے شوبھا پانے والے دونو پستان اور ان کی گھنگرو دار کرچھیوں سے شوبھا پانے والی کمر یہ تمہاری مدد نہ کریں گی۔ (۶۲)

تشریح

اے لوگو! استریوں میں اپنا من مت پھنساؤ۔ ان کے ساتھ وشے اصلاں کے ساتھ سنگ کرنے سے جو سکھ ملتا ہے۔ وہ ایسا سکھ نہیں ہے جو سدا رہے۔ انجام کار اس سے بہت طرح کے دکھ ہوتے ہیں جو سکھ انیتہ ہے۔ سب دکھوں کا مول اور روگوں کا گھر ہے۔ اس سکھ کو سکھ سمجھنا دانشمندی میں داخل نہیں اگر آپ کو سنگ ہی کرنا ہے۔ تو دیا۔ پراپکار اور پرگیا ارتھات بدھی روپی استریوں کا سنگ کیجئے۔ ان کے ساتھ سنگم (ملاپ) اور پریتی کرنے سے آپ کو سدا کا سکھ ملیگا۔ جو لوک اور پرلوک میں دونو جگہ کام آوے گا۔ اگر آپ استری کے سکھ میں ہی بھولے رہیں گے تب آپ کو نرک کے کلیش بھوگنے پڑیں گے۔ اور جب یمدوتوں کے ڈنڈے پڑیں گے اس وقت ان استریوں کے سندر پستان اور پتلی کمریں تم کو بچا نہ سکیں گی۔ اُس موقعہ پر تو پراپکار وغیرہ ہی آپ کے کام آئیں گے۔ اور یہ استری تو سیدھی نرک کو لے جانے والی ہے۔ تعجب ہے۔ کہ اگیانی لوگ زہر کو امرت اور امرت کو زہر سمجھتے ہیں۔ یہ استری زہر کی بیل ہے اس کی جڑ۔ اس کی ڈالیاں۔ اس کے پتے۔ اس کے پھل پھول سب زہر سے بھرے ہیں۔ مطلب یہ کہ استری کا کوئی بھی انگ ایسا نہیں ہے جس میں زہر نہ ہو۔ یہ استری روپی زہر کی بیل اگیانی (وشے لکامی) لوگوں کو اپنے پھندے میں پھنسا کر ناش کر دیتی ہے۔ صرف وہی گیانی اس سے بچتے ہیں جو کہ اس کی اصلیت کو جانتے ہیں۔ اور جنہوں نے اپنی اندریوں کو اپنے بس میں کر لیا ہے جن کی اندریاں وشیوں کی طرف نہیں جھکتیں۔

شلوک ۶۳

کسی بھی جیو کی ہنسا نہ کرنا۔ پرایا مال نہ چُرانا۔ سچ بولنا۔ وقت پر اپنی حیثیت کے مطابق دان دینا۔ پر استریوں کی چرچا میں چپ رہنا۔ گورو جنوں کے سامنے نمر (حلیم) رہنا۔ سب پرانیوں پر دیا کرنا اور الگ الگ شاستروں میں سمان وشواس رکھنا۔ یہ سب کے سب نتیجہ سُکھ پراپت کرنے کے سادھن ہیں۔ ۶۳

تشریح

مطلب یہ کہ اگر آپ موکھش کا اچوک سادھن چاہتے ہو۔ اگر آپ سدا کا سُکھ اور شانتی چاہتے ہو۔ تو آپ کسی بھی پرانی کا ناش مت کریں۔ اپنے پیٹ کے لئے کسی کی جان مت لو۔ جب مو قعہ ملے۔ اپنی حسب حیثیت غریبوں اور محتاجوں کو دان دو۔ ان کے دُکھ دُور کرو۔ اور جہاں پرائی استریوں کا ذکر اذکار ہوتا ہو۔ وہاں مت بیٹھو اگر بیٹھنا ہی پڑے۔ تو تم اپنی زبان سے کچھ مت کہو۔ ماں باپ اور گورو کے سامنے سدا مودب رہو۔ ان کی آگیا کا پالن کرو۔ ان کی تعظیم کرو۔ بھُول کر بھی اُن کا اپمان مت کرو۔ چھوٹے بڑے سبھی جانداروں پر دیا اور شفقت مہربانی کرو۔ کیونکہ سبھی ایک ہی کشتی کے سوار ہیں۔ سبھی شاستروں کو عزت کی نگاہ سے دیکھو۔ کیونکہ سب کا منزل مقصود ایک ہی ہے۔ جس طرح ندیا مختلف اطراف سے بہتے ہوئے سمندر میں ہی جا ملتے ہیں اسی طرح سبھی شاستر اپنی اپنی راہوں سے مکتی یا پرماتما کی ہی راہ بتلاتے ہیں۔ جو ایسا وشواس نہیں رکھتے۔ اور بحث مباحثے کے جھمیلے میں پڑتے ہیں۔ وہ عبث ہی بھٹکتے اور اپنی منزلِ مقصود تک نہیں پہنچتے۔ اس لئے موکھش کے ابھلاشی سب پُرشوں کو مندرجہ بالا صفات کو دھارن کرنا چاہیئے۔

شلوک ۶۴

ہے ناتا کشمی! اب کسی اور کی تلاش کر۔ میرا ہی اپچھا نہ کر۔ اب مجھے وشے بھوگوں کی چاہ نہیں ہے۔ میرے جیسے سب خواہشات کو چھوڑے ہوئے پرشوں کے سامنے تو ہیچ ہے۔ کیونکہ اب میں نے ہرے ہرے ڈھاک کے پتوں سے دونوں میں بھکشا کے ستوؤں سے گذارہ کرنے کا سنکلپ کر لیا ہے۔ ۶۴

تشریح

مطلب یہ کہ اگر انسان خواہشات کو ترک کر دے۔ تو پرم آنند کو پراپت کر سکتا ہے سب آفتوں کی جڑ یہ کامنا۔ اچھا یا خواہش ہی ہے۔

شلوک ۶۵

پہلے آپ کا اور ہمارا اتنا گاڑھا سمبندھ تھا۔ کہ جو آپ تھے سو میں تھا اور جو میں تھا۔ سو آپ تھے۔ اب کیا فرق ہو گیا ہے۔ کہ میں میں ہی ہوں اور آپ آپ ہی ہیں ۶۵

تشریح

پہلے آپ میں اور مجھ میں فرق نہیں تھا۔ جو آپ تھے سو میں تھا اور جو میں تھا سو آپ تھے۔ میں اور آپ دونوں ایک ہی سے تھے۔ ارتھات دونو ہی وشے واسناؤں میں پھنسے تھے۔ مگر اب بڑا بھید ہو گیا ہے۔ آپ تو ابھی تک وشیوں میں پھنسے ہیں۔ مگر دوست! میں تو اب ان سے گھبرا گیا۔ تھک گیا۔ مجھے ان میں کچھ بھی سار نہیں معلوم ہوتا۔ اس لئے میں نے اب سب سے کنارہ کر کے ویراگیہ لے لیا ہے۔ آپ ابھی تک

نرک میں ہی ہیں۔ مگر میں بدیک پدھی سے کام لے کر نرک سے نکل کر سورگ میں آ
گیا ہوں۔ اور آپ ابھی تک دُکھوں کے بیچ رو رہے ہیں۔ مگر میں اب سُکھ کے
بیچ بو رہا ہوں۔ دوست! تم بھی میری طرح اُن خوفناک جنگلوں کو چھوڑ کر میرے جیسی
سُکھ کی راہ پر کیوں نہیں آ جاتے؟ دوست! اسی راہ میں سُکھ ہے۔ اور دوسرے راستہ
کے مارگ میں گھور دُکھ ہیں۔ سنسار کو چھوڑ نے اور بھگوان سے پریتی لگانے میں بڑا
آنند ہے۔ استاد ذوق نے کہا ہے۔ ؎

دُنیا سے ذوق! رشتۂ الفت کو توڑ دے
جس سر کا ہے یہ بال اُسی سر میں جوڑ دے

شلوک ۹۶

اے بالا! اب تُو لیلا (ناز) سے اپنی نیم وا آنکھوں سے مجھ پر کیوں
کٹاکش کرتی ہے؟ اور تقات نگاہ کے بان چلا رہی ہے؟ اب تو کام مد کو
پیدا کرنے والی درشٹی کو روک لے۔ تیرے ان نازو نخروں سے اب کچھ لابھ
نہ ہوگا۔ اب ہم پہلے جیسے نہیں رہے ہیں۔ ہماری جوانی چلی گئی ہے۔ اب
ہم نے بن میں رہنے کا نشچے کر لیا ہے۔ اور دو تیاگ دیا ہے۔ اب ہم وشے
سُکھوں کو تنکے سے بھی نکما سمجھتے ہیں (۹۶)

شلوک ۹۷

یہ بالا استری مجھ پر بار بار نیل کمل کی شوبھا سے بھی سُندر نیتروں سے
کٹاکش کیوں مارتی ہے؟ اور تقات ترچھی نگاہ کے تیر کیوں چلاتی ہے؟ میں
نہیں سمجھتا۔ اس کا کیا مطلب ہے؟ اب تو میرا موہ جاتا رہا ہے۔ کام کے پشپ

...ناؤں سے نکلی ہوئی آگ کی جوالا شانت ہو گئی ہے، تعجب ہے کہ اب
...بھی یہ مورکھا بالا (نازنین) اپنی کوششوں سے باز نہیں آتی؟ ۶۷

تشریح

جن کا موہ جال کٹ جاتا ہے۔ جن کی وشے واسنا بجھ جاتی ہے۔ جو استریوں کی
...کو سمجھ جاتے ہیں۔ جو ان کو نرک کی آگ مانتے ہیں۔ ان پر استریوں کے کٹاکش
...اثر نہیں کرتے۔ ہاں وہ اپنے سوبھاؤ کے مطابق تیز تیز بان چلایا ہی کرتی ہیں
...نے جال بچھایا ہی کرتی ہیں۔ مگر تتو گیانی لوگ ان کے جال میں نہیں پھنستے۔ ان پر
...ن کے اچوک بان فیل ہی ہو جاتے ہیں

شلوک ۶۸

کیا سنتوں کے رہنے کے لئے اچھے اچھے محل نہ تھے؟ کیا سننے کے
لئے اچھے اچھے گانے نہ تھے؟ کیا پیاری پیاری استریوں کا سنگم
...سکھ نہ تھا؟ جو وہ لوگ بنوں میں رہنے کو گئے؟ ہاں! سب کچھ تھا مگر
...انہوں نے اس جگت کو گرنے والے پتنگ کے پروں سے پیدا ہوئی ہوا
...سے ہلتے ہوئے دیپک کے سایہ کی طرح چنچل سمجھ کر چھوڑ دیا۔ یا انہوں نے
...دیکھا کہ پتنگ کی طرح جو ہوا سے ہلتے ہوئے دیپک کے سایہ میں گھوم گھوم
...کر اپنے تئیں جلا کر بھسم کر دیتا ہے، سنسار کو اپنا ناش کراتے دیکھ کر اس
...چھوڑ دیا۔ (۶۸)

تشریح

یہ سنسار دیپک کی لو کی مانند ہے۔ اور اس میں بسنے والے جیو پتنگوں کی مانند
...جس طرح مورکھ پتنگ دیپک سے موہ کر کے اور اس پر گر گر کر بھسم ہوتے ہیں۔

اسی طرح انسان اس سنسار کے اصل تتو کو نہ سمجھ کر اس کے موہ میں پھنس کر اس میں ناش ہوتے ہیں۔ جس طرح پتنگ نہیں سمجھتا۔ کہ دیپک سے پریم کرنے میں میرے ہاتھ کچھ نہ آوے گا۔ بلکہ میری جان ہی جائیگی۔ اسی طرح سنساری آدمی نہیں سمجھتے کہ ان سنساری وستو واستاؤں میں پھنس کر ان سے پریم کرکے ہم اپنا ناش کرائینگے جو بدھیمان اور وچار وان ہیں۔ وہ اس بات کو سمجھتے ہیں۔ اس لئے سنسارک پدارتھوں سے موہ نہیں کرتے۔ اور اپنے ناش سے بچتے ہیں۔ وہ سنسار کو انتیہ اور ناش کی علامت سمجھ کر اس سے من ہٹا کر پرماتما میں من کو لگاتے ہیں۔ وہ اپنے تئیں دُنیا کا مسافر محض سمجھ کر موت کا ہر دم خیال رکھتے ہیں۔ جیسا کہ کبیر داس جی نے کہا ہے۔

تن سرائے من پاہرو۔ منسا اُتری آئے
(۱) کو کاہو کو ہے نہیں سب دیکھا ٹھوک بجائے (۱)
کبیرا رسری پاؤں میں کا نہہ سووے سکھ چین
(۲) شواس نقارہ کوچ کا باجت ہے دن رین (۲)
اس چوسر جیتا نہیں پشو جیوں پالی دیہہ
(۳) رام نام جانا نہیں انت پڑی مکھ کھیہہ (۳)

مطلب یہ کہ جسم سرائے ہے۔ من چوکیدار ہے۔ اور منسا (اچھا) اس شریر میں اُترا ہوا مسافر ہے۔ اس جگت میں کوئی کسی کا نہیں ہے۔ اچھی طرح ٹھوک بجایا جانچ پڑتال کر دیکھا گیا ہے۔ (۱)

ہے کبیر پاؤں میں رسّی ارتھات زنجیر پڑی ہے۔ پھر بھی تو سکھ چین سے کیسے سو رہا ہے؟ دیکھ! اس دُنیا سے کوچ کرنے کا سانس روپی نقارہ دن رات بج رہا ہے۔

اگر تو اس چوپڑ کے کھیل میں خبردار نہ ہوگا۔ اس جنم میں بھی ہوش نہ کریگا
تو کی طرح شرمندگی پائے گا۔ اور رام کا نام نہیں جپے گا۔ تو انت سمے تیرے مُنہ
میں دھول پڑے گی۔

شلوک ۶۹

کیا پہاڑوں کی گُفاؤں میں کند مول اور ان کی چٹانوں میں پانی کے جھرنے
نہیں رہے؟ کیا چھال والے درختوں میں رسیلی پھل والی شاخیں نہیں
ہیں؟ جو لوگ اُن ابھیمانی اور نیچوں کے سامنے عاجزی سے گڑگڑاتے ہیں
جن کی بھویں مارے ابھیمان کے چڑھی رہتی ہیں۔ اور جنہوں نے بڑے
کشٹ سے تھوڑا سا دھن جمع کر لیا ہے۔ ۶۹

تشریح

مطلب یہ کہ بنوں میں کھانے پینے وغیرہ کا سب سامان ملتا ہے۔ تب ویراگیہ وان
پرش کو کمینے دھنواؤں کی خوشامد کیوں کرنی چاہیئے؟ اگر کبھی مانگنے کی ضرورت ہی پڑ
جاوے۔ تو پرماتما سے ہی مانگنا چاہیئے۔ جو کہ سب کچھ دے سکتا ہے۔ بقول داغ

تری ہی بندہ نوازی ہفت کشور بخش دیتی ہے
جو تو میرا ہو جہاں میرا، عرب میرا، عجم میرا

کبیر صاحب کہتے ہیں:۔
تھوڑا سمرن بہت سُکھ۔ جو کر جانے کوئے
سُوت لگے نہ بناونی۔ سہجے تن سکھ ہوئے
سائیں سمرت ڈھیل کر جو سمرے تے لاہ
یہاں خلق خدمت کرے۔ وہاں امرپد جاہ

مطلب یہ کہ بھگوان کی تھوڑی سی یاد کرنے سے ہی بہت سکھ ہوتا ہے۔ لیکن کوئی یاد کرتا جانے۔ اس میں نہ تو سوت لگتا ہے۔ اور نہ بنوائی دینی پڑتی ہے۔ سبھی میں آنند ہوتا ہے۔

ہے انسان! اپنے مالک کو یاد کرنے میں دیر مت کر۔ اس کے سمرن میں بہت لابھ ہے۔ جو مالک کو یاد کرتا ہے۔ اس دُنیا میں سنساری لوگ اسی کی خدمت کرتے ہیں۔ اور جب مر کر دوسری دُنیا میں جاتا ہے۔ تب سورگ پُوری میں بستا ہے۔

شلوک ۶۰

ہمالیہ پہاڑ کی وہ چٹانیں جو گنگا جی کی لہروں سے اُٹھتے ہوئے چھینٹوں سے شیتل ہو رہی ہیں۔ اور جہاں جگہ جگہ ودیادھر بیٹھے ہیں کیا اب نہیں رہی ہیں؟ جو لوگ اپمان سے ملے ہوئے پرائے ٹکڑوں پر گذر کرتے ہیں؟ ۶۰

تشریح

پرائے ٹکڑوں پر گذر کرنے کی نسبت مر جانا ہی سر لیشٹ ہے۔ اگر مانگنا ہی ہو۔ تو مانگنے کی ودھی چاتک سے سیکھنی چاہیئے۔ وہ ایک سے ہی مانگتا ہے۔ دوسرے سے ہرگز نہیں مانگتا۔ خواہ مر کیوں نہ جائے۔ اور مانگنے میں بھی یہ خوبی۔ کہ وہ کبھی آدھین ہو کر نہیں مانگتا۔ خواہ مر کیوں نہ جائے۔ سر جھکا کر نہیں لیتا۔ وہ چھوٹوں سے نہیں مانگتا۔ ایک گھنشیام (بادل) سے ہی مانگتا ہے۔ چاتک کی مانند یاچک (مانگنے والا) اور بادل کی مانند داتا جگت میں کون ہے؟ جو کمینوں سے مانگتے ہیں جنے جنے کے پاؤں پکڑتے ہیں۔ ان کو دھکار ہے۔ اس لیے اے لوگو! چاتک کی طرح کیول ماتر گھنشیام سے ہی مانگو۔

شلوک ۱۷

جب پرلے کال کی اگنی کے مارے شریمان سمیرو پہاڑ گر پڑتا ہے
مگر مچھوں کے رہنے کے ستھان سمندر بھی سوکھ جاتے ہیں۔ پہاڑوں کے پاؤں
سے بنی ہوئی پرتھوی بھی ناش ہو جاتی ہے۔ تب ہاتھی کے کان کی کور کی طرح
چنچل انسان کی کیا گنتی ؟ (۱۷)

تشریح

جب کال سمیرو جیسے پربتوں کو جلا کر گرا دیتا ہے۔ مہا ساگروں کو سکھا دیتا ہے۔
پرتھوی تک کو نشٹ کر دیتا ہے۔ تب یہ بے حقیقت انسان کس شمار میں ہے؟ مطلب یہ
کہ اس کے ناش ہونے میں کیا تعجب ؟

شلوک ۱۸

ہے شنبھو! میں کب اکیلا اچھا رہت اور شانت ہونگا؟ کب ہاتھ ہی میرا
پاتر ہوگا اور کب دشائیں میرے کپڑے ہونگے؟ میں کب کرموں کی جڑ کو
اکھاڑنے کے قابل ہوں گا۔ (۱۸)

تشریح

ایکانت واس کرنا۔ خواہشات کو تیاگ دینا۔ شانت رہنا۔ ہاتھ سے پانی وغیرہ
پینے کے برتن کا کام لینا۔ اطراف کو ہی کپڑے سمجھنا۔ اور ننگا رہنا اور کرموں کی جڑ
اکھاڑنے کے قابل ہونا۔ یہی کلیان کے مارگ ہیں۔ جن میں یہ گن ہیں۔ وہ مبارک ہیں
اور وہی بچ سکتی ہیں اور جن میں یہ گن نہیں ہیں۔ وہی ابھاگے ہیں اور سدا دکھی
رہتے ہیں

شلوک ۳

اگر انسان کو سب کامناؤں کو پورن کرنے والی کامدھینو ملی تو کیا ہوا؟ اگر دشمنوں کو پاؤں تلے کچلا تو کیا ہوا؟ اگر دھن سے متروں کی خاطر کی تو کیا؟ اگر اسی جسم سے اس جگت میں ایک کلپ تک رہے۔ تو کیا؟

شلوک ۴

اگر چیتھڑوں کی بنی ہوئی گدڑی پہنی۔ تو کیا؟ اگر عمدہ سفید کپڑے پہنے تو کیا؟ اگر ایک ہی استری رہی تو کیا؟ اگر بہت سے ہاتھی گھوڑوں سمیت بہت سی استریاں رہیں تو کیا؟ اگر بہت طرح کے مزیدار بھوجن کئے یا شام کو معمولی کھانا کھایا تو کیا؟ خواہ کتنا ہی دھن دولت پایا۔ لیکن اگر سنسار کے بندھن سے مکت کرنے والی آتم گیان کی جیوتی نہ جگائی۔ تو کچھ بھی نہ پایا۔ اور کچھ بھی نہ گیا۔ (۱۴۸)

تشریح

مندرجہ بالا دو شلوکوں کا مطلب یہ ہے کہ سارے سنسار کا راج پاٹ یا اندر کی مانند راجہ اندر ہو جانے سے بھی جو آنند نہیں ملتا ہے۔ وہ پرم آنند آتم گیان یا برہم گیان میں ہے۔ آتم گیان ہونے سے ہی انسان زندگی اور موت کے دکھ سے چھٹکارا پا کر پرم شانتی کا لابھ کرتا ہے۔

ارب کھرب لوں دربیہ ہے اُدے است لوں راج
جو تلسی نج مرن ہے تو آوے کیہی کاج؟

مطلب یہ کہ اگر ارب کھرب تک دھن ہو اور اُدیاچل سے استاچل تک راج ہو۔ تو

بھی اگر اپنی موت ہو۔ تو یہ سب کس کام کے ؟ دھن دولت اور ... یہ سب جیتے جی کام آتے ہیں۔ مرنے پر ان سے کوئی واسطہ نہیں۔

شلوک ۷۵

اگر ہم میں مندرجہ ذیل صفات ہوں۔ تب اور کون سا ویراگیہ اچھا ہو سکتا ہے (۱) سدا ایشور کی بھگتی ہو۔ (۲) دل میں جنم مرن کا بھے ہو۔ کٹمبیوں اور گھر والوں سے سنیہہ (موہ) نہ ہو۔ (۳) من سے کام کے وچار دور ہوں۔ اور (۴) سنسرگ (تعلقات) سے دور رہ کر جنگل میں رہتے ہوں (۷۵)

تشریح

مطلب یہ کہ مندرجہ بالا صفات جس میں ہوں۔ وہی ویراگی ہے۔

شلوک ۷۶

اس واسطے ہے منش! انند۔ اجر۔ امر۔ اوناشی اور شانتی پورن برہم کا دھیان کرو۔ متھیا جنجال میں کیا رکھا ہے؟ جو اس برہم کا ذرا سا بھی آنند پا جاتے ہیں۔ اُن کی نظروں میں سنساری راجاؤں کا آنند ہیچ معلوم ہوتا ہے۔

تشریح

مطلب یہ ہے کہ لوگوں کو انند۔ اجر۔ امر۔ اوناشی۔ شوک رہت۔ شانتی پورن برہم کا دھیان کرنا چاہیئے۔ اُسی کے دھیان میں پورن آنند ہے۔ سنسار کے بھوگ بلاس میں ذرا بھی آنند نہیں۔ برہم کا آنند سدا رہنے والا ہے اور سنسار کا آنند تھوڑی دیر کا ہے۔ اس میں سدا شک ہے اور اس میں سدا دکھ ہے۔ جن کو برہم آنند کا ذرا سا بھی مزا آ جاتا ہے۔ وہ ترلوکی کے ادھی پتی کے آنند کو بھی ہیچ سمجھتے ہیں۔ راج۔ دھن۔ دولت اور

استری بیٹے سب اس پرماتما کے پیچھے ہیں۔ اس لئے ان سب کو ترک کرکے اس سے ہی پریت کرنے میں چتُرائی ہے۔

شلوک ۷

ہے چت! تو اپنی چنچلتا کے کارن پاتال میں پرویش کرتا ہے۔ آکاش سے بھی پرے جاتا ہے۔ دسوں اطراف میں گھومتا ہے۔ مگر بھول سے بھی تو اُس وِمل (شدھ سوروپ) پربرھم کی یاد نہیں کرتا۔ جو تیرے ہردے میں ہی موجود ہے جس کے یاد کرنے سے ہی تجھے پرم آنند "موکھش" مل سکتی ہے

تشریح

اس چنچل من کی نیلا ادبھت ہے۔ یہ کبھی آکاش میں جاتا ہے۔ کبھی پاتال میں جاتا ہے۔ اور کبھی دسوں اطراف میں پھرتا ہے۔ ادھر اُدھر تو اتنا بھٹکتا ہے مگر بھول کر بھی جہاں جانا چاہیئے۔ وہاں نہیں جاتا۔ اس کے پاس ہی

امرت کا سرور

ہے۔ اُسے چھوڑ کر گلی سڑی نالیوں میں پھرتا ہے۔ اسے چاہیئے کہ سب جگہ بھٹکنا ترک کرکے اپنے ہردے میں ہی بیٹھے ہوئے برہم کے پاس جانا چاہیئے۔ اور ہر وقت اسی کا چنتن کرنا چاہیئے۔ اس سے اس کے پاپوں کا ناش ہو کر آناگون سے چھٹکارہ مل جائے گا۔ اور پرم شانتی کی پراپتی ہوگی اور چنتاؤں سے کوئی لابھ نہیں۔ ان سے تو جنجالوں میں ہی پھنسنا پڑتا ہے۔

مورکھ لوگ پہلے تو پرماتما میں دل ہی نہیں لگاتے۔ اگر بھول سے لگاتے بھی ہیں۔ تو پرماتما کی کھوج میں جہاں تہاں مارے مارے پھرتے ہیں۔ مگر اپنے ہردے میں

اُسے نہیں کھوجتے۔ یہی ان کی مورکھتا ہے۔ اُستاد ذوق نے کہا ہے ؎

وہ پہلو میں بیٹھے ہیں اور بدگمانی

لئے پھرتی مجھ کو کہیں کا کہیں ہے

مہاتما کبیر صاحب کہتے ہیں۔ ؎

جیوں نینن میں پُوتلی۔ تیوں خالق گھٹ ماہیں

مُورکھ نر جانے نہیں۔ باہر ڈھونڈھن جاہیں

کستوری کُنڈل بسے مرگ ڈھونڈھے بن ماہیں

ایسے گھٹ گھٹ برمہ ہے دُنیا جانے ناہیں

سمجھا تو گھر میں رہے پردا پلک لگائے

تیرا صاحب تجھ میں۔ انت کہوں مت جائے

ارتھات جس طرح آنکھ میں پتلی ہوتی ہے۔ اسی طرح گھٹ میں رہبر دے کمل ایس پیدا کرنے والا پرمیشور رہتا ہے۔ مگر مورکھ اس بات کو نہیں جانتا۔ اور اسے باہر کھوجنے جاتا ہے۔

ایسے ہی کستوری ہرن کی نابھی میں رہتی ہے۔ مگر ہرن اُسے بن میں کھوجتا پھرتا ہے۔ اسی طرح پربرمہ گھٹ گھٹ میں ہے۔ مگر دُنیا اس بھید کو نہیں جانتی اگر سمجھتا ہے۔ تو گھر میں رہ اور پلکوں کا پردہ لگا کر دیکھ۔ تیرا مالک تیرے ہی اندر ہے۔ دوسری جگہ جانے کی ضرورت نہیں"

ایسے ہی مہاتما سُندر داس جی کہتے ہیں

کوؤ کُ جات پریاگ بنارس

کوؤ گیا جگناتھ ہی دھاوے

کوؤ متھرا بدری۔ ہری دوار سُو

کوؤ گنگا کرو کھیشتر نہاوے (۲)
کوؤ کپشکر ہوے پہنچ تیر تھ
دُور ہی دُور جو دوارکا آوے (۳)
سُندر وت گیہو گھر ماہیں سو (؟)
باہر ڈھونڈ مرت کیونکر پاوے (۴)

مطلب یہ کہ کوئی پرمیشور کی کھوج میں پرایاگ۔ کاشی۔ گیا۔ پُوری۔ متھرا ایرو کھیشتر اور پشکر جاتا ہے۔ اور کوئی دوارکا جاتا ہے سندر داس جی کہتے ہیں۔ کہ جو دھن گھر میں گڑا ہے۔ وہ باہر کیسے ملے گا؟

خلاصہ یہ کہ سنسار پر لڑکا بغل میں ڈھنڈورا شہر میں" والی مثال راست آتی ہے۔ ایشور اسی شریر کے اندر ہردے کمل میں موجود ہے۔ مگر اگیانی لوگ اسے پانے کے لئے تیرتھوں میں بھٹکتے پھرتے ہیں۔ اس طرح وہ ملتا بھی نہیں اور طبیعت حیرانی ہوتی ہے۔ جو اس کے درشن کرنا چاہیں۔ وہ نیتر بند کرکے اپنے ہردے میں ہی اسے دیکھیں۔ تو بھگوان کے درشن ہو جائیں گے

شلوک ۸۰

مُورکھ لوگ اگرچہ جانتے ہیں۔ کہ دن اور رات ٹھیک پہلے کی طرح ہی ہوتے ہیں۔ تو بھی وہ انہیں کام دھندوں کے پیچھے دوڑتے ہیں۔ جن کے پیچھے وہ پہلے دوڑتے تھے۔ وہ لوگ انہیں انہیں کاموں میں لگے رہتے ہیں۔ جن سے ناپائیدار اور بار بار وہی لابھ ہوتے ہیں۔ جن کو وہ بارمبار کر اور بھوگ چکے ہیں۔ تعجب کی بات ہے۔ کہ ان لوگوں کو شرم نہیں آتی۔ (۸۰)

تشریح

ہم دیکھتے ہیں کہ پہیے کی طرح ہی دن رات بیتتی۔ وار نکشتر جیسے اور سال آتے ہیں اور جاتے ہیں۔ اسی طرح ہم کھاتے پیتے۔ سوتے جاگتے اور کام دھندے کرتے ہیں۔ کوئی نئی بات نہیں۔ دیکھئے جنم کی موت کو پہلے کر چکے۔ انہیں ہی بار بار کرتے ہیں۔ اور ان میں کتنا لابھ اور دکھ ہے۔ اسے بھی جانتے ہیں۔ کہ یہ سب بالکل ہی بے حقیقت ہیں۔ پھر بھی تعجب ہے کہ ہم ان جھوٹے سنساروں سے منہ نہیں موڑتے۔

شلوک ۷۹

منی لوگ راجہ مہاراجاؤں کی طرح سکھ سے زمین کو ہی اپنی سکھ دائی شیا (آرام دہ بستر) مان کر سوتے ہیں۔ ان کی بھجا ہی ان کا گدوا (تکیہ) ہے۔ آکاش ہی ان کی چادر ہے۔ انوکول ہوا ہی ان کا پنکھا ہے۔ چندرما ہی ان کا چراغ ہے۔ ورکتی اور تیاگ ہی ان کی استری ہے۔ گویا وہ اپنی روپی استری کے ساتھ مندرجہ بالا سامانوں کے ساتھ راجاؤں کی طرح سکھ سے آرام کرتے ہیں (۷۹)

تشریح

مطلب یہ کہ منی لوگوں کے پاس نہ راجاؤں کی طرح محل ہیں۔ نہ بڑھیا بڑھیا پلنگ اور مخملی گدے تکیے ہیں۔ نہ اوڑھنے کے لئے دوشالے ہیں۔ نہ بجلی کے پنکھے ہیں۔ نہ جھاڑ فانوس یا بجلی کی روشنی ہے۔ اور نہ خوبصورت نوجوان عورتوں کا سنگ ہی ہے۔ تو بھی وہ زمین کو ہی بچھونا، ہاتھ کو ہی تکیہ، ٹھنڈی ہوا کو ہی پنکھا، چاند کو ہی دیپک اور بیشمار وشے واسناؤں سے ویراگ کو ہی اپنی استری مان کر سکھ

سے سوتے ہیں۔ راجہ مہاراجہ اور امیر امراء بڑھیا بڑھیا پلنگ ۔ تند ہاری قالین ۔ مخملی گدے تکئے ۔ بجلی کے پنکھے اور روشنی اور سندر استریوں کے ساتھ جو منتھیا سکھ بھوگتے ہیں۔ اس سے لاکھ درجے اچھا اور سچا سکھ مُنی لوگ زمین اور اپنی بھجا اتوکل ہوا ۔ چاند اور اپنی ویراگیہ رُدہنی استری کے ساتھ بھوگتے ہیں۔ اب بدھیمانوں کو وچار کرنا چاہیئے ۔ کہ ان دونو میں بُدھیمان کون ہے ؟ اور حقیقی سکھ کسے ملتا ہے امیروں کو سکھ کے لئے کتنے ہی جھنجھٹ کرنے پڑتے ہیں۔ اور کتنی آفتیں اُٹھانی پڑتی ہیں۔ تو بھی انہیں سچا سکھ نہیں ملتا۔ اور مُنی لوگ بنا جھنجھٹ ۔ بنا آفت اور بنا کوشش کے سچا سکھ بھوگتے اور شانتی کی نیند سوتے ہیں۔

شلوک ۵

ہے آتما! اگر تجھے اُس برہم سوروپ کا گیان ہو گیا ہے ۔ جس کے سامنے تین لوک کا راجیہ تُچھ معلوم ہوتا ہے ۔ تو تُو بھوجن وستر اور مان کے لئے بھوگوں کی چاہ مت کر۔ کیونکہ وہ بھوگ سب سرلشٹ اور نتیہ ہے ۔ اس کے مقابلے میں تر لوکی کے راجیہ وغیرہ سکھ کچھ بھی نہیں ہیں۔ (۵۰)

تشریح

جب تک انسان کو برہم گیان نہیں ہوتا ۔ جب تک اسے آتم گیان نہیں ہوتا ۔ جب تک اُسے اس سُکھ کا سواد نہیں ملتا ۔ تبھی تک انسان سنساری وشے بھوگوں میں سُکھ سمجھتا ہے ۔ جب انسان کو اُس سب سے اُتم ۔ سدا قائم رہنے والے سُکھ کا سواد مل جاتا ہے ۔ تب وہ سنساری آنند یا دُنیوی مزے تو کیا ۔ تر لوکی کے راج سُکھ کو بھی کوئی چیز نہیں سمجھتا ۔ مطلب یہ کہ سچا اور حقیقی سُکھ تو برہم گیان یا آتم گیان میں ہے ۔ اس کے برابر آنند تر لوکی کے اور کسی بھی پدارتھ میں نہیں ہے ۔ جو سنساری

پدارتھوں میں سکھ مانتے ہیں۔ وہ اگیانی اور ناسمجھ ہیں۔ اُن میں اچھے اور بُرے، اصل
اور نقل کے بھی پہچاننے کی تمیز نہیں ہے۔ وہ رسی کو سانپ اور سراب کو پانی سمجھنے
والوں کی طرح بھرم میں ڈوبے یا بھٹکے ہوئے ہیں۔

شلوک ۸۱

وید، سمرتی، پُران اور بڑے بڑے شاستروں کے پڑھنے سننے اور اُن کے
مطابق کام کرنے سے ارتھات نہایت طرح کا کرم کانڈ کرنے سے سورگ میں
ایک کلپ کی جگہ پراپت کرنے کے سوا اور کیا لابھ ہے؟ پرماتما روپی مضبوط
قلعے میں داخل ہونے کی کوشش کے سوا جو سنسار بندھنوں کے کاٹنے
تا پر سے اگنی کی طرح ہے، اور سب کام بیوپاریوں کے سے ہیں۔ (۸۱)

تشریح

وید، سمرتی، پُران اور دیگر بڑے بڑے شاستروں کے پڑھنے سننے اور اُن کے مطابق
کام کرنے سے انسان کو کوئی بڑا لابھ نہیں ہے۔ اگرچہ کرم کانڈ (یگیہ وغیرہ) ٹھیک طرح
سے سرانجام پاتے ہیں تو ان سے اتنا ہی ہوتا ہے کہ سورگ میں ایک کلپ کے لائق جگہ
مل جاتی ہے۔ مگر وہ جگہ بھی سدا قبضے میں نہیں رہتی۔ جس دن پُنیہ کرم ختم ہو جاتے
ہیں، اس دن وہ سورگ کا مقام پھر چھوٹ جاتا ہے۔ اس سے پرانی کو پھر دکھ ہوتا
ہے۔ مطلب یہ کہ کرم کانڈ سے جو سکھ ملتا ہے، وہ سکھ سدا رہنے والا نہیں۔ اس سکھ
کے انت میں پھر دکھ ہوتا ہے۔ اور سورگ چھوڑ کر مرتیو لوک میں جنم لینا پڑتا ہے اور پھر
وہی جنم مرن کے دکھ جھیلنے پڑتے ہیں۔ اس لئے انسان کو برہم گیانی ہونے کی کوشش
کرنی چاہیئے۔ کیونکہ برہم گیان مثل اگنی پرے کمال کی آگ کی مانند ہے۔ وہ اگنی اسباب
بندھن کو جڑ سے جلا دیتی ہے۔ اس لئے پھر سدا سکھ رہتا ہے۔ دکھ کا نام بھی سننے کو

نہیں تھا۔ اسی لئے گورو نانک جی نے برہم گیان یا آتم گیان کو ہی سب سے بڑا شکھ
(لابھ) والا کہا ہے۔ مطلب یہ کہ بنا برہم گیان اور رام بھگتی کے سب جپ تپ وغیرہ تپسیا
ہے۔ سارے ویدانت سرو لوک اور پورانوں کا ہی نچوڑ ہے کہ

"برہم ستیہ اور جگت متھیا ہے"

اور جیو ہی برہم سروپ ہے جو اس کو جانتا ہے۔ وہی سچا پنڈت ہے۔ جو برہم
یا آتما کو نہیں جانتا۔ وہ گیانی اور ودوان ہے۔ اس کا پڑھنا لکھنا نقشہ اور تماشا ہی ہے
مہاراج جی پارتھ جی سے کہتے ہیں۔ ہے پیارے! جو نیچ ذات اس لوک میں رام کی بھگتی سے
بیکنٹھ گیا۔ اُن کے جپ تپ۔ دیا۔ شوچ۔ شاستروں کا پڑھنا سننا۔ یہ سب باطل
ہیں۔ اصل تو بھگوان کا نام بھگتی یا برہم میں لین ہونا ہی ہے۔

شلوک ۱۲

عمر پانی کی لہروں کی طرح چنچل ہے جوانی تھوڑے دنوں کی ہے۔ دھن
من کے سنکلپوں سے بھی تھوڑی دیر تک ٹھہرنے والا ہے۔ بھوگ موسم
برسات میں چمکنے والی بجلی کی چمک سے بھی زیادہ چنچل ہیں۔ پیاری
استری کا عشق۔ گلے کا سنگ بھی دیر پا نہیں ہے۔ اس لئے اے
لوگو! بھو ساگر سے پار ہونے کے لئے برہم میں لین ہو جاؤ (۱۲)

عمر کی ناپائیداری

جوانی کی عمر کا کوئی ٹھکانا نہیں ہے۔ یہ پانی لہروں کی طرح چنچل اور بلبلے کی
طرح ناپائیدار ہے۔ ابھی ہے اور اگلے دم میں نہ رہے۔ جیسا سانس باہر جاتا ہے
وہ واپس آئے یا نہ آوے۔ اُدھر پرانی جسم لیتا ہے اور اُدھر موت اس کے پیچھے

لگتی ہے۔ ایسی ناپائیدار زندگی پر کیا خوشی منائی جاوے؟ سوہ نگدر نامی گرنتھ میں کہا ہے۔ کہ کنول کے پتے پر پڑا ہوا جل بہت ہی چنچل ہوتا ہے۔ انسان کی زندگی بھی اسی طرح چنچل ہے۔ یہ سارا سنسار رنگ روپی سانپوں سے بھرا ہوا ہے۔ اس میں دکھ ہی دکھ ہے۔

جوانی دیوانی

جس طرح انسان کی عمر پانی کی لہروں کی طرح چنچل اور سدا رہنے والی نہیں ہے۔ اسی طرح جوانی بھی چند روزہ ہی ہے۔ سدا کوئی جوان نہیں رہتا۔ حالتیں بدلتی ہی رہتی ہیں۔ بچپن کے بعد جوانی اور جوانی کے بعد بڑھاپا آتا ہے۔ اور ضرور آتا ہے۔ چار دن کی چاندنی اور پھر اندھیری رات والی بات ہے۔ کسی نے کہا ہے۔ کہ ؎

سدا نہ پھولے توری۔ سدا نہ ساون ہوئے
سدا نہ جیون بھر رہے۔ سدا نہ جیوے کوئے۔

مطلب۔ کہ سدا توری نہیں پھولتی۔ سدا ساون نہیں رہتا۔ سدا جوانی نہیں رہتی اور سدا کوئی جیتا بھی نہیں رہتا۔ اور بھی کہا ہے۔ ؎

رہتی ہے کب بہار جوانی تمام عمر
مانند بوئے گل ادھر آئی ادھر گئی

جو لوگ جوانی کے نشے میں متوالے ہو رہے ہیں، جو مل مل کر اور صابن لگا لگا کر اپنی مٹی کی کایا کو دھوتے اور اسے چندن کپور اور عطر پھلیل وغیرہ سے معطر کرتے اور کئی طرح کے بیش قیمت زیورات اور پارچات پہنے رہتے ہیں استریاں جو اپنی دونو چھاتیوں کو اوپر اٹھا کر چلتی ہیں۔ اور مرد جو مونچھوں پر تاؤ

دیتے ہیں۔ وہ ہوش کریں اور من میں یقینی طور پر سمجھ لیں۔ کہ اُن کا جسم سدا اُن کے ساتھ نہ رہے گا۔ ایک دن یہاں کا یہاں ہی پڑا رہ جاویگا۔ اور مٹی میں مل جاویگا جسم کے ناش ہونے کے پہلے ہی بڑھاپا گھیرے گا۔ جو دانت آج موتیوں کی طرح چمکتے ہیں۔ وہ کل ہل ہل کر آپ کا دم ناک میں کر دیں گے۔ اور ایک ایک کر کے آپ کا ساتھ چھوڑ دیں گے۔ اس وقت آپ کا مُنہ پوپلا اور بھدا ہو جاویگا۔ جن بالوں کو آپ روز دھوتے اور صاف رکھتے ہیں۔ اور جن کی سجاوٹ آپ طرح طرح سے کرتے ہیں۔ وہ ایک دن سن کی طرح سفید ہو جاویں گے۔ یہ پھولے ہوئے گال اندر پچک جاویں گے۔ آنکھوں میں بھی یہ رسیلا پن نہ رہے گا۔ ان میں زردی اور دھند چھا جاویگی۔ آج کی سی اکڑ تکڑ نہ رہے گی۔ لاٹھی کے سہارے چلوگے اور وہ بھی کانپنے لگے گی۔ جو لوگ آج آپ کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں۔ آپ کا آدر کرتے ہیں۔ وہی آپ کا انادر کریں گے۔ آپ کی بات کبھی نہ پوچھیں گے۔ یہ تو آپ کے جسم اور جوانی کا حال ہے۔ اب ذرا اپنے دھن دولت کی ناپائیداری اور چنچلتا پر بھی دھیان دیجئے۔

لکشمی چنچل ہے

لکشمی کو چنچلا اور چپلا بھی کہتے ہیں۔ لکشمی ٹھیک چپلا ارتھات بجلی کی طرح ہے۔ لمحہ بھر میں چمکتی اور لمحہ بھر میں ہی بادلوں میں چھپ جاتی ہے۔ بہت لوگوں نے اس دھن کی من کے لمحہ لمحہ میں بدلنے والے خیالات سے تشبیہ دی ہے۔ جن کی کوئی بنیاد نہیں ہے۔ یہ دھن کسی کے پاس سدا نہیں رہا۔ تین پشتوں سے زیادہ تو ایک ہی خاندان میں دھن رہتے کسی نے دیکھا ہی نہیں۔

آج جو دھنی ہے۔ کل وہی مفلس ہو جاتا ہے۔ آج جو ہزاروں کو بھوجن دیتا ہے۔ کل وہی اپنے بھوجن کے لیئے دوسروں کے دروازے پر بھٹکتا پھرتا ہے آج جو راجہ ہے۔ کل وہی رنک ہو جاتا ہے۔ آج جو ہاتھی گھوڑے اور جوڑی کے ایک قدم نہیں چل سکتا۔ کل وہی پیدل مارا مارا پھرتا ہے۔ آج جس کے حکم میں ہزاروں داس داسی کھڑے ہیں۔ کل وہی دوسروں کا حکم بجا لانے کے لئے کھڑا دکھائی دیتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ دھن دولت نہ تو ہمیشہ کسی کے پاس رہا ہے اور نہ آگے ہی رہے گا۔ اسی لئے دھن کو بھی چنچل کہا ہے۔ پس بہت مورکھ ہیں۔ وہ لوگ جو کہ ایسے چھوٹے اور سدا رہنے والے دھن پر پھولتے اور گھمنڈ کرتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ ہمارے پاس سدا رہے گا۔ مگر یہ ان کی بھاری بھول ہے۔ اس لئے دھن اور جوبن پر کبھی اترانا نہ چاہیئے۔ جیسا کہ موہ مگدر میں کہا ہے۔

اس دھن جوبن کا غرور نہ کر۔ کال (زمانہ) اس کو پلک مارتے ہی ہر لیتا ہے اس مایا موہ روپی سنسار کو تیاگ کر بہت جلد برہم پد میں پہنچنا چاہیئے۔

استری کا آلنگن

جس طرح عمر جوانی اور دھن چنچل ہے۔ اسی طرح ناری بھی چنچل ہے۔ آج جو اپنی ہے۔ کل اسے پرائی ہوتے دیر نہیں لگتی۔ آج جو نازنین سندریوں کے ساتھ آنند کرتے ہیں۔ کل وہی ان کے بیوگ میں تڑپتے ہیں۔ کہا ہے ۔

خوب یاد کیئے ہوئے شاستر کو بھی بار بار دوہرانا چاہیئے۔ خوب سیوا کیئے ہوئے راجہ سے بھی ڈرنا چاہیئے۔ گود میں پڑی استری کی بھی ہوشیاری سے رکھشا کرنی چاہیئے کیونکہ شاستر۔ راجہ اور نوجوان استری۔ ان کا اعتبار نہیں ہے۔

استریوں کا وشواس نہیں کرنا چاہیئے۔ ایسے ایسے اپدیش سبھی جگہ ملتے ہیں خود مہاراج بھرتری ہری جی کو ہی لیجیے۔ مہاراجہ میں کیا کمی تھی؟ کیا اُن میں بل۔ ویریہ۔ روپ۔ ودیا اور چترائی وغیرہ کسی بھی گن کی کمی تھی؟ کیا اُن کے ہاں سکھ بھوگ اور عیش و عشرت کی بھی کمی تھی؟ نہیں کچھ بھی نہیں۔ مہاراجہ میں سب وہ صفات موجود تھیں جو کہ ایک مرد میں ہونی چاہیئں۔ مگر پھر بھی پنگلا نے ان کو چھوڑ کر سائیس سے دل لگایا۔ پھر استریوں کی پریتی کو ہم سدا بنی رہنے والی کیسے کہہ سکتے ہیں؟

ایک استری کی دغابازی

ایک ساہوکار نے اپنے لڑکے کو ناراض ہو کر گھر سے نکال دیا۔ چلتے وقت اس نے اپنی استری سے کہا۔ بہتر ہے کہ تجھ کو میں تیرے میکے پہنچا جاؤں کیونکہ بن میں بڑے بڑے کشٹ ہیں اور ابھی روزگار کا ٹھکانا نہیں ہے۔ ایشور جانے کیا کیا دُکھ اُٹھانے ہونگے۔

استری نے کہا۔ سوامن! میں آپ کے بنا لمحہ بھر بھی نہیں رہ سکتی۔ آپ کی جدائی کے مقابلے میں راستے اور بن کے کشٹ ہیچ ہیں۔ میں آپ کے ساتھ چلونگی۔ اور آپ کی چرن سیوا کر اپنے تئیں دھنیہ سمجھوں گی۔

ساہوکار کے لڑکے کے بہت سمجھانے پر بھی جب استری نہ مانی۔ تب اس نے اسے اپنے ساتھ لے لیا۔

وہ دونو استری پرش گھر سے کچھ مال لے کر چل دیئے۔ روز منزل بمنزل سفر کرتے ہوئے ایک دن دوپہر کے وقت دونو ایک فقیر کے تکیے پر جا پہنچے۔ وہاں درختوں کا گھنا

سایہ تھا۔ سامنے ہی تھوڑے فاصلے پر ایک کنواں تھا۔ ساہوکار کا لڑکا لوٹا ڈور لے کر جل لینے گیا۔ اور استری وہیں بیٹھی رہی۔ فقیر نے دیکھا کہ استری تو بہت ہی حسین اور نوجوان ہے۔ اس لئے اس نے کہا۔ تو اگر میرے ساتھ رہے۔ تو دنیا کے مزے دیکھے۔ جا اسے کنوئیں میں دھکیل آ۔ پھر ہم دونو پاس کے شہر میں چل کر رہیں گے۔

ساہوکار کی استری جو پتی کے لئے پران دیتی تھی۔ جو پتی کے سمجھانے پر بھی میکے نہ گئی تھی۔ لمحہ بھر میں پرائی ہو گئی۔ فقیر کی باتوں میں آکر وہ کنوئیں پر گئی۔ جوں ہی اس کا پتی لوٹا کھینچنے کو جھکا۔ اس نے دھکا دے کر اسے کنوئیں میں گرا دیا۔ اسے ذرا بھی رحم نہ آیا۔ پھر آکر وہ فقیر کے ساتھ ہو لی۔ فقیر اسے شہر لے آیا۔ اور اس کے دھن مال سے موج کرنے لگا۔ ساتھ ہی گانے بجانے والے استاد کو بلا کر اسے گانے بجانے کی تعلیم دلانے لگا۔ اس کی چڑھتی جوانی تھی۔ اٹھتا حسن تھا۔ اس لئے گانے میں بھی وہ پختہ ہو گئی۔ سارے شہر میں اس کے ناچنے گانے کی شہرت ہو گئی۔

ادھر جب لڑکا کنوئیں میں پڑا ہوا اپنی مصیبت پر رو تا تھا۔ کہیں سے ایک بنجارا آیا۔ اس کے ساتھ سو دو سو آدمی تھے۔ وہیں پڑاؤ تھا۔ وہ لوگ روٹی بنانے کی تیاری کرنے لگے۔ ایک آدمی کنوئیں پر پانی بھرنے گیا۔ اس نے جوں ہی ڈول پھینکا کہ ساہوکار کے لڑکے نے ڈول پکڑ لیا۔

لوگوں نے پوچھا۔ تو کون ہے؟

جواب دیا۔ میں آفت کا مارا آدمی ہوں۔ کرپا کر کے مجھے باہر نکال لو۔

لوگوں نے مل کر اسے باہر نکال لیا۔ دیکھا۔ تو وہ زرد پڑ گیا تھا۔ بنجارے نے اس کا علاج کرا کر اسے گرم کپڑوں سے سلا دیا۔ چند روز میں وہ بنجارا بھی اسی شہر میں پہنچا ساہوکار کا لڑکا روزگار کی تلاش میں گھومتا رہا۔ ایشور کی کرپا سے ایک بڑے سیٹھ

نے اسے اپنے ہاں رکھ لیا۔ لڑکا بڑا چلتا پرزا نکلا۔ اس لئے اس سیٹھ نے اسے اپنا ہیڈ منیم بنا لیا۔

انہیں دنوں اُس ویشیا کی بڑی تعریف سن کر راجہ نے اپنے ہاں اس کے ناچ رنگ کا انتظام کیا۔ محفل آراستہ ہوئی۔ چاروں طرف شہر کے سیٹھ ساہوکار اور رئیس وامیر بیٹھے۔ راجہ تخت پر بیٹھا۔ ویشیا ناچنے لگی۔ اس کے حسن اور ناچ گان پر ساری محفل فریفتہ ہو گئی۔ اتنے میں اس ویشیا کی نظر اس ساہوکار سے لڑکے یا اپنے پتی پر پڑ گئی۔ راجہ نے خوش ہو کر کہا۔

راجہ۔ بی بی! تم جو مانگو۔ وہی انعام ملیگا

ویشیا نے کہا۔ مہاراج! اگر مجھے آپ انعام دینے کا بچن دیتے ہیں۔ تو یہ بچن دیجئے کہ میں جو مانگوں۔ وہی ملے۔

راجہ نے جب بچن دیا۔ تب ویشیا بولی۔ راجن! وہ سامنے بیٹھا ہوا آدمی میرا چور ہے اسے فوراً مروا دیجئے۔

جب راجہ نے اُس کے مارے جانے کی آگیا دی۔ تب ساہوکار کے لڑکے نے کہا۔ حضور! اس کے پاس میری کچھ امانت ہے۔ اس سے کہیئے کہ یہ ہاتھ میں جل لے کر مجھے سنکلپ کر کے دے دے۔

ویشیا نے کہا۔ موسنے: تیرا میں نے کیا دینا ہے؟ خیر لے: میں پانی لے کر سنکلپ کر کے کہتی ہوں۔ کہ جو کچھ تیرا میرے پاس ہو۔ وہ تُو لے۔

ویشیا کے سنکلپ چھوڑتے ہی وہ زمین پر گر پڑی اور مر گئی۔ راجہ کو بڑا تعجب ہوا۔ اس نے اس لڑکے سے اس واقعہ کا اصلی حال پوچھا۔ لڑکے نے کہا۔ مہاراج! یہ میری بیاہتا استری ہے۔ میں اور یہ گھر سے نکل آئے۔ راستے میں اسے سانپ نے کاٹا اور یہ مر گئی۔ میں بھی اس کے ساتھ جلنے کو تیار ہوا۔ اتنے میں مہادیو اور پاربتی جی ادھر

آنکلا۔ پہلے تو انہوں نے کہا۔ ارے پاگل! استری کے لئے جان دیتا ہے۔ اگر تو جیے تو بہت سی استریاں مل جاویگی۔ مگر میں ان کی بات پر راضی نہ ہوا۔ تب انہوں نے کہا۔ ہاتھ میں جل لے کر اپنی آدھی عمر اسے دے دے تو یہ جی سکتی ہے پھر بھی جب کبھی تو اپنی باقی عمر اس سے مانگے گا۔ اور یہ سنکلپ چھوڑ دے گی۔ تب یہ مر جاویگی۔ مہاراج! مجھے یہ پرانوں سے بھی پیاری تھی۔ اس لئے میں نے اپنی آدھی عمر اسے دے دی۔ اس کے بعد یہ مجھے کنوئیں میں دھکیل کر فقیر کے ساتھ چلی آئی اور دیشیا بن گئی۔ استری جاتی کی پریت کا ذرا بھی وشواس نہیں

یہ بات سن کر راجہ اس سے بہت خوش ہوا اور اسے اپنا وزیر اعظم بنا لیا

اس کہانی سے ہم نے استریوں کی پریت کا نمونہ دکھایا۔ بلاشبہ سبھی استریاں ایسی نہیں ہوتیں۔ مگر اس میں شک نہیں کہ زیادہ تر ایسی ہی ہوتی ہیں۔ اس لئے استری کی پریت کا آنند سدا نہیں مل سکتا اور فرض کرو کہ استری پتی برتا بھی ہو۔ تو وہ پہلے ہی مر جائے۔ اس طرح بھی جدائی ہو سکتی ہے۔

خلاصہ یہ کہ عمر۔ جوانی۔ دھن اور ناری۔ یہ سبھی چنچل۔ انتیہ اور ناپائیدار ہیں۔ اس لئے انجام کار دکھدائی ہیں۔ ان سب باتوں پر وچار کر کے بدھیمان کو چاہیئے۔ کہ برہم میں چت لگائے۔ رات دن اسی کا دھیان اور اسی کا چنتن کرے۔ اس سے وہ بھو ساگر کے پار ہو جاویں گے۔ انہیں بار بار جنم مرن کا کشٹ نہ ہوگا۔ سدا رہنے والا سکھ ملیگا۔ استری پتر اور دھن وغیرہ میں من لگانے سے سدا دکھ ساگر میں غوطے لگانے پڑتے ہیں۔ مر کر پھر جنم لینا پڑتا ہے۔ اور پھر مرنا پڑتا ہے۔ اب بدھیمان لوگ خود ہی وچار کر لیں۔ کہ دونوں میں سے کونسا مارگ سکھدائی ہوگا۔ بقول مہاتما تلسیداس جی

ست سنگت اروہری کتھا تلسی دُربھ دوئے
سُت دارا اُرو لکشمی پاپی گھر بھی ہوئے

شلوک ۴۳

جو وچاروان ہے۔ جو برہم گیانی ہے۔ اسے سنسار لبھا نہیں سکتا۔
مچھلی کے اُچھلنے سے سمندر اُمنڈ نہیں سکتا۔ (۴۳)

تشریح

جس طرح سفری مچھلی کے اچھل کود مچانے سے سمندر اپنی گمبھیرتا کو نہیں چھوڑتا ذرا بھی نہیں ڈگمگاتا۔ جیسا کا تیسا بنا رہتا ہے۔ اسی طرح وچاروان برہم گیانی۔ سنسارک پدارتھوں پر لٹو نہیں ہوتا۔ وہ سمندر کی طرح ہی سنجیدہ بنا رہتا ہے۔ اپنی سنجیدگی نہیں چھوڑتا۔ مطلب یہ کہ برہم گیانی وچاروان آدمی کو سنساری وشے بھوگ ویسے ہی نہیں لبھا سکتے۔ جیسے مچھلی سمندر کو نہیں ڈگمگا سکتی۔ استاد ذوق نے کہا ہے۔

دینا ہے وہ صیاد کہ سب دام میں جس کے
آ جاتے ہیں لیکن کوئی دانا نہیں آتا۔

شلوک ۴۴

جب تک ہم میں کام دیو سے پیدا ہوا اگیان کا اندھکار تھا۔ تب تک ہمیں سارا جگت استری روپ ہی دکھائی دیتا تھا۔ اب ہم نے وویک روپی انجن لگا لیا ہے۔ اس سے ہماری درشٹی سمان ہو گئی ہے۔ اب ہمیں تینوں بھون برہم روپ دکھائی دیتے ہیں (۴۴)

تشریح

مطلب یہ کہ جب ہم کام مد سے اندھے ہو رہے تھے۔ جب ہمیں بھلے بُرے کا گیان نہیں تھا۔ تب ہمیں استری کے بغیر لمحہ بھر بھی چین نہیں پڑتی تھی۔ مگر اب ہم نے گیان کی نپلی

سرمہ لگا کر اس اگیان کے اندھیرے کو دُور کر دیا ہے جس سے بھلے برے کی تمیز کرنا سیکھ گئے ہیں۔ اس لئے اب ہمیں سارا سنسار یکساں نظر آتا ہے۔ جہاں تک نظر دوڑاتے ہیں۔ سب طرف برہم ہی برہم دکھائی دیتا ہے۔ مطلب یہ کہ نہ کوئی استری ہے نہ کوئی پُرش سبھی تو ایک ہی ہیں۔ صرف چولے کا بھید ہے۔ آتما نہ استری ہے نہ پُرش۔ وہ سب میں سمان ہے۔ مگر اگیانیوں کو یہ بات دکھائی نہیں دیتی۔ انہیں اور کا اور نظر آتا ہے۔

شویتاشوتر اُپنشد میں لکھا ہے کہ

یہ آتما نہ استری ہے۔ نہ پُرش اور نہ نپنسک۔ یہ جس جس شریر کو دھارن کرتا ہے۔ اسی اسی کے ساتھ جُڑ جاتا ہے۔

جب انسان کو اس بات کا گیان ہو جاتا ہے۔ کہ استری اور پُرش میں کوئی بھید نہیں جو میں ہوں وہی استری ہے۔ استری نے اور طرح کا پہراہن رکھا ہے اور میں نے اور طرح کا۔ تب اس کا من استری پر نہیں بھولتا۔ اپنے ہی سوروپ کو دوسری شکل میں سمجھ کر اس سے میتھن کرنے کی خواہش پیدا نہیں ہوتی۔ گیانی کو سنسار میں دشمن۔ دوست استری بیٹے اور سوامی سیوک دکھائی نہیں دیتے۔ وہ ان سب کو یکساں سمجھتا ہے۔ کسی سے راگ اور کسی سے دویش نہیں رکھتا۔ اُسے مُکت کہتے ہیں۔ آدمی میں اور سب پرانی ماتر میں ایک ہی وشنو دکھائی دیتا ہے۔ یہ ادویتا پرم پد کی اوستھا ہے۔ سوامی شنکر آچاریہ جی کہتے ہیں

دوست۔ دشمن اور بیٹے اور رشتہ داروں سے راگ اور دویش بڑھانے کی کوشش مت کر۔ اگر بہت جلدی مکتی چاہتا ہے۔ تو دوست۔ دشمن اور بیٹے پوتوں وغیرہ کو ایک نگاہ سے دیکھ۔ سب کو اپنا سمجھ۔ کسی کو غیر نہ سمجھ۔ سمان چت ہو جا۔ جیسا پُرش ویسی ہی استری۔ جیسا اپنا بیٹا ویسا ہی دشمن اور جیسا دھن ویسی ہی مٹی۔ اس طرح سب میں برہم کا جلوہ دیکھنے سے تو مُکت ہو جاویگا

ایک سچے مہاتما

ایک سادھو سدا گیان دھیان میں مست رہتا تھا۔ وہ کبھی کسی سے عبث بات چیت نہ کرتا تھا۔ ایک دن وہ گاؤں میں بھکشا مانگنے گیا۔ ایک گھر سے اسے جو روٹی ملی۔ اُسے وہ آپ کھانے لگا۔ اور اپنے ہی ساتھ کتّے کو بھی کھلانے لگا۔ یہ دیکھ وہاں بہت سے لوگ اکٹھے ہو گئے۔ اور اُن میں سے کوئی کوئی اُسے پگلا کہ کر اس کی ہنسی کرنے لگے۔

یہ دیکھ مہاتما نے اُن سے کہا۔ تم کیوں ہنستے ہو؟

"وشنو کے پاس وشنو بیٹھا ہے۔ وشنو وشنو کو کھلاتا ہے۔ ارے وشنو! تو کیوں ہنستا ہے؟ سارا جگت وشنو سروپ ہے۔ ارتھات سارا سنسار اس پورن آتما وشنو سے بھرا ہے۔"

حقیقت یہ ہے۔ کہ سچے اور پہنچے ہوئے سادھو فقیر سارے سنسار میں ایک پرماتما کو دیکھتے ہیں۔ انہیں دوسرا کوئی نظر ہی نہیں آتا۔ اگیانی لوگ جن کے گیان چکشو بند ہیں۔ وہی جگت میں کسی کو اپنا اور کسی کو پرایا جانتے ہیں۔ کسی مہاتما نے کیا اچھا اپدیش دیا ہے۔ فرماتے ہیں

ایکانت نرجن ستھان میں بیٹھنا چاہیئے۔ پربرہم پرماتما میں من کو لگانا چاہیئے۔ پورن آتما پورن پرمیشور سے ساکشات کرنا چاہیئے۔ اور اس جگت کو اس پورن برہم سے بھرپور جاننا چاہیئے۔ پہلے جنم کے کرموں کا لوپ کرنا چاہیئے۔ اور گیان کے پربھاو سے اب کے کئے ہوئے کرموں کا پھل تیاگ دینا چاہیئے۔ ارتھات نشکام کرم کرنے چاہئیں۔ جس سے کرم بندھن میں بندھ کر پھر جنم نہ لینا پڑے۔ اس سنسار میں پراربدھ یا پورب جنم کے کرموں کو بھوگنا چاہیئے۔ اور اس کے بعد پرمیشور روپ سے اس جگت میں ٹھہرنا چاہیئے۔ ارتھات اپنے میں اور پرماتما میں بھید نہ سمجھنا چاہیئے

شلوک ۸۵

چندرما کی کرنیں ۔ ہری ہری گھاس کے تختے ۔ بستروں کا سماگم ۔ شرنگار رس کی کہہ تیائیں (نظمیں) غصہ بھرے آنسوؤں سے چنچل پیاری کا منہ تاننا ۔ پہلے یہ سب ہمارے من کو موہت کرتے تھے ۔ مگر جب سے سنسار کی ناپائیداری ہماری سمجھ میں آ گئی ہے ۔ تب سے ہمیں یہ سب اچھے نہیں لگتے ۔ (۸۵)

تشریح

جب تک انسان کو سنسار کی اسارتا اور اس کے نقو تھے پن کا علم نہیں ہوتا ۔ تبھی تک انسان سنسار اور سنسار کے جھگڑوں میں پھنسا رہتا ہے ۔ اور وشے بھوگوں کو اچھا سمجھتا ہے ۔ مگر سنسار کی اصلیت معلوم ہوتے ہی اُسے وشے سکھوں سے نفرت ہو جاتی ہے ۔ اس وقت اُسے سوائے سرو ویاپک برہم کے کوئی چیز بھی اچھی نہیں لگتی ۔

شلوک ۸۶

اُیسا تپسوی کوئی وِرلا ہی ہوتا ہے ۔ جو بھیک مانگ کر کھاتا ہے ۔ جو اپنے لوگوں میں رہ کر بھی اُن سے موہ نہیں کرتا ۔ جو آزادانہ اپنی زندگی بسر کرتا ہے ۔ جس نے لینے اور دینے کا بیوہار ترک کر دیا ہے ۔ جو راستے میں پڑے ہوئے چیتھڑے کی گدڑی اوڑھتا ہے ۔ جسے مان اپمان کا خیال نہیں ہے جس میں ابھیمان نہیں ہے ۔ اور جو برہم گیان کے سکھ کو ہی سچا سکھ مانتا ہے ۔ (۸۶)

گیانی کے لکھشن سُندرداس جی نے اس طرح کہے ہیں :-

کرم نہ وکرم کرے بھاو نہ ابھاو دہرے
شبھ نہ اشبھ پرے یا تیں ندہرک ہے (۱)
لبس تین شونیہ جا کے پاپ ہو نہ پنیہ تا کے
اُدھک نہ نیوں وا کے سورگ نہ نرک ہے (۲)
سکھ دُکھ سم دوؤ۔ نیچ ہو نہ اونچ کوؤ
ایسی بدھی رہے سوؤ ملیو نہ فرق ہے (۳)
ایک ہی نہ لبھے جانے بندھ موکھش بھرم مانے
سندر کہت گیانی۔ گیان میں غرق ہے (۴)

جو بھیک مانگ کر پیٹ کی اگنی شانت کر لیتا ہے۔ مگر کسی کی خوشامد نہیں کرتا۔ کسی کے آدھین نہیں ہوتا۔ آزاد رہتا ہے۔ مان اپمان اور سکھ دکھ کو سمان سمجھتا ہے۔ نہ کسی سے کچھ لیتا ہے اور نہ کسی کو کچھ دیتا ہے۔ گرہستھی یا اپنے رشتہ داروں میں رہ کر بھی اُن میں ممتا نہیں رکھتا۔ شبھ اشبھ۔ پاپ پُن اور سورگ نرک کو کوئی چیز نہیں سمجھتا۔ کسی کو اعلےٰ اور کسی کو ادنےٰ نہیں سمجھتا۔ سبھی میں ایک آتما دیکھتا ہے۔ بندھن اور موکھش کو بھی من کا سنکلپ یا بھرم سمجھتا ہے۔ اور برہم گیان میں غرق رہتا ہے۔ اور اسی میں ہی پورن سکھ سمجھتا ہے۔ اس سے بڑھ کر گیان اور کون ہوگا؟ ایسا گیانی ہی جیون مکت ہے۔ اسے جنم مرن کا کشٹ نہیں اٹھانا پڑتا۔ وہ سدا پرماتمہ آنند میں مگن رہتا ہے۔ مگر ایسے مہاپرش وِرلے ہی ہوتے ہیں

شلوک ۸

ہے ماتا پرتھوی! ہے پِتا وایو! ہے متر تیج (اگنی)! ہے بندھو جل! اور ہے بھائی آکاش! اب میں آپ سب کو انتم الوداعی پرنام کرتا ہوں۔

آپ کی سنگتی میں (ساتھ رہ کر) میں نے پُنیہ کرم کئے۔ اور پُنیہ کرموں کے پھل سوروپ مجھے آتم گیان ہوا۔ جس نے میرے سنساری موہ کا ناش کر دیا۔ اب میں پربرہم میں لین ہوتا ہوں۔ ۸۷

تشریح

انسانی جسم پرتھوی۔ وایو۔ تیج۔ جل اور آکاش۔ ان پانچ تتووں سے بنا ہے۔ جسے آتم گیان ہو گیا۔ جس نے برہم کو پہچان لیا ہے۔ وہ ان پانچوں تتووں سے وداع لیتا ہے۔ اور پرنام کر کے کہتا ہے۔ کہ میں آپ پانچوں کے سنگ رہنے سے ارتھات یہ شریر دھارن کرنے سے اس یوگیہ ہوا۔ کہ برہم گیان پراپت کر سکا۔ اب میرا آپ کا ساتھ نہ ہوگا اب میں چولے (قالب) میں نہ جاؤں گا۔ اب مجھے جنم لینا نہ پڑے گا۔ میں آپ لوگوں کا کرتگیہ (شکر گذار) ہوں۔ کیونکہ آپ کی سنگت سے ہی مجھے یہ پھل ملا ہے۔ اب میں آپ سے سدا کے لئے وداع ہوتا ہوں۔ اب میں برہم کے آنند میں مگن ہوں۔

مطلب یہ کہ منش جنم برہم گیان کے لئے ملتا ہے۔ اور دوسرے قالبوں میں یہ گیان ہو نہیں سکتا۔ جو لوگ منش جنم دھارن کر کے برہم گیان پراپت کرتے ہیں۔ اُنہیں کا جنم لینا سپھل سمجھا جاتا ہے۔

شلوک ۸۸

جب تک جسم ٹھیک حالت میں ہے۔ بڑھاپا دُور ہے۔ اِندریوں (حواس) کی شکتی بنی ہوئی ہے۔ عمر کے دن باقی ہیں۔ تبھی تک بدھیمان کو اپنے گیان کے لئے اچھی طرح سے (پوری) کوشش کر لینی چاہیئے۔ کیونکہ جب گھر جلنے لگا۔ تب کنوآں کھودنے سے کیا فائدہ؟ (۸۸)

تشریح

مطلب یہ کہ جب تک آپ کا جسم تندرست رہے۔ بڑھاپا نہ آوے۔ آپ کے
حواس درست حالت میں رہیں۔ اور عمر ابھی باقی ہووے۔ تبھی تک آپ اپنی بھلائی کی
کوشش کر لیجئے۔ ارتھات ایسی حالت میں ہی بھگوان کا بھجن کر لیجئے۔ کیونکہ جب آپ
کو بڑھاپا گھیر لیگا۔ کف۔ کھانسی اور دمہ وغیرہ بیماریاں جسم پر قابو پالینگی۔ آنکھوں سے
دکھائی نہ دے گا۔ کانوں سے سنائی نہ دے گا۔ اور موت اپنا پنجہ جما دے گی۔ تب
آپ کیا کر سکیں گے؟ ارتھات کچھ بھی نہیں۔ اس وقت اگر آپ کچھ کرنے کی کوشش
بھی کریں گے۔ تو آپ کی حالت ٹھیک ٹھیک ایسے آدمی کی سی ہوگی۔ جو کہ گھر میں آگ لگنے پر
کنواں کھودتا ہے۔ کسی نے کہا ہے۔

"بچپن میں اگر ودیا نہیں پڑھی۔ جوانی میں اگر دھن نہیں کمایا۔ بڑھاپے میں اگر
دان پنیہ نہیں کیا۔ تو چوتھی اوستھا (حالت نزع) میں کیا کرسکوگے؟"

اس لئے سب سے اچھی بات تو یہ ہے کہ بچپن میں ہی پرماتما کی بھگتی شروع کر دیوے
دُہرو اور پرہلاد نے بچپن میں ہی بھگتی کر کے پرماتما کے درشن کئے تھے مگر اس عمر میں نہ
ہو سکے تو جوانی میں اور اگر جوانی میں بھی نہ ہو سکے۔ تو بڑھاپے میں تو چوکنا ہی نہ چاہیئے۔
استری پتر دھن دولت کا موہ چھوڑ کر پرماتما میں من لگاؤ۔ آج کل پر مت ٹالو کیونکہ موت
ہر وقت گھات میں ہے۔ نہ جانے کب تمہیں لے جاوے۔ جب موت آ جاویگی۔ تب تم
سے کرتے دھرتے کچھ نہ بنے گا۔ تم گھبرا جاؤ گے۔ مُنہ سے پرماتما کا نام ہی نہ نکل سکے گا۔
اور ہاتھوں سے دان یا پراپکار نہ کر سکو گے۔ اس وقت سوائے پریشانی اور پشیمانی
کے کچھ ہاتھ نہ آویگا۔ اس لئے جو کچھ کرنا ہے۔ موت آنے کے وقت سے پہلے ہی کرو۔
ارتھات مرنے سے پہلے ہی سنسارک بندھنوں سے اپنے چت کو ہٹاؤ۔ امر ہونے کی
یہی ایک ترکیب ہے۔ ورنہ یہ موت کسی کا نشان نہیں چھوڑتی۔ بقول استاد ذوق کے

بے نشاں پہلے فنا سے ہو۔ جو ہو تجھ کو بقا | ورنہ ہے کس کا نشان ذوقِ فنا نے رکھا

شلوک ۸۹

ہم نے اس جگت میں نمر احلیم یا نیک اپُرشوں کو خوش کرنے والی اور واویوں زبحث پسند لوگوں کا گھمنڈ توڑنے والی ودیا نہیں پڑھی۔ تلوار کی دھار سے ہاتھی کے مستک کا اچھلا حصہ کاٹ کر اپنا لیش سورگ تک نہیں پہنچایا۔ چاندنی رات میں سندری کے کومل ادھر (نچلے ہونٹ) کا رس بھی پان نہیں کیا۔ ہائے! ہماری جوانی سنسان گھر میں جلنے والے اور آپ ہی بجھ جانے والے دیپک کی طرح یوں ہی گئی۔ (۸۹)

شلوک ۹۰

ست پُرشوں میں تو گیان اُن کے مان اور مد وغیرہ کا ناش کرتا ہے مگر دُشٹوں میں وہی گیان مان مد وغیرہ اوگنوں کو بڑھاتا ہے۔ ایکانت ستھان یوگیوں کے لئے تو مکتی دلانے والا ہوتا ہے مگر وہی کامیوں کی کام جوالا کو بڑھانے والا ہوتا ہے۔ (۹۰)

تشریح

جیس طرح سوانی کی بوند سیپی میں پڑنے سے موتی اور کیلے میں پڑنے سے کپور ہو جاتی ہے۔ مگر سانپ کے منہ میں پڑنے سے زہر کا روپ دھارن کر لیتی ہے۔ ویسی طرح ایک ہی چیز پرش بھید سے الگ الگ گُن دکھاتی ہے۔ گیان سے اچھے لوگوں کا اہنکار نشٹ ہو جاتا ہے۔ وہ سب کسی کو اپنے جیسا سمجھتے ہیں۔ سب کے ساتھ ہمدردی رکھتے ہیں اور کسی کا دل نہیں دکھاتے مگر اسی گیان سے دُشٹ لوگوں کا اہنکار اور بھی بڑھ جاتا ہے۔ وہ اپنے سامنے سنسار کو ہیچ سمجھتے ہیں۔ ودیا ابھیمان کے مارے کسی

دوسرے کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے۔ اپنے سوا سب کو پشو سمجھتے ہیں۔ اس طرح ایک ہی گیان دو جگہوں میں اپنا الگ الگ اثر دکھاتا ہے۔ جیسے کہ ایکانت ستھان یوگیوں کے چت کو برہم وچار میں لے جاتا ہے۔ اور اس سے ان کو مکتی مل جاتی ہے مگر وہی ایکانت ستھان کامیوں کے دل میں مستی پیدا کرتا ہے۔

شلوک ۹۱

ہماری خواہشات ہمارے ہردے میں ہی سما گئیں۔ جوانی بھی چلی گئی۔ ہمارے اچھے اچھے گُن بھی قدردانوں کے نہ ہونے سے بیکار ہو گئے۔ سرب شکتیمان سرب ناشک کال ہمارے پاس آرہا ہے۔ اس لئے اب ہماری سمجھ میں کام کے بھسم کرنیوالے شوجی کے چرنوں کے سوا دوسری کسی جگہ ہماری رکھشا نہیں ہے (۹۱) مطلب یہ کہ ایسی حالت میں صرف شوجی کی بھگتی سے ہی ہماری رکھشا ہو سکتی ہے

تشریح

انسان دُکھی ہو کر کہتا ہے۔ کہ ہماری سب ترشنا من میں ہی رہ گئی۔ ہمارے ارمان نہ نکلے۔ اور جوانی کوچ کر گئی۔ اب اس کے آنے کی بھی امید نہیں۔ کیونکہ جوانی کسی کی کبھی لوٹ کر آئی ہو۔ ایسا ہم نے سنا نہیں

انسان کی ترشنا کبھی نہیں بجھتی۔ ایک پر ایک ارمان اُٹھا ہی کرتا ہے۔ بقول

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے
بہت نکلے مرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے

حضرت داغ بھی گھبرا کر کہتے ہیں :-

ہوئے ہیں ہزاروں ارمان پھر اس پہ حسرتوں کی حسرت

کہاں نکل جاؤں یا الٰہی! میں دل کی دسوت سے تنگ ہو کر

اسی طرح مہاتما سندر داس جی بھی کہتے ہیں:-

تین ہی لوک ۳ ہار گئے سب
سات سمندر پیو پُن پانی (۱)
اور جہاں تہاں تاکت ڈولت
کاڑھت آنکھ ڈراوت پرانی (۲)
دانت دکھاوت جیبھ ہلاوت
یا ہت میں یہ ڈاکنی جانی (۳)
سندر! کھات بھئے کتنے دن!
ہے ترشنا! اُجہوں نہ اگھانی (۴)

غرضیکہ اس ترشنا سے سبھی سمجھدار انت میں دکھی ہوئے ہیں۔ اور اُنہوں نے پچھتا پچھتا کر ایسی ہی باتیں کہی ہیں۔ اس ترشنا کے چکر میں ہی انسان بوڑھا ہو جاتا ہے۔ مگر ترشنا بوڑھی نہیں ہوتی۔ بڑھاپے میں اس کا زور اور بھی بڑھ جاتا ہے یہ تینوں لوگوں کو کھا کر اور ساتوں سمندروں کو پی کر بھی سیر نہیں ہوتی۔ اس لئے انسان کو سب آشا ترشنا تیاگ کر پر اتما میں لو لگانا چاہیئے۔ جو غفلت کی نیند سے بیدار نہیں ہوتے۔ اُن کا انجام بُرا ہوتا ہے۔ جب ایک دم سے بڑھاپا چھا جاتا ہے۔ جسم ناطاقت ہو جاتا ہے۔ تب کچھ بھی نہیں ہوتا۔ اور موت کا پیغام آ جانے پر انسان پچھتاتا ہوا سب کو چھوڑ کر چلا جاتا ہے۔ کہا ہے

یہ ہم دیش ولایت ہیں کچھ
یہ ہم مندر یہ ہم تھاتی
یہ ہم مات پتا سُت باندھو

یہ ہم پوت سُو یہ ہم ناتی
یہ ہم کامنی کیلی کرے نت
یہ ہم سیوک ہیں دن راتی
سُندر ایسے ہی چھانڈ گئے سب
تیل جرے سو بجھی تب باتی

مطلب یہ کہ :۔ یہ میرا دیش ہے۔ یہ میرے ہاتھی گھوڑے اور محل مکان ہیں۔ یہ میرے ماں باپ اور بھائی بند اور ناتی پوتے ہیں۔ یہ میری استری اور یہ میرے سیوک ہیں۔ ایسے کرتا کرتا ہی انسان سب کو چھوڑ کر چلا جاتا ہے۔ جس طرح تیل کے جل جانے پر دیپک بجھ جاتا ہے۔ اسی طرح عمر پوری ہونے پر انسان مر جاتا ہے۔ اس لئے جوانی میں ہی استری پُتر وغیرہ سب کا موہ چھوڑ کر ایکانت میں جا پرماتما کا بھجن کرنا چاہئے۔ کیونکہ بڑھاپے میں کچھ نہیں ہو سکتا۔ شیخ سعدی صاحب نے ٹھیک ہی کہا ہے۔ کہ

جوان گوشہ نشیں۔ شیر مرد راہ خداست
کہ پیر خود نہ تواند ز گوشہ برخواست

مطلب یہ کہ جوانی میں جنہوں نے ایکانت میں ایشور کا بھجن کیا ہے۔ وہی بھگوان کے سچے بھگت ہیں۔ بوڑھا آدمی اگر ایکانت واس کا دعوے کرے۔ تو جھوٹا ہے کیونکہ وہ تو جہاں پڑا ہے۔ وہاں سے سرک ہی نہیں سکتا۔

انسان کی گردن ہلنے لگتی ہے۔ کھال لٹکنے لگتی ہے۔ کمر جھک جاتی ہے۔ بال سفید ہو جاتے ہیں۔ تو بھی استری کا موہ نہیں چھوڑتا۔ مُنہ کے دانت اکھڑ جاتے ہیں۔ پھر بھی کامی گدھے کے نخرے نہیں جاتے۔ جسم کانپتا ہے۔ غیر عورت سے پریتی رکھتا ہے۔ اور رات دن دھن کا جاپ کرتا ہے۔ انت میں گھر چھوڑتا ہے مگر

نمک حرام اپنے مالک کا بھجن نہیں کرتا۔

شلوک ۹۲

جب انسان کا گلا پیاس سے سوکھنے لگتا ہے۔ تب وہ ٹھنڈا پانی پیتا ہے۔ جب اُسے بھوک لگتی ہے، تب وہ ساگ اور کڑھی وغیرہ کے ساتھ چاول کھاتا ہے۔ جب اس کی کام اگنی تیز ہوتی ہے، تب وہ استری کو زور سے گلے لگاتا ہے۔ وچار کر دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ان سب بیماریوں کی ایک ایک دوا ہے۔ مگر لوگ انہیں بھول سے سکھ کی مانند مانتے ہیں۔ ۱۹۲

تشریح

پیاس ایک بیماری ہے۔ اور اس کی دوا ٹھنڈا پانی ہے۔ ارتھات ٹھنڈے پانی سے پیاس شانت ہوتی ہے۔ اسی طرح بھوک کی دوا روٹی وغیرہ کھانا ہے۔ اور کام اگنی کو شانت کرنے کی دوا استری ہے۔ یہ سبھی روگ ہیں اور اُن کی ایک ایک دوا ہے۔ اب ان دوائیوں کو ہی سُکھ سمجھ لینا بھاری بھول ہے۔ سچا اور دیرپا سکھ تو بھگوت بھجن میں ہے۔

شلوک ۹۳

ہے شِو! ہے کام اری! (کام کے بھسم کرنے والے!)...... گنگا اسنان کر کے تجھ پہ پھول چڑھاتا ہُوا۔ تیری پُوجا کرتا ہُوا پربت کی گُفا میں شِلا پر بیٹھا ہُوا۔ اپنے ہی آتما میں مگن ہوتا ہُوا۔ بن پھل کھاتا ہُوا اور گورو کی آگیا انوسار تیرے ہی چرنوں کا دھیان کرتا ہُوا میں اِن

سنساری دکھوں سے کب چھٹکارہ پاؤں گا؟ (۹۳)

شلوک ۹۴

میں اُن کو پرمیشور سمجھتا ہوں۔ کہ جو کسی کے سامنے سر نہیں جھکاتے جو پہاڑ کی شلا کو ہی اپنی سیج مانتے ہیں۔ جو گفا کو ہی اپنا گھر سمجھتے ہیں جو درختوں کی چھال کو ہی اپنے کپڑے اور جنگلی ہرنوں کو ہی اپنے مِتر (دوست) سمجھتے ہیں۔ درختوں کے کومل پھلوں سے ہی پیٹ کی اگنی کو شانت کرتے ہیں۔ جو قدرتی جھرنوں کا جل پیتے ہیں۔ اور جو ودیا دیوی کو ہی اپنی پران پیاری سمجھتے ہیں۔ ۹۴

تشریح

جو کسی چیز کی چاہ نہیں رکھتے۔ وہ کسی کی پرواہ نہیں کرتے۔ وہ کسی کے سامنے سر نہیں جھکاتے۔ جو دنیا کے غلام نہیں ہیں۔ وہ سچ مچ دیوتا ہیں۔ استاد ذوق نے کہا ہے۔ ؎

جس انسان کو سگِ دُنیا نہ پایا
فرشتہ اُس کا ہم پایہ نہ پایا

سچے مہاتما بنوں اور پہاڑوں کو ترک کر کے سنسار میں کبھی نہیں آتے۔ وہ کسی سے مانگ کر بھی نہیں کھاتے۔ انہیں بن میں ہی جو کچھ مل جاتا ہے۔ وہی کھا لیتے ہیں۔ بقول حضرت غالب۔ ؎

بے طلب دیں۔ تو مزا اس میں سوا ملتا ہے
وہ گدا جس میں نہ ہو خوئے سوال اچھا ہے

اور بھی کہا ہے۔ ؎

دستِ سوال سینکڑوں عیبوں کا عیب ہے
جس دست میں یہ عیب نہیں وہ دستِ غیب ہے

مہاپرش بھگوان کے بھروسے رہتے ہیں۔ اس لئے انہیں اُن کی ضرورت کی چیزیں اُن کے استھان پر ہی مل جاتی ہیں۔ وہ سنسار (دنیا) کا جیل کی کوٹھڑی سمان کر سیاہی کگوانا پسند نہیں کرتے۔ سنساری لوگوں کے ساتھ ملنے جلنے میں بھلائی نہیں۔ سنسار سے دور رہنا ہی بھلا۔ کیونکہ انسان جیسے آدمیوں کو دیکھتا اور جیسوں کی صحبت کرتا ہے۔ ویسا ہی ہو جاتا ہے۔ راگیوں کی صحبت سے براگی بھی راگی ہو جاتا ہے۔ جل اور درختوں کے پتوں پر اپنی گذران کرنے والے رشی استریوں کے دیکھنے اِستریت اپنے تپ سے کھنگ ہو گئے۔ اس لئے شاستروں میں لکھا ہے کہ سنیاسی دنیاداروں سے دور رہے۔ دراصل سچے برھم گیانی مہاپرش کسی کے بھی دروازے پر نہیں جاتے۔ سچے مہاتما سنساریوں سے اپنے آپ کو چھپانے کی ہی کوشش کرتے ہیں۔

دو مہاتماؤں کی کتھا

ایک شہر کے باہر بن میں دو بڑے ہی تیاگی مہاتما رہتے تھے۔ راجہ نے چاہا کہ میں ان سے ملوں۔ راجہ اپنے پریوار سمیت اُن سے ملنے گیا۔ مہاتماؤں نے سوچا یہ تو بڑی بلا لگی۔ اسے سدا کے لئے ٹالنا چاہیئے۔ آج یہ آیا ہے۔ کل سارا شہر ہی آنا شروع ہو جاویگا۔ پھر ہم تو بھجن ہی نہ کر سکینگے۔ جب راجہ پاس پہنچا۔ تو وہ آپس میں لڑنے لگے۔ ایک کہنے لگا۔ تیں نے میری روٹی کھا لی۔ دوسرے نے کہا۔ تُو نے بھی تو کل میری روٹی کھا لی تھی۔"

دونوں کو اس طرح جھگڑتے دیکھ کر راجہ کو نفرت ہو گئی۔ اور وہ لوٹ آیا۔ اور مہاتماؤں

نے سمجھا کر بلا لی۔ وہ شانتی سے ایشور کا بھجن کرنے لگے۔

دُوسری کتھا

ایسے ہی ایک مہاتما کہیں سے آ کر کاشی میں رہنے لگے۔ بس پانچ سال بعد بہت سے لوگ اُن کو جان گئے، اور انہیں اپنے اپنے گھر بھوجن کے لئے لے جانے لگے۔ مہاتما نے دیکھا۔ کہ گھروں میں جانے سے من میں وکار پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے انھوں نے اپنی لنگوٹی ہی اُتار کر پھینک دی۔ کہ ننگے رہنے سے لوگ گھروں پر نہ لے جاویں گے۔ مگر نتیجہ اُلٹا ہوا۔ ان کی مہما اور بھی بڑھ گئی۔ اب تو بڑے بڑے راجہ رئیس اور زمیندار اُن کے درشنوں کو آنے لگے۔ ان کا سارا وقت امیروں سے ملنے میں ہی گذرنے لگا۔ اتنے میں ایک اور مہاتما آئے۔ اور اُن سے ایکانت میں پوچھا۔ کہ کیا حال ہے؟

مہاتما نے کہا۔ "بڑا اسیر سے مرتے ہیں۔"

آنے والے مہاتما نے کہا۔ لوگ تو آپ کو بڑا بدھ کہتے ہیں۔

مہاتما نے کہا۔ کہا کریں۔ لوگ مورکھ ہیں۔ ہمارے چت میں تو واسنائیں بھری ہیں۔ نہ جانے ہمیں کس جُونی میں جنم لینا ہوگا۔ ہمارا تو سارا ویراگیہ ان دھنیوں (امیروں) کی صحبت میں نشٹ ہو گیا" سچ ہے۔ نورتی مارگ والے کو پرورتی مارگ والوں کی سنگتی کرنا اچھا نہیں ہے۔

شلوک ۹۵

جب کہ گنگا جو کہ شو جی کے مستک کو چُھومتی ہوئی بھلی معلوم ہوتی ہے۔ بڑی ڈالیوں کی چھالوں اور اپنے کنارے پر لگے ہوئے پھلوں سے آدمی کا گذارہ

کرنے کو تیار رہے۔ تب کون وِدوان یا گیانی اگر دُکھی پر یوار پر دیا نہ آتی۔ تو مفلسی کی مصائب سے تنگ آکر آہ بھرتی ہوئی۔ دُکھ سے گہرے سانس لیتی ہوئی استری کا مکھ دیکھنا چاہتا؟

تشریح

مطلب یہ کہ پرش کو اپنے لئے کسی طرح کا بھی دُکھ اٹھانے کی ضرورت نہیں۔ اُسے گنگا جی ہی سب کچھ دینے کو تیار ہیں۔ وہ گنگا جل پی کر اور اس کے کنارے پر اُگے ہوئے جنگلی پھل کھا کر اور درختوں کی چھال کے کپڑے پہن کر گذارا کر سکتا ہے مگر استری کی وجہ سے وہ ایسا نہیں کر سکتا۔ خلاصہ یہ کہ سب دُکھوں کا مول استری ہے۔ اگر کٹمب کے بڑھانے کی ضرورت نہ ہو۔ تو استری کی درکار نہیں اور اگر استری نہ ہو تو پھر دُکھ ہی کیا؟ لوگوں کی خوشامد کرنے۔ جینے جینے کی للّو پتّو کرنے۔ دُشٹوں کے بُرے بچن سُننے کو استری ہی مجبور کرتی ہے۔ دُنیا کے مارے پُرش سے اس کا اور اُس کے بچوں کا دکھ دیکھا نہیں جاتا۔

شلوک ۹۶

تعجب کی بات ہے۔ کہ لوگ کاشی چھوڑ کر اور جگہ کیوں بستے ہیں؛ جہاں اُپ بنوں میں کئی طرح کے بھوجن بنا کر کھانا ہی کٹھن تپ ہے۔ جہاں پر کہ لنگوٹی پہنتا ہی بڑھیا کپڑے ہے۔ جہاں بھیک مانگنا ہی پرتشٹھا ہے۔ اور جہاں پر موت کا آنا ہی پرم منگل سمجھا جاتا ہے؟

شلوک ۹۷

ہے من: جن کے دروازے پر وہ مالک مکان کے ملنے کا وقت نہیں ہے"

"وہ اس وقت ایکانت میں بیٹھے ہیں۔" "وہ اس وقت سو رہے ہیں۔" اگر تمہیں یہاں پر کھڑا دیکھینگے۔ تو ناراض ہونگے" ایسی ایسی باتیں سنائی دیتی ہیں۔ ان کو تیاگ کر وشویشور کی شرن میں جا۔ جن کے دروازے پر روکنے والا دربان نہیں۔ جہاں پر بے رحمانہ اور کٹھور بچن کبھی سننے میں نہیں آتے۔ جو انت اور بنتیہ سُکھ کے دینے والے ہیں۔ (۹۶)

تشریح

مورکھ آدمی نا سمجھی کے کارن عبث امیروں کے دروازے پر جاتا ہے، اور جھڑکیاں دھکیاں سنتا ہے۔ جن کے ہاں جاتا ہے۔ اُن سے ملنے میں بڑی بڑی مشکلات کا سامنا کرتا ہے۔ اگر وہ کچھ بھی عقل سے کام لے۔ تو اُسے اس کے دروازے پر جانا چاہیئے۔ جہاں کوئی روکنے والا نہیں۔ جہاں دل دکھانے والی باتوں کا نام بھی نہیں۔ جو سارے سنسار کا سوامی اور بنتیہ سُکھ کے دینے والا ہے۔ وہ کیا اس کی خواہش پوری نہ کرے گا؟ ضرور پوری کریگا۔ جو بنا جڑنے امر بیل کو بڑھاتا ہے۔ اسے چھوڑ کر نیچ امیروں کے دروازوں پر ٹھوکر کھانا مورکھتا نہیں تو اور کیا ہے؟

ایشور کی شرن میں جانیسے کسی بات کی کمی نہیں رہتی

ایک راجہ بڑا آلسی اور وشئی تھا۔ وہ راج کاج کی ذرا بھی پرواہ نہ کرتا تھا۔ سارا بوجھ وزیر کے سر پر تھا۔ وزیر اگر کسی ضروری کام کی آگیا لینے کو آتا۔ تو راجہ اُسے گھنٹوں دروازے پر بٹھائے رکھتا۔ مگر اندر نہ بلاتا۔ اس سے وزیر کو نفرت ہو گئی۔ اس نے گھر آکر اپنے بیٹوں سے کہا۔ کہ چار گھنٹوں میں جتنا دھن اور سامان لے جا

سکتے ہو۔ دوسرے راجہ کے راج میں لے جاؤ۔ میں اب اس سنسار کو تیاگ کر پرماتما سے لو لگاؤں گا۔ جو کے جتنا دھن لے جا سکے۔ لے گئے۔ باقی دھن وزیر نے دوسروں کو لٹا دیا۔ اور آپ کسی اور راجہ کے راج میں جھونپڑی بنا کر تپ کرنے لگا۔

دو تین دن بعد جب اس دشمن راجہ کے راجیہ میں گڑبڑ پھیلی۔ اسے اپنے پردھان منتری کی یاد آئی۔ بلانے کو آدمی بھیجے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ وہ تو سنیاسی ہو گیا ہے۔ راجہ خود اس کے پاس گیا اور بولا۔ ہے منتری ور! تم اتنے بڑے راجیہ کے پردھان منتری اور کرتا دھرتا تھے۔ تم نے وہ سب سکھ ایشور یہ چھوڑ کیوں دیا اور اس طرح بن میں ڈیرہ کیوں لگا لیا؟ تمہیں اس سے کیا ملا؟

منتری نے جواب دیا۔ مہاراج! ایشور کی شرن میں آنے سے اتنا تو دو چار دن میں ہی مل گیا۔ کہ گھنٹوں آپ کے دوار پر آپ کے انتظار میں پاؤں پیٹا کرتا تھا۔ مگر آپ درشن تک نہ دیتے تھے۔ مگر آج شری مان پریوار سمیت میری کٹیا پر مجھے مانیہ سمجھ کر اس گھنے جنگل میں پدھارے ہیں۔ یہ تو صرف دو تین دن کی کمائی ہے۔ آگے کی بات پھر پوچھ سکتے ہیں۔"

اس میں شک نہیں کہ جو سب کی آشا تیاگ کر ایک پرماتما کی شرن میں جاتا ہے۔ اسے کوئی ابھاو نہیں رہتا۔ مگر سچے اور درڑھ وشواس کی ضرورت ہے۔ ایشور بھی جو جس کامنا سے بھگتی کرتا ہے۔ اس کی وہ کامنا ضرور پوری ہو جاتی ہے مگر جو کوئی اُسے نشکام بھگتی سے بھجتا ہے۔ اسے خود ایشور ہی مل جاتے ہیں۔ اور جب وہ مل جاتے ہیں۔ تب کسی بات کی بھی کمی نہیں رہتی۔ ترلوکی کی سب چیزیں اس کے چرنوں میں زبردستی آنا چاہتی ہیں۔ اس لئے بدھیمانوں کو پرماتما کو چھوڑ کر اور کسی کے آگے دست سوال دراز نہ کرنا چاہیئے۔ انسان کے پاس ہے ہی کیا؟ کوئی چھوٹا بھکاری ہے کوئی بڑا۔ جسے کسی بھی چیز کی چاہ نہیں۔ وہی سچا دھنی ہے

ایسا دھنی کروڑوں میں ایک بھی نہیں۔ تب بھکاری کو بھکاری سے مانگنا کیا جایز ہے؟ دانشمندی ہے؟

ایشور ہی کامنا پوری کرتا ہے

ایک راجہ نے کسی راجہ کا راج چھین لیا۔ وہ راجہ تپ کرنے لگا۔ کچھ دن بعد اس کی تعریف سن کر وہ راجہ اس تپسوی راجہ کے پاس گیا۔ اور بولا۔

آپ اپنا راجیہ واپس لیجئے۔ اس کے سوا آپ اور جو مانگیں۔ سو آپ کو دوں گا۔

تپسوی راجہ بولا۔ راجن! آپ کو دھنباد ہے۔ لیکن اگر آپ بے موت کی زندگی۔ سدا رہنے والا دھن اور بڑھاپے سے رہت جوانی۔ اور بنا دُکھ کے سکھ (آنند) دے سکیں۔ تو دیجئے۔ میں لینے کو تیار ہوں

راجہ نے کہا یہ سب چیزیں تو میرے پاس نہیں ہیں۔ یہ تو ایشور سے ہی مل سکتی ہیں۔

یہ جواب سن کر تپسوی راجہ نے کہا۔ اسی وجہ سے تو میں سب کچھ چھوڑ کر ایشور کی شرن میں آیا ہوں۔ کہ میری کامنا پوری ہو۔ کیونکہ انسانوں سے یہ کام نہیں ہو سکتا۔"

بہت سے اگیانی لوگ جنہیں ایشور پر وشواس نہیں۔ من میں سمجھتے ہیں کہ ایشور ہمیں کھانے کو دینے تھوڑے ہی آوے گا۔ یہ اُن کی غلطی ہے۔ ایشور تو اُن کو بھی کھانا پہنچاتا ہے۔ جو اُسے کبھی یاد بھی نہیں کرتے۔ پھر جو اُسے یاد کرتے ہیں۔ اُنہیں وہ کیوں کھانا نہ پہنچا دے گا؟ ضرور پہنچا دے گا۔ بشرطیکہ اس میں درڑھ وشواس ہو اپنے بھگتوں کے لئے ایشور ہر دم تیار رہتا ہے۔ اسی واسطے تو کہا ہے۔ کہ

بھگت کے بس میں ہیں بھگوان

نائی بھگت کیلئے بھگوان نائی بنے

ایک نائی راجہ دریودھن کے پاؤں دابا کرتا تھا۔ ایک دن اس کے چلنے کے وقت دو مہاتما اُس کے دروازے پر مل گئے۔ وہ انہیں ایشور بھگت سمجھ کر ان کی سیوا میں لگ گیا۔ اور راجہ کے ہاں جانے کی بات بھول گیا۔ وقت پر راجہ نے نائی کو یاد کیا۔ بھگوان نائی کا رُوپ دھر کر دریودھن کے پاس پہنچے۔ اور اس کے چرن دبانے لگے۔ آخر اپنے بھگت کی نوکری پوری کر کے وہ وہاں سے چلے گئے۔ اتنے میں نائی ڈرتا اور کانپتا ہوا پہنچا اور راجہ سے کھشما پرارتھنا کرنے لگا۔

دریودھن نے کہا۔ ارے! پاگل ہو گیا ہے کیا؟ ابھی ابھی تو تُو میرے چرن داب ہی رہا تھا۔

اس بات کو سن کر نائی سمجھ گیا کہ خود بھگوان ہی نے میرے لئے نائی کا کام کیا اتنی سی بھگتی اور اپاسنا کا یہ پھل! اب میں ان کو چھوڑ کر دوسرے کی خوشامد اور سیوا کیوں کروں؟ ایسا وچار کر وہ گھر چھوڑ کر بن میں چلا گیا

بھگوان کا دوسرا نام وشومبھر ہے۔ جو وشو۔ سارے سنسار کا پالن کرتا ہے۔ اسے ہی وشومبھر کہتے ہیں۔ بھگوان تریگی کے جیو ماتر کو ان کا آہار پہنچاتے ہیں۔ اس میں شک نہیں۔ اس بارے میں ایک سچا واقعہ سنئے۔

ایشور ہی سب کا پالن کرتا ہے

ایک بار مہاراج شواجی ایک بڑا محل بنوا رہے تھے۔ اس میں ہزاروں کاریگر اور مزدور لگ رہے تھے۔ انہیں دیکھ کر شواجی کے من میں اہنکار ہوا کہ میں ایسا ہوں کہ جو اتنے آدمیوں کو روز روٹی دیتا ہوں۔ اتنے میں سمرتھ سوامی رام داس جی آ گئے۔ وہ

مہاراج کے من کی بات تاڑ گئے۔ بولے راجن! سامنے جو پتھر پڑا ہے۔ اس کے دو ٹکڑے کرا دیجئے۔ راجہ کے حکم سے پتھر کے دو ٹکڑے کئے گئے۔ اس شلا کے اندر سے ایک موٹا تازہ مینڈک نکلا۔ اسے دیکھتے ہی شواجی تعجب میں ڈوب گئے۔

سوامی جی بولے۔ راجن! اس پتھر کے اندر اس مینڈک کو کھانا کون دیتا تھا؟ انسان کوئی چیز نہیں۔ اسے خود ترشنا ہے۔ اس لئے وہ دوری زنجال ہے۔ سب کی پالنا کرنے والے وہی بھگوان ہیں۔

نرسی مہتہ کی ہنڈی کا بھگتان ساہوکار کا روپ دہر کر خود بھگوان نے کیا۔ دروپدی اور درباسہ کے معاملہ میں بھگوان بن میں دوڑے۔ اور دروپدی کی لاج رکھی اور راجہ امبریش کی درباسا سے رکشا کی۔ ایسی اور بھی بہت سی مثالیں دی جا سکتی ہیں پس انسان کو ہمیشہ پرماتما سے ہی مانگنا چاہیئے۔ اس کا بھنڈار کبھی ختم نہیں ہوتا اور وہ پرم دیالو ہے۔

پتا کا سب کچھ پتر کا ہی ہوتا ہے

ایک ویش غریبی سے تنگ آ کر کاشی چلا گیا۔ اور وہاں روزگار کرنے لگا۔ کچھ مدت بعد اس کے پاس لاکھوں کا دھن ہو گیا۔ وہ ایک مندر بنوانے لگا۔ گھر سے چلتے وقت وہ ایک چھوٹا سا لڑکا چھوڑ گیا تھا۔ لڑکا جب سولہ سترہ برس کا ہو گیا۔ اس نے ماں سے باپ کا پتا پوچھا۔ ماں نے کہا۔ مجھے تو پتہ نہیں ۔

یہ سنتے ہی بیٹا اپنے باپ کی تلاش میں چل نکلا۔ ماں کو بھی اس نے اپنے ساتھ لے لیا۔ کچھ دنوں بعد بڑی بڑی تکلیفیں اٹھا کر وہ کاشی پہنچا۔ اور پیٹ پالنے کے لئے اسی مندر میں مزدوری کرنے لگا۔ سیٹھ نے اسے نیا مزدور سمجھ کر اس سے اس کا واس ستھان اور باپ کا نام پوچھا۔ اس نے سب بتا دیا۔ اور کہا ماں بھی آئی ہیں۔

سیٹھ نے اپنی استری کو پہچان بیٹے کو چھاتی سے لگا لیا۔ اور اسے سارا دھن دے دیا۔ اب وہ لڑکا ہی اپنے باپ کے دھن کا مالک بن گیا۔
اس مثال سے یہ سمجھنا چاہیئے۔ کہ اسی طرح جو پرش تکلیفیں اٹھا کر پرمیشور کی کھوج کرتا ہے پرمیشور اسے ضرور مل جاتا ہے۔ اور اپنے بیٹے کی کامنا پوری کرتا ہے۔ اہنکار کو تیاگ کر شدھ من سے پرماتما کی کھوج کرو۔ وہ دُور نہیں تمہارے اندر ہی موجود ہے۔ کھوج کرنے سے تمہیں ضرور مل جاویگا۔ بقول ؎

ہے تجسس شرط یاں ملنے کو کیا ملتا نہیں
ہے خودی جب تک کہ انساں میں خدا ملتا نہیں

شلوک ۹۸

ہے پیاری سکھی بدھی! کمہار جس طرح گیلی مٹی کے لوندے کو چاک پر چڑھا کر ڈنڈے سے چاک کو بار بار گھماتا ہے اور اس سے حسب مرضی برتن تیار کرتا ہے۔ اسی طرح سنسار کو گھڑنے والا برہما ہمارے چت کو چنتا کے چاک پر چڑھا کر۔ مصیبتوں کے ڈنڈے سے چاک کو لگاتار گھماتا ہوا ہمارا کیا بنانا چاہتا ہے۔ یہ ہماری سمجھ میں نہیں آتا (۹۸)

تشریح

انسان کے پیچھے بھگوان نے چنتا بری لگا دی ہے۔ بات یہ ہے کہ انسان کے پہلے جنم کے کرموں کی وجہ سے مصائب بھوگنی ہی پڑتی ہیں۔ مصیبتوں سے چھوٹنے کے لئے انسان رات دن فکر مند رہتا ہے۔ اور چنتا یا فکر سے انسان کا روپ رنگ وغیرہ سب نشٹ ہو کر بڑھاپا جلدی آ جاتا ہے۔ آج کل چالیس برس کی عمر میں ہی لوگ بوڑھے ہو جاتے ہیں۔ اس کا کارن چنتا ہی ہے۔ اگر چنتا نہ ہوتی۔ تو انسان کو کسی بات کا رنج یا

دکھ نہ ہوتا۔ چہاں تک ہو۔ انسان کو چنتا کو پاس نہ آنے دینا چاہیئے۔ کیونکہ

چِنتا چِتا سے بھی بُری ہے

چتا تو مرے ہوئے کو بھسم کرتی ہے۔ مگر چنتا جیتے ہوئے کو ہی جلاکر خاک کر دیتی ہے اس لیئے چنتا سے دور رہو۔ استری پتر اور دھن کی چنتا میں اپنا منش جنم نشٹ نہ کرو۔ کیونکہ یہ استری پتر وغیرہ تمہارے کوئی نہیں۔

اگر چنتا اور وچار ہی کرنا ہے تو اس بات کا کرو۔ کہ تم کون ہو۔ اور کہاں سے آئے ہو؟ کیوں آئے ہو؟ وغیرہ وغیرہ۔ ان باتوں کا وچار کر کے اپنے سوروپ کو پہچاننے کی کوشش کرو۔ تبھی تمہیں شانتی ملیگی۔ یقیناً ہی سچی شانتی پراپت کرنے اور سب چنتاؤں سے چھوٹنے کے لیئے بھگوان کا آشرہ لینا چاہیئے۔ مصیبت روپی سمندر میں ڈوبتے ہوئے کے لیئے بھگوان کا نام ہی سچا سہارا ہے۔

شلوک ۹۹

اگرچہ مجھے وشنو شو اور سرب آتم (سرب ویاپک) وشنو میں کوئی بھید (فرق) دکھائی نہیں دیتا۔ تو بھی میرا من انہیں کی طرف جھکتا ہے جن کے مستک میں نوجوان چندرما براجمان ہیں۔ ارتھات میں شوجی کو ہی چاہتا ہوں۔ ۹۹

تشریح

وشنو اور شو میں کوئی بھید نہیں ہے۔ ایک ہی برہم کے الگ الگ نام ہیں۔ وہی کرشن ہیں۔ وہی رام ہیں۔ وہی شو ہیں وہی وشنو ہیں۔ پھر بھی جس نام اور روپ کا آشرہ لے لیا جائے۔ اسی کا بھروسہ کرنا ٹھیک ہے۔

شلوک ۱۰۰

ہے کامدیو! تو دھنش کی ٹنکار سُنانے کے لئے کیوں بار بار ہاتھ اُٹھاتا ہے۔ ہے کوئل! تو میٹھی میٹھی سہاونی آواز میں کیوں کُوہُو! کُوہُو! کرتی ہے۔ اے مورکھ استری! تو اپنے منہ موہک (منوہر) مدھر کٹاکش مجھ پر کیوں چلاتی ہے؟ اب تم میرا کچھ نہیں کر سکتے۔ کیونکہ اب میرے چت نے شوجی کے چرن چوم کر امرت پی لیا ہے۔ ۱۰۰

تشریح

مطلب یہ ہے۔ کہ جب تک انسان کا من برہم آنند کا مزا نہیں جانتا۔ جب تک وہ پرماتما کے چرنوں میں دھیان لگا کر چرن امرت نہیں پیتا۔ تبھی تک کامدیو کا زور چلتا ہے تبھی تک کوئل کی شیریں آواز چت کو فریفتہ کرتی ہے۔ تبھی تک استری کے کٹاکش بان اس پر اثر کرتے ہیں۔ کام کے بھسم کرنے والے شو کے پریمی ہونے پر یہ سب کچھ نہیں کر سکتے۔ بھگوان شو اور کام دیو میں ویر ہے۔ اس لئے شوجی کے بھگتوں پر کام دیو اپنے استر نہیں چلا سکتا۔

شلوک ۱۰۱

وُہی یوگی شنکھی ہے۔ جو ایک دم سے (بالکل) پھٹی پُرانی سینکڑوں چیتھڑوں سے بنی کوپین پہنتا ہے۔ اور ویسی ہی گدڑی اوڑھتا ہے۔ جس کے پاس چھتا نہیں پھٹکتی۔ جو نٹ کہے سے ملا ہوا بھکشا کا انّ کھاتا ہے۔ جو شمشان بھومی یا بن میں سو رہتا ہے۔ جو دوست اور دشمن کو یکساں سمجھتا ہے۔ جو سُونی (تنہا) جھونپڑی میں دھیان کرتا ہے۔ اور جس کے نِدر مستی (اور پرماد (تکبر)

پورے طور سے نشٹ ہو گئے ہیں۔ ۱۰۱

تشریح

مطلب یہ کہ سنسار کے ساز و سامان میں سکھ نہیں۔ سکھ تو چت کی شانتی سے ملتا ہے۔ اور وہ چت کی شانتی ویراگ سے پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے سچے یوگی ویراگ ہی کو اپنا پرم متر سمجھتے ہیں۔ مگر یہ ویراگ سچے من سے ہونا چاہیئے۔ ڈھونگ کرنے سے کچھ لابھ نہیں۔ آجکل ایسے بناوٹی مہاتما بہت دیکھنے میں آتے ہیں کہ جو جٹا جوٹ بڑھا لیتے ہیں۔ خاک رما لیتے ہیں۔ آنکھیں لال کر لیتے ہیں۔ گنگا میں پہر وں کھڑے رہتے ہیں شولوں کی سیج پر سوتے ہیں۔ مگر ان کی آشا اور ترشنا نہیں جاتی۔ اس لئے ایسے سادھو پرشوں کا جیون نشٹ جاتا ہے۔ ایسے لوگوں کے بارے میں مہاتما کبیر کہتے ہیں

رتر بندھن بندھار ہے۔ بندھیا تر بندھ ہوئے
کرم کرے کرتا نہیں داس کہاوے سوئے

پس سب سے اچھا اور سدھ پرش وہی ہے۔ جو ظاہرا تو کرم کرتا ہی ہے۔ مگر اندر سے من اور اندریوں کو وشے واسناؤں سے روکتا ہے۔ ارتھات شریر جوگی ہونا اچھا نہیں بلکہ من یوگی ہونا ہی اچھا ہے۔ من کے یوگی ہونے سے ہی ایشور ملتا ہے۔ استاد ذوق نے کہا ہے۔ کہ سے

سراپا پاک ہیں دھوئے جنہوں نے ہاتھ دنیا سے
نہیں حاجت کہ وہ پانی بہائیں سر سے پاؤں تک

جب من واسنا رہت ہو جاتا ہے۔ تب وہ سوکھی دیا سلائی کی مانند ہو جاتا ہے۔ خشک دیا سلائی جس طرح جھٹ جل اٹھتی ہے اسی طرح واسنا رہت من پر پرماتما کا رنگ بہت جلدی چڑھ جاتا ہے۔ اس لئے من کو واسنا سے رہت کرنا چاہیئے۔ اس کے بعد پرماتما کی نشکام بھگتی کرنے سے بھگوان جلدی مل جاتے ہیں۔

ہری اوم تت ست

ॐ

یوگی راج بھرتری ہری جی مہاراج کا

ویراگ شتک

جلد سوم

اردو ترجمہ معہ تشریح

از

شریمان پرمارتھی ایڈیٹر رسالہ مارتنڈ سکھ ساگر وبہار لاہور

اگر آپ سکھ اور شانتی کے متلاشی

ہیں اور چاہتے ہیں کہ آپ کے تمام دکھ اور شوک مٹ جاویں۔ تب آپ شریمان پرمارتھی جی کی تیار کردہ اوم کی مہما اور جپ کی وِ ددھی اور (۲) گایتری کی مہما اور جپ کی ودھی یہ دو کتابیں سات آنے کے ٹکٹ بھیجکر منگوالیں ان کتابوں کے پاٹھ ماتر سے ہی آپ کے چت کو شانتی ملے گی اور ودھی انوسار جپ سے تو بہت ہی لابھ ہو سکتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی اگر ویراگ شتک قیمتی ۸ منگوالیں تو بہت لابھ ہوگا۔

ملنے کا پتہ:۔ مینیجر مارتنڈ پستکالیہ لاہور

[illegible] پریس [illegible] اخبار سٹریٹ لاہور میں باہتمام لالہ رام لال، ورما پرمارتھی پبلشر نے [illegible] اور

مارتنڈ و سکھ ساگر کے خاص نمبر

مارتنڈ کا بھاگوت نمبر
اس میں شریمد بھاگوت کی بھگتی۔ گیان اور ویراگیہ کی کتھائیں۔ یہ کتھائیں اتنی دلچسپ اور شانتی دایک ہیں۔ کہ پڑھ کر آپ کا چت پرسن ہوگا۔ یہ وہ پوتر کتھائیں ہیں۔ کہ جنکو سنکر راجہ پریکشت نے سات دن میں مکتی پراپت کی تھی۔ حجم ۱۱۲ صفحات قیمت ۸/

مارتنڈ کا کرشن نمبر
بھگوان کرشن کے متعلق بہت ہی پریتی بھرے اپدیش پڑھتے ہی آپ عش عش کر اٹھینگے حجم ۱۲۸ صفحات ۶/

مارتنڈ کا طبی نمبر
سر سے لیکر پاؤں تک کی تمام امراض کے پانصد مجربہ نسخہ جات۔ ہر ایک گرہستی کے لئے مفید ہے قیمت ۶/

مارتنڈ کا ہولی نمبر
اس میں دل بہلاوے کے لئے کئی سو ہنسانے والے لطیفے اور چٹکلے درج ہیں عجیب چیز ہے قیمت ۸/

روحانی نمبر ۴/ کتھا نمبر ۳/ اوتم وچار نمبر ۳/ آتم کلیان نمبر ۳/ شردھا بھگتی پرکاش نمبر ۳/ پیسے کی مایا نمبر ۳/

سکھ ساگر کا یوگ نمبر یوگی راج اربندو گھوش کی یوگ کے بارے میں منو تصنیف ۴/
〃 〃 کرشن نمبر بھگوان کرشن جی کے متعلق بہت ہی پوتر مضامین ۳/
〃 〃 آنکھ نمبر آنکھ کی تمام بیماریوں کے نسخہ جات اور سرمے وغیرہ قیمت ۳/
〃 〃 پوتر جیون نمبر زندگی کو پاکیزہ بنانے کے اصول ۳/
〃 〃 جیون مکتی نمبر جیون مکتی پراپت کرنے کے سادھن ۳/　اپنشدوں کے اسرار نمبر ۴/

مینجر مارتنڈ پستکالیہ لاہور

ੴ

مہاراجہ بھرتری ہری جی کرت

ویراگ شتک حصہ سوم

شلوک ۱۰۲

بہت طرح کے وشئے بھوگ ناشوان اور سنسار بندھن کے کارن ہیں اس بات کو جان کر بھی اے لوگو! تم ان کے چکر میں کیوں پڑتے ہو؟ آخر اس جھنجھٹ سے کیا فائدہ ہوگا؟ اگر آپ کو ہماری بات کا یقین ہو. تو آپ سینکڑوں طرح کے آشا جال کے ٹوٹنے سے شدھ ہوئے اپنے چت کو سدا کام کے ناش کرنیوالے سوئم پرکاش شری شوجی کے چرنوں میں لگاؤ دیا اپنی خواہشات کو بیخ و بن سے اکھاڑنے کے لئے اپنے نج سوروپ میں مگن ہو جاؤ) ۱۰۲

تشریح

میرے پیارے بھائیو آپ آج جن وشئے بھوگوں کو بھوگ کر چھوڑ رہے ہیں سماتے. وہ وشئے سکھ سدا آپ کے ساتھ نہ رہینگے. وہ آنج ہیں تو کل نہیں.

رہینگے۔ وہ بجلی کی چمک کی طرح چنچل ہیں۔ ابھی بجلی چمکی اور پھر غائب۔ آپ
ایسے فانی اور ناپائدار سکھوں پر مست ہو کر ہوش کرو۔ آپ کا یہ جسم فانی ہے
آپ کا جودم آتا ہے۔ اسے ہی غنیمت سمجھ کر اسے سپھل کیجیے۔ کیونکہ یہ زندگی تو
ہوا کے جھونکوں سے تتر بتر ہونیوالے بادلوں کی طرح ہے۔ ابھی گھٹا چھا
رہی تھی۔ دیکھتے دیکھتے ہوا نہیں کہاں کا کہاں اڑا کر لیگئی۔ آسمان صاف ہو گیا
یہ سارا سنسار سنسار کے سکھ بھوگ اور استری بیٹے دھن وغیرہ سبھی خواب
کی سی مایا ہیں۔

یہ دنیا مسافرخانہ ہے

روز بہت سے آدمی مسافرخانہ سرائے یا دھرم سالہ میں آتے اور جاتے
ہیں۔ سب ان میں کوئی نہیں رہتا۔ وہ جس طرح ایک یا دو دن رہ کر چلے جاتے
ہیں۔ اسی طرح آپ کو بھی اس دنیا کی سرائے میں چند روزہ قیام کر کے آگے جانا
ہوگا۔ یہ سارے سامان یہاں کے یہاں ہی پڑے رہینگے۔ یہ سب ویسے ہی
رہینگے۔ مگر آپ نہ رہینگے۔ بقول

دنیا کے جو مزے ہیں ہرگز یہ کم نہ ہونگے
سامان یہیں رہینگے افسوس ہم نہ ہونگے

اسلئے آپ ہوشیار رہیئے۔ آپ آج جس جوانی پر اتنے اتراتے اور اتنے
بناؤ سنگار کرتے ہیں۔ یہ بھی چند روزہ ہیں۔ یہ بھی چار دن کی چاندنی ہے اس
کے بعد اندھیری رات یقیناً آوے گی۔ مطلب یہ کہ اس جوانی دیوانی کے بعد
بڑھاپا یا سیاپا بھی ضرور آویگا۔ تب آپ کی یہ اکڑ یہ اچھل کود۔ یہ بانکپن اور
یہ مونچھیں مروڑنا سب ہوا ہو جاویگا۔ آپ لاٹھی ٹیک کر چلنے لگینگے۔ آپ

کا حسن ملیچ ہوا ہو جاویگا جو لوگ آپ کو حسین سمجھ کر آپ سے محبت کرتے ہیں وہ بھی کل آپ کو دیکھ کر ناک بھون سکیڑ ینگے۔ پھر بھلا آپ ایسی فانی نکمی چیز (کایا) پر کیوں اتنا اتراتے ہیں؟ آپ اہنکار کو چھوڑ دیجئے اور اپنے آپ کو اس کھلاڑی کا ایک مٹی کا پتلا بنا دیجئے ارتھات اپنے خالق (بنا نیوالے) سے ہی اپنا دل لگا بیٹھئے۔ اسی میں آپ کا کلیان ہے۔ یہ جگت کچھ بھی نہیں ہے محض نگاہ کا دھوکہ ہے۔ یہ سراب یا خواب کی سی مایا ہے۔ اس پر گیانی نہیں بھولتے۔

ایک راجہ پھولوں کی سیج پر سویا۔ جب تک جاگتا رہا۔ تب تک بہت سکھ مانتا رہا۔ مگر جب نیند آئی۔ تب خواب میں دیکھا کہ نرک کنڈ میں پڑا ہے اور وہاں کئی طرح کے ناقابل برداشت دکھ بھوگ رہا ہے اور اس سے نکل نہیں سکتا۔ جب جاگا تو کہنے لگا کیا یہ سب خواب تھا۔ یہ رحالت بیداری) بھی جھوٹ ہے اور وہ رحالت خواب) بھی جھوٹ ہے۔ یہ اور وہ دونو ہی جھوٹ ہیں۔ کیونکہ دونو کو بقا نہیں ہے ایسا سمجھ کر گیانی پرش سب سنسار کو ہی بھرم مانتے ہیں ؛

شلوک ۱۰۳

وہ مبارک ہیں جو پہاڑوں کی گپھاؤں میں رہتے ہیں اور پرمہ کی جیوتی کا دھیان کرتے ہیں۔ جن کے آنند کے آنسوؤں کو اُن کی گود میں بیٹھے ہوئے پرندے بیخوفی سے پیتے ہیں۔ ہماری زندگی تو منو رتھو کے محل کی باولی کے کنارے کے کھیل گاہ میں کھیل کرتے ہوئے ہی عبث گذرتی ہے (۱۰۳)

تشریح

مطلب یہ کہ انہیں مہاتماؤں کا جیون سپھل ہے کہ جو پہاڑوں کی گپھاؤں میں بیٹھے ہوئے پرماتما کی جیوتی کا دھیان کرتے رہتے ہیں اور اس دھیان میں اتنے مگن ہو جاتے ہیں۔ کہ انہیں اپنے تن و بدن کی بھی سُدھ نہیں رہتی۔ ان کو اندر ہی اندر اس برہم کے دھیان سے جو آنند کا بودھ ہوتا ہے۔ اس سے ان کی آنکھوں سے آنند کے آنسو بہنے لگتے ہیں۔ پرندے ان کی گود میں نڈر ہو کر بیٹھے ہوئے ان آنسوؤں کو پیتے ہیں۔ مگر انہیں کچھ خبر نہیں۔ کہ پرندے گود میں بیٹھے ہیں۔ کیا کر رہے ہیں۔ وہ تو برہم آنند میں مگن رہتے ہیں۔ یہی آنند پرم آنند ہے اس سے پرے اور آنند نہیں جنکو یہ سچا آنند ملتا ہے۔ وہی سچے بھاگیہ وان ہیں ایک وہ ہیں اور ایک ہم بدقسمت ہیں۔ کہ رات دن منصوبوں کے محل بنایا کرتے ہیں۔ رات دن خیالی پلاؤ پکایا کرتے ہیں۔ مگر ان شیخ چلی کے خیالی محلوں سے ہمیں کوئی لابھ نہیں ہوتا۔ بلکہ ان خیالی پلاؤں کے پکانے میں ہماری یہ بہا زندگی عبث نشٹ ہو جاتی ہے۔ جو لوگ انسانی قالب پاکر پرماتما کا بھجن نہیں کرتے۔ پرماتما کے درشنوں کے لئے کوشش نہیں کرتے ان کی زندگی عبث ہی ہے اس خیال کو مدنظر رکھ کر استاد ذوق نے کہا ہے ؎

دل وہ کیا جس کو نہیں تیری تمنائے وصال
چشم وہ کیا۔ جسکو تیرے دید کی حسرت نہیں

بھائیو! جو گذر گئی سو گذر گئی۔ اب تو ہوش کرو اور پربھو سے دل لگاؤ آجکل مت کرو۔ ورنہ پچھتاؤ گے۔ انت سمے پچھتانے سے کیا فائدہ ہوگا؟ جو لوگ خیالی پلاؤ ہی پکانے رہتے ہیں۔ کرتے دھرتے کچھ نہیں۔ کال اچانک آگرایک

دن اُن کی چوٹی پکڑ لیتا ہے۔ سچ ہے ندی کی جو دھارا آگے چلی گئی۔ وہ لوٹ
کر نہیں آوے گی۔ جو دن چلے گئے ہیں۔ وہ پھر واپس نہیں آوینگے۔ جو دن
آج ہے وہی کل ہے۔ کل کوئی نئی بات نہیں ہو جاوے گی۔ اسلئے

جو کل کرنا ہے اُسے آج ہی کر لو

کیونکہ اگر پل بھر میں آپ چل بسے۔ تو پھر کب کروگے۔ اسلئے بچپن سے
ہی رام نام رٹنا اچھا ہے۔ جو لوگ بچپن سے ہی تیرنا سیکھ لیتے ہیں۔ وہ دھوکے
سے نہیں ڈوبتے۔ جو لوگ یہی وچار کیا کرتے ہیں۔ کہ فلاں کام ہو جائیگا
تو اسکے بعد ہم سب گرہستی کے جھگڑے چھوڑ بھگوان کا بھجن کرینگے
وہ اپنی خیالات میں رہتے ہیں کہ اتنے میں ان کی عمر پوری ہو جاتی ہے اور
کال ان کی چوٹی پکڑ کر لے جاتا ہے۔ اسوقت وہ بہت پچھتاتے اور سر
دُھنتے ہیں۔ لیکن اسوقت ہو کیا سکتا ہے۔ اسوقت ان کی حالت اس
بھنورے کی سی ہوتی ہے۔ جو کمل کے منہ میں بند ہو کر کہتا ہے۔
"بڑے بڑے سال کے درختوں کو چھید ڈالنے کی طاقت رکھنے والا
بھنورا پریم کے مارے کومل کمل میں بند ہو جاتا ہے۔ رات ہو جاتی ہے اور بھنورا
کمل کے اندر بیٹھا ہوا وچار کرتا ہے۔ اب رات گذر جاوے گی۔ صبح ہوگی۔
سورج طلوع ہوگا اور یہ کمل کھل جاویگا۔ تب میں نکل جاؤنگا۔ اب رات بھر
یہیں آنند کروں۔"
بھنورا اس طرح سوچتا ہی رہتا ہے کہ جنگلی ہاتھی کمل کو اکھاڑ کر منہ میں
رکھ لیتا ہے اور بھنوروں کے من کی بات من میں ہی رہ جاتی ہے۔
یہی حالت سنسار کے وشے بھوگوں میں پھنسے ہوئے لوگوں کی ہے۔ وہ

وچار باندھا ہی کرتے ہیں اور کال انہیں منہ میں دھر لیتا ہے۔ اسلئے اگر ہو
سکے۔ تو بچپن سے ہی ایشور بھجن کرو۔ بچپن میں اگر نہ کر سکو۔ نوجوانی میں
تو ضرور کرو۔ جوانی بھی ایشور بھجن کے لئے اچھا وقت ہے۔ جوانی میں
ایشور بھگتی کرنے والا یقیناً مکتی یا سورگ کا ادھکاری ہوتا ہے۔ جیسا
کہ کہا ہے۔ غریبی میں کیا ہوا دان۔ طاقت رکھتے ہوئے کشما۔ جوانی میں
کیا ہوا تپ۔ ودوان ہو کر چپ رہنا۔ وشئے بھوگ کی طاقت رکھتے
ہوئے بھی خواہشات کو روک لینا اور سب پرانیوں پر دیا کرنا۔ یہ سب
سورگ پراپت کراتے ہیں۔

ایشور بھجن میں غفلت نہ کرو

ایک امیر آدمی ہمیشہ گھر کے دھندوں میں لگا رہتا تھا۔ اسکی استری اس
سے بہت کہتی۔ کہ ہے سوامی! یہ شریر وشئے بھوگ کے لئے نہیں بلکہ
پرماتما کی بھگتی کے لئے ملا ہے۔ اسے پارس منی سمجھ کر اس سے موکش
روپی سونا بنا لینا چاہئے۔ ایسا نہ ہو کہ آپ سونا نہ بناویں اور یہ پارس پتھر
پہلے ہی آپ سے چھن جاوے۔ اس جسم کا بار بار ملنا کٹھن ہے۔ ۸۴ لاکھ
جونیاں بھوگنے کے بعد یہ منش کا چولا ملتا ہے۔ اس بار اگر اس سے کام نہ کیا
تو پھر چوراسی لاکھ جونیوں میں جنم مرن ہونے پر یہ منش چولا ملیگا۔ اسلئے
دو چار گھڑی تو سب طرف سے من ہٹا کر پرماتما کی یاد کیا کرو۔ استری اس سے
بار بار کہتی۔ مگر سیٹھ اسکی بات کو ٹال دیتا۔

ایک دن سیٹھ بیمار ہو گیا۔ اس نے سیٹھانی سے وید کو بلانے کے لئے
کہا۔ سیٹھانی نے وید کو بلایا۔ وید نے نبض دیکھ کر۔ بیمار کا حال پوچھ کر دوا

کا نسخہ لکھ دیا اور ترکیب استعمال و پرہیز بتلا کر چلا گیا۔ سیٹھانی نے پنساری کے ہاں سے دوا منگا طاق میں رکھ دی۔ شام کے وقت سیٹھ نے کہا۔ کیا دوا نہیں منگائی ہے؟

سیٹھانی نے کہا۔ جی۔ دوا تو منگالی ہے مگر اس طاق میں رکھ دی ہے۔

سیٹھ نے کہا۔ اب تک دی کیوں نہیں؟

سیٹھانی نے کہا۔ جلدی کیا ہے۔ آج نہیں تو کل۔ کل نہیں تو پرسوں دے دوں گی۔ کبھی نہ کبھی دے ہی دونگی۔

سیٹھ نے کہا۔ اگر میں مر گیا۔ تو دوا پھر کس کام آوے گی؟

سیٹھانی نے کہا۔ موت کو تو آپ مانتے نہیں۔ میں جب جب بھگوت بھجن کرنے کو کہتی۔ تب تب آپ کہہ دیتے کہ اتنی کیا جلدی ہے؟ اگر آپ کو موت یاد ہوتی۔ تو ایسا نہ کہتے۔ آج دوا کے لئے آپ کو موت یاد آ گئی ہے۔ جسطرح دوائی کی دفعیۂ مرض کے لئے ضرورت ہے۔ اسی طرح بھجن پوجن کی جنم مرن کا پھندا کاٹنے کے لئے ضرورت ہے ایسا نہ ہو کہ پشو جونی مل جائے اور سارا گڑ گوبر ہو جائے۔"

آج استری کے اپدیش نے اثر کیا۔ سیٹھ کو ویراگیہ ہو گیا۔ سیٹھانی نے اُسے دوا پلادی اور وہ اچھا بھی ہو گیا۔ اسی دن سے اس نے ایشور بھجن میں من لگایا اور اپنی آئندہ زندگی میں موت اور ایشور کو کبھی نہ بھولا۔

موت کو ہر وقت یاد رکھو

ایک بادشاہ نے اپنے دربار اور شاہی محل میں قبریں بنوا رکھی تھیں۔ وہ چاہتا

تھا۔ کہ میں ہر دم فکر دل کہ ... ہر گز موت کو نہ بھولوں۔ موت کی یاد رہنے
سے میں گناہوں سے بچا رہونگا اور ایشور کو نہ بھولونگا۔ ہمارے
ہاں تھے اکثر بہت سے سدھو پرش شمشان بھومی میں ہی ڈیرہ رکھتے
ہیں۔ خلاصہ یہ کہ انسان کو اپنی موت کو یاد رکھنا چاہیئے۔ تاکہ سنسار سے
ویراگیہ ہو کر گیان ہو اور گیان سے موکش ملے۔ مہاتما کبیر کے ایک دوہے
کا ارتھ یہ ہے۔ کہ

"اے کبیر! جو دن آج ہے وہ کل نہیں ہوگا۔ مطلب یہ کہ آج کا سا سنہری
موقعہ پھر کل نہ ملیگا۔ اسلئے خواب غفلت سے بیدار ہو۔ موت تیری
گھات میں کھڑی ہے۔ جو ہے پر بلی کیطرح جھپٹا مارنا چاہتی ہے"

جو لوگ دن رات گھر کے دھندوں میں لگے رہتے ہیں۔ کبھی خوش ہوتے
ہیں کبھی رنج کرتے ہیں کبھی کنیا کی بیوگی کے دکھ کو دیکھ کر جلتے ہیں۔ تو کبھی
بیٹے کی موت سے اوندھا منہ کئے پڑے رہتے ہیں۔ یا کبھی استری کی
موت سے تڑپتے ہیں۔ تو کبھی دھن جمع کرنے کے لئے دوڑتے ہیں
لیکن پرماتما کا نام کبھی نہیں لیتے۔ اگر لیتے ہیں۔ تو ہاتھ تو مالا پر رکھتے
ہیں۔ مگر من کو وشیوں میں پھنسائے رہتے ہیں۔ لوگوں سے باتیں
بھی کرتے جاتے ہیں اور ادھر ادھر مالا بھی پھیرتے جاتے ہیں۔ ایسیوں کے
پاس ایک دن بھی بھلے پرش کو نہ رہنا چاہیئے۔

ہری بھگتی سے رہت پرش کو بدھیمان لوگ اسلئے تیاگ دیتے
ہیں۔ کہ ان کی محبت میں ان کا من بھی کہیں ویسا نہ ہو جاوے۔ انسان
جیسی سنگت میں رہتا ہے۔ ویسا ہی ہو جاتا ہے۔ جو وشئی پرشوں کی
سنگت کرتا ہے۔ وہ وشئی ہو جاتا ہے۔ مگر جو گیانیوں اور ویراگیوں کی

سنگت کرتا ہے۔ وہ گیانی اور ویراگی ہو جاتا ہے۔ مہاپرشوں کی ایک شبھ درشٹی سے انسان نہال ہو جاتا ہے۔ اور تمام سنسار بندھن سے چھوٹ جاتا ہے۔ ہم آگے دونو طرح کی مثالیں دیتے ہیں۔

ایک راجہ اور مہاتما

کسی جنگل میں ایک مہاتما رہتے تھے وہ درخت کے پتے اور ہوا کھا کر زندگی بسر کرتے تھے۔ ان کی شہرت سارے دیش میں پھیل گئی۔ اس دیش کے راجہ نے بھی ان سے ملنا چاہا۔ وزیر نے یہ خبر مہاتما کو دی تب مہاتما اس جنگل کو چھوڑ کر بھاگنے کو تیار ہوئے لیکن وزیر کے بہت سمجھانے سے وہ وہاں پر رہ گئے اور راجہ کو درشن دینے پر بھی راضی ہو گئے۔

ایک دن راجہ اپنے امیروں وزیروں سمیت مہاتما کے درشنوں کو گیا۔ مہاتما کے درشن کر کے وہ بہت ہی خوش ہوا اور ان سے شہر میں چل کر باغ میں تپ کرنے کی پرارتھنا کی۔ مہاتما بہت زور دینے پر اس بات پر راضی ہو گئے۔ راجہ نے اپنے باغ میں اس کے لئے ایک انت کمرہ خوب سجوا دیا مخملی گدے تکئے۔ کوچ۔ پلنگ اور کرسیاں رکھوا دیں۔ اور چودہ چودہ برس کی مموہنی استریاں مہاتما جی کی سیوا کے لئے مقرر کر دیں۔ مہاتما جی بھی وہاں خوب آنند سے دن گذارنے اور سندر استریوں کے ساتھ رمن کرنے لگے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چند روز میں ہی وہ وشیوں کے غلام بن گئے۔ ایک دن راجہ پھر ان سے ملنے گیا۔ اس نے دیکھا کہ مہاتما جی کا رنگ روپ گلاب کے پھول جیسا ہو گیا ہے۔ وہ مسند کے سہارے لیٹے ہوئے ہیں اور چند ربدنی استریاں ان پر مورچھل کر رہی ہیں۔ یہ تماشہ دیکھ

راجہ کو بڑا دکھ ہوا۔ اس نے اپنے منتری سے یہ حال کہا۔ منتری نے کہا۔ مہاراج! نورتی مارگ والوں کو پرورتی مارگ والوں کی سنگت بھول کر بھی نہ کرنی چاہیئے۔ جیسا کہ کہا ہے کہ

"کامی پُرشوں اور استریوں کی سنگت سے پُرش کامی کرودھی اور موہی ہو جاتا ہے۔ کام کرودھ وغیرہ کے سمبندھ ہوسے من بھی اشُدھ ہو جاتا ہے اور اشُدھ من میں اپدیش کیا ہوا برہم گیان بھی نشٹ ہو جاتا ہے۔

ایک مہاتما اور ویشیا

ایک مہاتما ایک دن برسات میں بھیگتے ہوئے اور کیچڑ میں لتھڑے ہوئے ایک مکان کے چھجے کے نیچے جا کھڑے ہوئے۔ وہ مکان راجہ کی ویشیا کا تھا۔ مہاتما سردی کے مارے تھر تھر کانپ رہے تھے۔ ویشیا کی داسی نے مہاتما کو دیکھا اور اپنی مالکہ سے سب حال جا کر کہا۔ ویشیا نے کہا جاؤ مہاتما کو بلا لاؤ۔ داسی انہیں لے آئی۔ ویشیا نے انکو سنان کرا کر نیئے کپڑے پہنائے اور بھوجن کرایا۔ اس کے بعد آپ بھوجن کر کے ان کے پاس گئی اور انہیں پلنگ پر لٹا کر ان کے پاؤں دبانے لگی۔

مہاتما نے ایک نظر بھر کر ویشیا کی طرف دیکھا اور اسکے ہردے میں امرت کی دھارا بہا دی۔ وہ سو گئے اور ویشیا رات بھر ان کے چرن دباتی رہی۔ صبح کے وقت وہ سو ہی رہی اور مہاتما اٹھ کر چلے گئے۔ ویشیا نے اٹھتے ہی داسی سے کہا۔ کہ مہاتما کہاں چلے گئے؟ اس نے کہا وہ تو چلے گئے۔ ویشیا اسی وقت ننگی ہو کر گھر سے نکل گئی اور ایک درخت کے نیچے جا کر بیٹھ گئی۔ راجہ نے یہ خبر سنتے ہی اپنے آدمی اسکو لانے کے لیئے بھیجے۔

ولینیا نے کہا۔ راجہ سے کہدو۔ کہ اب میں آپ کا وہ میلا اٹھانے والی پہلے
جیسی بھنگن نہیں ہوں۔
راجہ نے یہ بات سنکر حکم دیا۔ کہ اسے کوئی نہ چھیڑے۔ اگلے دن وہ
کہیں چلی گئی۔ سچ ہے۔ مہاپرشوں کی لحہ بھر کی سنگت سے مہا پاپی
بھی نہال ہوجاتا ہے۔ بلا شبہ ست سنگ بڑی چیز ہے جیسے پرش کی
کوئی سنگتی کرتا ہے۔ ویسا ہی وہ ہوجاتا ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔

گیان بڑھے گنوان کی سنگت　|　دھیان بڑھے تپسی سنگ کینے
موہ بڑھے پریوار کی سنگت　|　لوبھ بڑھے دھن میں چت دینے
کرودھ بڑھے نر موڑھ کی سنگت　|　کام بڑھے تریہ کے سنگ کینے
بدھی وویک وچار بڑھے　|　کوی "دین" سو سجن سنگت کینے

ست سنگ کی مہما کا پار نہیں ہے۔ ست سنگ سے ہی وسیو بھیل بالمیک
رشی ہوگئے۔ اسلئے مہاپرشوں کا ست سنگ ضرور کرنا چاہیے۔ کیونکہ
ست سنگ اس بھو ساگر کو پار کرنے کے لئے جہاز کی مانند ہے بھگوان
شنکر آچاریہ نے کیسا اچھا اپدیش کیا ہے۔ اسمیں سنسار ساگر سے پار
ہونے کا سارا مصالحہ موجود ہے۔ کہتے ہیں۔
"سادھو پرشوں کی سنگت کرنی چاہیے۔ بھگوان میں سچی بھگتی کرنی
چاہیے۔ کھشما اور دم وغیرہ کا ابھیاس کرنا چاہیے۔ سنسار کا بندھن
روپ ہونے کی وجہ سے سکام کرموں کو بہت جلدی تیاگنا چاہیے۔ سچے ودوانوں
کی سیوا کرنی چاہیے۔ اور ان کی کھڑاویں اٹھانی چاہئیں۔ برہم بودھک
ایک اکھشر اوم۔ [illegible] کا جپ کرنا چاہیے۔ اور ویدوں کے سار ویدانت
کو سننا چاہیے۔"

واہ! کیا خوب کہا ہے۔ جو مہاتما کے اس بچن پر عمل کرے گا۔ اسے پرمانند کی پراپتی کیوں نہ ہوگی؟ ضرور ہوگی ÷

شلوک ۱۰۴

موت نے جسم کو لقمہ بنا رکھا ہے۔ بڑھاپے نے بجلی کی مانند چنچل جوانی کو لقمہ بنا رکھا ہے۔ دھن کے لوبھ نے سنتوش کو لقمہ بنا رکھا ہے استریوں کی ٹیڑھی چتون نے من کی شانتی کو لقمہ بنا رکھا ہے حسد سے جلنے والوں نے خوبیوں کو لقمہ بنا رکھا ہے۔ سانپ اور جنگلی جانوروں نے جنگل کو لقمہ بنا رکھا ہے۔ دشٹوں نے راجاؤں کو اپنا لقمہ بنا رکھا ہے۔ چنچلتا نے دھن دولت کو لقمہ بنا رکھا ہے۔ تب ایسی کونسی اچھی چیز ہے۔ جو کسی دوسری ناشک چیز کے چنگل میں نہیں ہے؟ ۱۰۴

تشریح

مطلب یہ کہ جسم کو موت کا ڈر ہے۔ جوانی کو بڑھاپے کا ڈر ہے۔ سنتوش کو لوبھ کا ڈر ہے۔ شانتی کو استریوں کے چتون کا ڈر ہے۔ خوبیوں کو حاسد کا ڈر ہے جنگل میں سانپوں اور درندوں کا ڈر ہے۔ راجاؤں میں دشٹ (کمینے) درباریوں کا ڈر ہے۔ دھن اور لکشمی میں ناپائداری کا ڈر ہے۔ سنسار میں ایسی کوئی چیز نہیں ہے۔ کہ جسمیں کسی کا ڈر نہ ہو۔ مطلب یہ کہ سنسار اور سنسار کی سبھی چیزیں فانی ہیں۔ ایسی کوئی چیز نہیں ہے۔ جسکو کال ناش نہیں کر دیتا یہ سب حالت دیکھ کر بھی انسان کو ہوش نہیں آتی۔ یہ بڑے تعجب کی بات ہے۔ اگیانی انسان موہ کی وجہ سے اپنا نفع نقصان نہیں دیکھتا۔ سنسار کی جھوٹی مایا میں پھنسا رہتا ہے۔

شری مد بھگوت گیتا میں کہا ہے کہ وشیوں کے تعلق سے انسان کے من میں کامنا پیدا ہوتی ہے۔ جب وہ کامنا پوری نہیں ہوتی۔ تب غصّہ پیدا ہوتا ہے۔ غصّہ سے موہ پیدا ہوتا ہے اور موہ کی حالت میں انسان کو اپنے بھلے بُرے کی تمیز نہیں رہتی۔ اس کا گیان لُنٹ ہو جاتا ہے۔ مگر زیادہ پڑھنے لکھنے کی وجہ سے وہ اپنے آپ کو برہم گیانی سمجھتا ہے جسطرح ہٹ کر کے طوطا شکاری کے پھندے میں آپ ہی پھنس جاتا ہے اور پنجرے میں قید ہو جاتا ہے۔ اور بندر چھوٹے منہ کی ہٹلیا میں روٹی کے لیئے ہاتھ ڈال کر بندر والوں کے قابو میں آ جاتا ہے۔ اسی طرح وشئے بھوگی پرش وشیوں کے لالچ میں آ کر اپنے تیئں سنسار بندھن میں پھنسا لیتا ہے۔

یہ جیو بھوک پیاس۔ روگ۔ شوک۔ غریبی۔ عزیزوں کی جدائی۔ بڑھاپا جنم مرن وغیرہ اور چوراسی لاکھ جونیوں میں دکھ ہی دکھ بھوگتا ہے۔ اسے وہاں دھار میں ذرا بھی سکھ نہیں ہے۔ مگر وہ موہ کے مارے ایسا اندھا ہو رہا ہے۔ کہ اُسے کانٹے میں لگے ہوئے چارے کے لیئے پھنسنے والی مچھلی کیطرح کچھ بھی نہیں سوجھتا جیس طرح مچھلی کو روٹی کا ٹکڑا پیارا ہے اسی طرح انسان کو وشئے بھوگ پیارا ہے۔ جسطرح مچھلی کے لیئے کانٹا ہے۔ اسی طرح انسان کے لیئے ممتا کا کانٹا ہے۔ مطلب یہ کہ انسان مچھلی کی طرح وشئے بھوگ روپی چارے کے لیئے ممتا روپی کانٹے میں پھنسکر جان دے دیتا ہے۔ مگر لطف یہ کہ دکھ کو دکھ نہیں سمجھتا۔ انسان روز لوگوں کو مرتے ہوئے دیکھتا ہے۔ روز بوڑھوں کو ناقابل برداشت تکلیفیں اٹھاتے دیکھتا ہے۔ مگر خود نہیں سمجھتا کہ میری بھی یہی حالت ہونے والی ہے۔ اُلٹا ہر سال اپنی سالگرہ مناتا ہے۔ دوستوں اور رشتہ داروں کو دعوت دے کر خوب گانا بجانا اور ناچ

رنگ کرتا ہے۔ کیسے تعجب کی بات ہے کہ جہاں رنج کرنا چاہیئے۔ وہاں نادان
آدمی خوشی مناتا ہے۔ اسے سمجھنا چاہیئے۔ کہ اس سالگرہ سے اس کی عمر
ایک سال کم ہو گئی ہے۔

پرانی جب سے جنم لیتا ہے۔ تبھی سے اسکی عمر گھٹنے لگتی ہے۔ ماں سمجھتی
ہے۔ کہ میرا لال بڑا ہوتا جاتا ہے۔ دن دن اس کے رنگ بدلتے ہیں۔ بچپن میں
کھاتا کھیلتا اور بھاگتا پھرتا ہے۔ بچپن کے گذرتے ہی جوانی آ جاتی ہے
اور جوانی کے گذرتے ہی بڑھاپا آ جاتا ہے۔ اور پھر جس طرح تیل گھٹ جانے
سے دیپک بجھ جاتا ہے۔ اسی طرح وہ بھی بجھ جاتا ہے ارتھات مر جاتا ہے۔

شلوک ۱۰۵

سینکڑوں جسمانی و دماغی بیماریاں صحت جسمانی کو تباہ کر دیتی
ہیں۔ جہاں پر دھن دولت اور مرتبہ ہے۔ وہاں مصیبت دروازہ
توڑ کر چور کی طرح چڑھائی کرتی ہے۔ جو جنم لیتا ہے۔ اسے موت بہت
جلدی زبردستی اپنے جبڑوں میں پھنسا لیتی ہے۔ تب سنگدل ودھاتا
(قسام ازل) نے سدا قائم رہنے والی کونسی چیز بنائی ہے؟ ۱۰۵

انسانی قالب کی حقیقت

انسانی قالب بیماریوں کا گھر ہے جسمانی اور دماغی بیماریاں ہمیشہ اس
کے اندر ڈیرہ لگائے رہتی ہیں اور صحت کو نشٹ کیا کرتی ہیں۔ سکھ کی تاک
میں سدا دکھ لگا رہتا ہے اور ذرا سا موقعہ پاتے ہی دروازہ توڑ کر گھس
جاتا اور سب سکھ کے سامان کو بگاڑ دیتا ہے۔ جنم لینے والوں کے سر پر موت

سدا منڈلایا کرتی ہے اور جب موقعہ پاتی ہے۔ اُسے دبوچ لیتی ہے کہ سکھ کے ساتھ دکھ۔ امیری کے ساتھ غریبی جنم کے ساتھ موت ملاپ کے ساتھ جدائی اور جوانی کے ساتھ بڑھاپا وغیرہ لگے ہی ہوئے ہیں۔ ودھاتا نے کوئی چیز سدا قائم رہنے والی نہیں بنائی۔

اس سنسار کی اس اسارتا کو دیکھ کر انسان کو اپنے تئیں اس سنسار میں مسافر کی مانند سمجھنا چاہیئے۔ جس طرح مسافر جہاں جاتا ہے اور ٹھہرتا ہے وہاں کے لوگوں سے دل نہیں لگاتا۔ اسی طرح عقلمندوں کو اس سنسار سے دل نہ لگانا چاہیئے۔

سنسار اسار ہے

ویراگی آدمی کو سمجھنا چاہیئے۔ کہ یہ سنسار بالکل متھیا اور اسار ہے اسمیں کچھ بھی تتو نہیں ہے۔ کیلے کے کھمبے اور ہن کو جوں جوں چھیلتے جایئے۔ تو اُن کے اندر سے سوائے چھلکوں کے کچھ بھی نہیں نکلتا۔ یہ جگت بھی ویسا ہی بے حقیقت ہے۔ اسمیں کچھ بھی سار نہیں ہے۔ یہ محض دھوکہ کی ٹٹی ہے گورکھ دھندا ہے۔ جو اس گورکھ دھندے میں پھنس جاتے ہیں۔ وہ بُری طرح خوار ہوتے اور پچھتاتے ہیں۔ اسلیئے بھائیو اس مایا جال سے نکلنے کی کوشش کرو۔ ہمیشہ خیال رکھو۔ کہ اس جگت کے سبھی سکھ بھوگ جھوٹے ہیں۔ جناب آغا حشر نے کیا خوب کہا ہے۔

اس جال میں سب اُلجھے دنیا ہی گورکھ دھندا ہے ڈال رکھا ہے سب نے گلے میں جو لوبھ کا پھندا ہے
یہ دُنیا ہے لُو کا لڈو۔ دیکھنے کو جی للچاتا ہے نہ کھائے تو بھی پچھتائے کھائے تو بھی پچھتائے
پھر بھی سکل جگ سنسار ہے اندھا

اس دنیا کے سکھ بھی جھوٹے اسکا پیار بھی جھوٹا۔ سا وو دھان ہوئیں بھگتی نے بڑے بڑوں کو لوٹا
سور کھو مت بن اس کا بندہ

منش جنم کس لئے ملا ہے؟

جب آپ اس دنیا میں آنے کے لئے ماتا کے پیٹ میں تھے۔ تب آپ نے پرماتما سے پرارتھنا کی تھی۔ کہ ہے ناتھ اب مجھے اس نرک کنڈ سے نکال لئے۔ میں دنیا میں جاکر موہ میں نہ پھنسکر صرف آپ کی ہی عبادت اور پرستش کرونگا اور دنیا کے دوسرے جانداروں کے ساتھ بھلا کرونگا۔ مگر یہاں آکر بچپن تو آپ نے کھیل کود میں گنوا دیا۔ جوانی استری کے ساتھ عیش و آرام میں گذار دی اب بڑھاپے میں روتے ہو؟ کیا آپ کو ایسا ہی کرنا چاہیئے تھا؟

پیارو یہ منش شریر آپ کو اسلئے ملا ہے کہ انسان اس جگت میں دوسرے جیووں کا بھلا کرے اور اپنے کرم بندھن کاٹ کر پرم پد کو پراپت کرے۔ مگر لوگ تو اس کی چمک دمک پر ایسے بھول جاتے ہیں۔ کہ انہیں اپنے آگے کے سفر کا خیال ہی نہیں رہتا۔ ایسا سمجھنے لگتے ہیں۔ گویا وہ سدا یہیں رہینگے۔ یہاں کے لئے جہاں انہیں بہت ہی تھوڑے دن رہنا ہے ہزار طرح کے سامان کرتے ہیں۔ مگر آگے کے لمبے سفر کے لئے کچھ بھی نہیں کرتے یہ چالاکی تو اچھی معلوم نہیں ہوتی۔ بقول استاد ذوق ؎

کیا یہ دُنیا جس میں کوشش نہ ہو دین کے واسطے؟
واسطے واں کے بھی کچھ یا سب یہیں کے واسطے؟

اس دُنیا کی ہر ایک چیز اور قدرت کے ہر ایک کام سے ہمیں پر اوپکار کا سبق ملتا ہے۔ سورج پر اوپکار کے لئے آسمان میں چمکتا ہے۔ چندرما پر اوپکار

کے لئے سب دکھ سہ کر جگت میں اپنی چاندنی پھیلاتا ہے۔ ستارے پراوپکار کے لئے رات بھر ٹمٹماتے ہیں۔ ندیاں پراُپکار کے لئے ہی بہتی ہیں۔ درخت پراوپکار کے لئے ہی پھلتے ہیں۔ سارا جگت سنسار انسان کو کھلے منہ سے پراوپکار کا اپدیش کر رہا ہے۔ اسلئے انسان کو بھی پراوپکار کرنا چاہیئے۔

پراوپکار کی مہما

ایک ویش نے اپنے کروڑوں روپے یگیوں میں خرچ کر ڈالے اور غریب ہوگیا۔ اس کی استری نے کہا۔ کہ تم راجہ کو اپنے دو چار یگیوں کا پھل دے کر دھن لے آؤ۔ تو بقایا زندگی سکھ سے گذرے۔ ویش راضی ہوگیا۔ سیٹھانی نے اُسے راہ میں کھانے کے لئے نو روٹیاں رکھ دیں۔ وہ جنگل میں جاکر ایک درخت کے نیچے ٹھہر گیا۔ وہاں زور سے مینہ برسنے کیوجہ سے راستہ نہ تھا۔ اس درخت کے نیچے ایک کتیا تھی۔ وہ برسات کے مارے نو دن سے خوراک کی تلاش میں کہیں نہ جا سکی تھی۔ اسلئے بھوک سے قریب المرگ ہو رہی تھی ویش نے اُسے اپنی سب روٹیاں کھلادیں اور آپ بھوکا پیاسا راجہ کے پاس پہنچا۔ اور اسے اپنی رام کہانی کہ سنائی۔

راجہ نے جیوتشی سے پوچھا اس سیٹھ کے کونسے یگیہ کا پھل اُتم ہے؟

جیوتشی نے کہا۔ مہاراج! اس نے راستے میں کتیا کو اپنی روٹیاں کھلا کر جو اپکار کیا ہے۔ اس کا پھل سب سے اُتم ہے۔ آپ اسے ہی خرید لیجئے۔

ویش اس پراوپکار کے پُن پھل کو دینے پر راضی نہ ہوا۔ تب راجہ نے اُسے کئی لاکھ مہریں دے کر رخصت کیا۔ خلاصہ یہ کہ سنسار میں پراوپکار اور دیا کے برابر کوئی یگیہ اور پُن نہیں ہے۔ اسلئے انسان کو نشکام بھاؤ سے

پراو پکار کرنا چاہئے۔ جو انسان ہو کر پراو پکار نہیں کرتا۔ اُس کا جنم عبث ہی ہے۔

اس لئے بھائیو۔ استری پُتر وغیرہ کے موہ میں اپنا بیش قیمت جیون عبث ضائع مت کرو۔ یہ آپ کے کوئی نہیں ہیں۔ یہ بہیں کے ساتھی اور بڑے خود غرض ہیں۔ یہ لوگ ہیں آپ کے کسی کام نہ آوینگے۔ وہاں تو صرف دھرم ہی آپ کا ساتھ دیگا۔ موت آپ کو لے جانے کے لئے آنا ہی چاہتی ہے اسلئے ہوش کرو آنکھیں کھولو۔ اب نہ سوؤ۔ سوانس سوانس میں ہری نام کا سمرن کرو۔ اور نشکام بھاؤ سے سب پر دیا اور پراو پکار کرو۔ کیونکہ مرنے پر یہی دونو آپ کے کام آوینگے۔

بھجن

ہے من اگیانی جیت کر۔ ہری کو سمر۔ ہری کو سمر

بیتی یہ جاتی ہے عمر۔ ہری کو سمر۔ ہری کو سمر

ناری نرک کی کھان ہے۔ جس پر جگت غلطان ہے

اس کا مزا اک آن ہے۔ ہری کو سمر۔ ہری کو سمر

سُت بندھو ماتا اور پتا۔ کنبہ قبیلا آشنا

سب سکھ کے ساتھی ہیں ترے۔ ہری کو سمر۔ ہری کو سمر

دُنیا کہو کیا مال ہے؟ مایا کا پھیلا جال ہے

اس پر تو کیا خوشحال ہے۔ ہری کو سمر۔ ہری کو سمر

کہنا مرا لے مان تو۔ ہرگز نہ کر ابھیمان تو

اک پربھو کو سچا جان تو۔ ہری کو سمر۔ ہری کو سمر

شلوک ۱۰۶

پہلی اوستھا میں پرانی ماتا کے گربھ میں پڑا رہتا ہے۔ وہاں وہ مل موتر
پیپ۔ خون وغیرہ گندی چیزوں میں پڑا ہوا بڑے بڑے دکھ بھوگتا
اور ہل بھی نہیں سکتا۔ دوسری اوستھا جوانی میں وہ اپنی پیاری
استری کی جدائی میں دکھ بھوگا کرتا ہے۔ تیسری اوستھا۔ بڑھاپے
میں وہ استریوں سے آدر نہ پانے کی وجہ سے دکھ میں پڑا رہتا ہے۔
اے لوگو! اس سنسار میں ذرا بھی سکھ ہو تو ہمیں بتاؤ۔ (۱۰۶)

تشریح

مطلب یہ کہ اس سنسار میں گربھ واس میں دکھ۔ بچپن میں دکھ۔ جوانی میں دکھ
اور بڑھاپے میں بھی دکھ ہی ہے۔ دکھوں کا ہی یہ سنسار بنا ہوا ہے
جو لوگ اس دکھ بھرے سنسار کو تیاگ کر ایشور سے لو لگا لیتے ہیں۔ وہ
ہی سچے سکھ کے مستحق ہو جاتے ہیں۔ گوسوامی تلسی داس جی فرماتے ہیں:۔
اِستری کے رج اور پُرش کے ویریہ سے تمہارے جسم کے خون۔ مانس
اور ہڈیاں بنیں۔ پھر تم ماں کے پیٹ سے باہر نکلے۔ پھر بچپن کی اوستھا میں
رہے۔ اس کے بعد جوانی آئی پھر بڑھاپا آیا۔ پھر تم مر گئے۔ اور پھر کرم پھل
بھوگنے کے لئے جنم لیا اس طرح لوک واسنا کے کارن تمہیں بار بار جنمنا اور مرنا
پڑتا ہے۔ اسمیں کیسے کیسے کشٹ اٹھانے پڑتے ہیں۔ ان باتوں کو یاد کرتے
رہو۔ اور ان دکھوں سے بچنے کے لئے ہمہ تن ہو کر پرماتما کا بھجن کرو۔ صرف
ایک وہی سچا سہائک اور رکھشک ہے۔
پرماتما کی بھگتی کرو تو ایسی کہ پرماتما کے سوائے اور کسی بات کی سُدھ بُدھ

نہ رہے۔ صرف اسی کے پریم میں غرق ہو جاؤ۔ اور اس سے پریم کے بدلے میں کچھ مانگو نہیں۔ تب دیکھو کیسا آنند آتا ہے۔ کبیر صاحب کہتے ہیں۔

سمرن کی سُدھ یوں کرو جیسے دیپ پتنگ
پران تجے چھِن ایک میں جرت نہ موڑے انگ

اسی بات کو اُستاد ذوق نے اس ڈھنگ میں کہا ہے۔

کہا پتنگ نے یہ دار شمع پر چڑھ کر
عجب مزا ہے جو مرے کسی کے سر چڑھ کر

شلوک ۱۰۷

انسانوں کی اوسط عمر سو برس کی مانی گئی ہے۔ اسمیں سے آدھی تو رات میں سونے میں گذر جاتی ہے۔ باقی میں سے ایک حصہ بچپن میں اور ایک حصہ بڑھاپے میں چلا جاتا ہے۔ باقی میں جو ایک حصہ بچتا ہے وہ بیماری۔ وِیوگ (جدائی) برائی (نوکری (خوشامد) شوک اور ہانی (نقصان) وغیرہ کئی طرح کے کلیشوں میں گذر جاتا ہے۔ اسلیئے پانی کی لہر کی مانند چنچل زندگی میں جیووں کے لیئے سکھ کہاں ہے؟ (۱۰۷)

تشریح

شاستروں میں انسان کی عمر سو سال کی مانی گئی ہے۔ اسمیں سے پچاس برس تو رات کے وقت سونے میں گذر جاتی ہے۔ باقی پچاس برس رہے۔ اس کے تین حصے کیجئے۔ پہلے ۱۷ برس بچپن کی اگیان اوستھا میں گذر جاتے ہیں دوسرے ۱۷ سال بڑھاپے کی اوستھا میں چلے جاتے ہیں اور باقی ۱۶ سال کئی طرح کے روگ۔ شوک وِیوگ۔ نفع نقصان کے فکر اور دوسروں سے لڑنے جھگڑنے

میں گذر جاتے ہیں بچپن کے جو ۱۷ سال ہیں۔ ان میں پیدا ہوتے ہی بچہ پرادھین ہوتا ہے۔ خود اُٹھ بیٹھ چل پھر نہیں سکتا۔ کوئی اٹھا لیتا ہے۔ تو اٹھ آتا ہے ورنہ مل موتر میں پڑا رہتا ہے۔ کوئی کھلا دیتا ہے تو کھا لیتا ہے۔ ورنہ پڑا پڑا رویا کرتا ہے کیسی قابل رحم حالت ہے۔ اسمیں ذرا بھی سکھ نظر نہیں آتا اس کے بعد جب پانچ چھ برس کا ہوا۔ کہ اس پر پڑھنے لکھنے کی ذمہ داری آجاتی ہے۔ دن رات پڑھنے لکھنے کی فکر میں بیچارہ پاگل سا بنا رہتا ہے اس کے بعد جوانی آتی ہے۔ جوانی میں استری آجاتی ہے۔ اگر دھن نہیں کماتا۔ تو ماں باپ کہتے ہیں۔ کہ ہم نے تم کو لکھا پڑھا دیا۔ شادی کر دی۔ اب کماؤ۔ اگر نہیں کما سکتے۔ تو اپنی جورو لے کر الگ ہو جاؤ۔ ہم سے تم دونوں کا خرچ اٹھایا نہیں جاتا۔ اگر کوئی روزگار لگ گیا۔ تو خیر۔ ورنہ جب تک روزگار نہیں لگتا۔ رات دن بیچارہ بھاڑ میں چنے کی طرح بھونا جاتا ہے۔ اگر روزگار لگ جاتا ہے تو مالک کی ناراضگی کی فکر لگی رہتی ہے۔ یا کاروبار کے نفع نقصان کا فکر جسم کو اندر ہی اندر جلائے دیتا ہے۔ اسلئے روگ بھی آ گھیرتے ہیں۔ دوسروں سے مقدمے بازی ہو جاتی ہے۔ اسطرح اس اوستھا میں بھی چین نہیں ملتا۔ اب رہا بڑھاپا! اسمیں بھلا چین کہاں؟ یہ تو دکھوں کا گھر ہے۔ اس میں بیماریاں دشمنوں کیطرح چڑھائی کرتی ہیں۔ جسم کام نہیں دیتا اور گھر کے لوگ انادر کرتے ہیں۔ اس حالت میں اور بھی مٹی خراب ہوتی ہے۔ اسطرح صاف ہے۔ کہ پرانی کو اس چنچل زندگی میں ذرا بھی سکھ نہیں ملتا۔

یہ تعجب کی بات ہے۔ کہ اگرچہ اس زندگی میں ذرا بھی سکھ نہیں ہے۔ تو بھی انسان کا موہ ایسا ہے۔ کہ وہ مرنا نہیں چاہتا۔ موت کا نام سننے سے کانپ اٹھتا ہے۔ اگر اس زندگی میں سکھ ہوتا۔ تو نہ جانے کیا ہوتا؟ گھور کشٹ اور دکھ

کے وقت بھی اگر انسان مرتا ہے۔ تو کہتا ہے کہ ہم کچھ نہ جیئے۔ اگر اور کچھ دن جیتے تو۔۔۔ کسی شاعر نے کہا ہے۔

ہو عمر خضر بھی تو کہینگے بوقت مرگ
ہم کیا رہے یہاں، ابھی آئے ابھی چلے

اس لیئے دکھو بھرے سنسار میں منش جنم لے کر اگر بھگوان کی بھگتی کیجاوے تبھی یہ جنم سارتھک ہوتا ہے۔ اسلیئے سب کچھ چھوڑ کر بھگوان کا بھجن ہی کرنا چاہیئے۔ کچھ بھائی کہینگے۔ اگر ہم سب کچھ چھوڑ کر بھگوان کا بھجن کرنے لگ جائینگے۔ تو

ہمارے بال بچے کیا کرینگے؟

ان کا گذارہ کیسے ہوگا؟ اسکے جواب میں عرض ہے۔ کہ اول تو یہ استری بچے وغیرہ آپ کے کوئی نہیں۔ ایک سرائے کے مسافروں کی مانند ہیں۔ یہاں آکر ناطہ جڑ گیا ہے۔ اپنے اپنے وقت پر سب اپنی اپنی راہ لینگے۔ اسکے سوا یہ آپ سے سچی محبت بھی نہیں کرتے۔ آپ سے ان کا کام نکلتا ہے۔ پنیہ پاپ کی گٹھڑی آپ اپنے سر پر باندھتے ہیں اور سکھ یہ بھوگتے ہیں۔ اسی وجہ سے یہ آپ کو بابو جی، کوئی چاچا جی اور کوئی نانا جی کہتے ہیں۔ اگر آپ ان کی ضروریات یا فرمائیش پوری نہ کریں۔ تو یہ آپ کا نام بھی نہ لیں۔ ایسے خود غرضوں کے جھوٹے موہ میں پھنسکر آپ لوگ اپنے بیش قیمت اور مشکل سے ملنے والے اس منش جنم کو کیوں نشٹ کرتے ہیں؟ جب آپ اس دیہہ کو چھوڑ کر پرلوک جائینگے۔ تو کیا یہ آپ کے ساتھ جائینگے؟ ہرگز نہیں۔ کوئی دہلیز تک کوئی شمشان تک آپ کی لاش کے ساتھ جائینگے۔ وہاں پہنچ کر آپ کو جلا کر خاک کر کے سب بھول جائینگے

سچی بات تو یہ ہے۔ کہ آپ بھی مسافر ہیں اور آپ کے استری بیٹے بھی مسافر ہیں۔ آپ کا اگلا سفر بہت لمبا ہے۔ یہ تو بیچ کا مقام ہے۔ کرم بھوگ بھوگنے کے لیئے آپ یہاں بچھڑ گئے ہیں اور کرم کی وجہ سے آپ کا ان سے میل ہو گیا ہے۔ یہ اپنے سفر کا انتظام کریں یا نہ کریں۔ مگر آپ کو تو ضرور کرنا چاہیئے۔ ان کے جھوٹے موہ میں آپ بالکل نہ پھنسیں۔ اگر آپ بال بچوں کی روٹی اور کپڑوں کی فکر ہیں لگے رہینگے۔ تو یہ فکر تو آخر تک لگی ہی رہے گی اور آپ کو لے جانیوالی گاڑی یعنی موت آ جاوے گی۔ اسوقت بڑی دقت ہو گی۔ جو لوگ عمر بھر گرہستی کے جھنجھٹ میں لگے رہے۔ آخر کار ان کا برا حال ہوا۔ یہ گرہست کے دھندے ہی تو ایشور درشن یا موکش کی پراپتی میں روکاوٹ ہیں جناب سعدی صاحب کی ایک رباعی کا ترجمہ اسطرح پر ہے۔

"اے اولاد کی محبت میں گرفتار رہنے والے! تو کسی طرح بھی بندھن سے چھوٹ نہیں سکتا۔ اولاد۔ روٹی۔ کپڑے اور روزی کی فکر تجھے سورگ کی چنتا سے روکتی ہے۔ اسلیئے تیرے لیئے یہی بہتر ہے۔ کہ سب تج اور ہر بھج۔"

کیا گھر میں رہ کر عبادت نہیں ہو سکتی؟

گھر گرہستی میں رہ کر بھی ایشور کی بھگتی اور اپاسنا کی جا سکتی ہے۔ مگر ایسا کرنا ہے بڑی ٹیڑھی کھیر۔ جیسی صحبت ہوتی ہے ویسا ہی آدمی ہو جاتا ہے۔ گیانیوں کی صحبت میں گیان کی اور استریوں کی صحبت میں کام کی پیدائش ہوتی ہے۔ اسلیئے گھر میں رہ کر وبراگیہ پیدا ہونا مشکل ہے۔ سنساریوں کی سنگتی میں انسان سنساری ہو جاتا ہے۔ وشے بھوگوں کیطرف ہی اس کا من دوڑا کرتا ہے اور استری پتر وغیرہ میں اس کا موہ بنا ہی رہتا ہے۔ مگر جو ویدانت

کے گرنتھوں کو وچارتے اور مہا پرشوں کی سنگتی کرتے ہیں۔ اُن کا انتہ کرن شدھ ہوتے رہنے کیوجہ سے انہیں گرہست ہیں ہی ویراگیہ پیدا ہونے لگتا ہے گرہستی میں ایک نہ ایک دکھ سدا بنا رہتا ہے۔ اس دکھ کیوجہ سے انسان کے دل میں ویراگیہ بھی پیدا ہوتا رہتا ہے۔ وشیوں میں دکھ سمجھنا ہی ویراگ اور وشیوں میں سکھ سمجھنا ہی راگ کہلاتا ہے۔ جو لوگ سنسار میں بہت پھنسے ہوئے ہیں۔ اُن کو بھی کچھ نہ کچھ ویراگیہ ہو ہی جاتا ہے جسوقت کوئی دکھ آتا ہے استری، پتر وغیرہ مر جاتے ہیں۔ دھن ناش ہو جاتا ہے۔ تب وہ بھی اپنے آپ کو اور سنسار کو لعنت ملامت کرتے ہیں لیکن جونہی وہ دکھ دُور ہو جاتا ہے۔ ان کا ویراگیہ بھی کافور ہو جاتا ہے۔

اس لئے سمجھنا چاہئے کہ ویراگیہ کا کارن گرہست آشرم ہی ہے۔ بنا گرہست کے کسی کا جنم نہیں ہوتا۔ رام چندر جی اور وششٹ جی وغیرہ کو بھی گرہست آشرم میں ہی ویراگیہ پیدا ہوا تھا۔ دیگر بڑے بڑے سنیاسیوں کو بھی گرہست آشرم میں ہی ویراگیہ ہوا تھا۔ ویراگیہ پیدا ہوتے ہی انہوں نے گرہستی کو تیاگ کر بن کی راہ لی تھی۔

یہ بات بھی نہیں ہے۔ کہ گرہست آشرم میں گیان ہوتا ہی نہ ہو۔ جنک وغیرہ مہاتما گرہست آشرم میں ہی گیانی ہوئے تھے۔ گیان کا کارن ویراگیہ ہے جو گرہستی ہوکر بھی سدا ویراگیہ اور آتم وچار میں مگن رہتا ہے۔ اسکے گیانی ہونے میں شک نہیں۔ مگر جو سنیاسی ہوکر بھی بھوگوں میں پھنسا ہوا ہے۔ اس کے اگیانی ہونے میں بھی شک نہیں ہے۔ ویراگیہ ہی آتم گیان کا سادھن ہے انسان برہم چریہ، گرہست، بان پرستھ یا سنیاس کسی آشرم میں کیوں نہ ہو۔ بنا ویراگیہ کے گیان نہیں ہوتا اور بنا گیان کے موکش نہیں مل سکتی۔ جو آدمی گرہست آشرم میں رہ کر

بھی اس میں غلطان نہیں ہوتا۔ جل میں کمل کی طرح رہتا ہے۔ اس کی مکتی میں ذرا بھی شک نہیں۔

راجہ جنک اور شُکدیو جی کی کتھا

ایک بار ویاس جی نے شُکدیو جی سے کہا۔ کہ تم راجہ جنک کے پاس جاکر اپدیش لو۔ شکدیو جی راجہ جنک کے پاس گئے۔ اندر خبر کرائی تو راجہ نے کہلا بھیجا۔ کہ دروازے پر ٹھیرو۔ شکدیو جی تین دن تک دروازے پر کھڑے رہے۔ مگر انہیں غصہ نہ آیا۔ راجہ نے ان کے کرودھ کی آزمائش کرنے کے لئے ہی انہیں تین دن تک دروازے پر کھڑا رکھا اور چوتھے دن اپنے پاس بلایا۔ وہاں جاکر شکدیو جی کیا دیکھتے ہیں۔ کہ راجہ جنک سونے کے جڑاؤ سنگھاسن پر لیٹے ہیں۔ سندری نوجوان استریاں ان کے چرن داب رہی ہیں۔ اور کچھ مورچھل اور پنکھے کر رہی ہیں۔ جگہ جگہ وشے بھوگ یا عیش و آرام کے سامان آراستہ ہیں۔ سامنے ہی خوبصورت رقاصہ رقص کر رہی ہیں۔ یہ حال دیکھ کر شکدیو جی کے دل میں راجہ کی طرف سے نفرت پیدا ہو گئی۔ انہوں نے من میں کہا۔ نام بڑے اور درشن چھوٹے والی بات ہے۔ یہ تو بھوگوں میں پھنسے ہیں۔ پتا جی نے انہیں پرم گیانی کیوں کہا؟

راجہ جنک شکدیو جی کے من کی بات تاڑ گئے۔ اچانک اسی وقت متھلاپوری میں زور سے آگ لگی۔ باہر سے دوت دوڑے آئے اور کہنے لگے۔ مہاراج! شہر میں آگ لگ گئی ہے اور شاہی محل تک آ پہنچی ہے۔

شکدیو جی من میں سوچنے لگے۔ کہ میرا ڈنڈ کمنڈل باہر رکھا ہے کہیں وہ نہ جل جاوے۔ اسوقت راجہ نے کہا:-

"میرا آتم روپ دھن اننت ہے۔ اس کا انت کبھی نہیں ہو سکتا۔
اس متھلا نگری کے جلنے سے تو میرا کچھ بھی نہیں جل سکتا"
راجہ جنک کے اس قول سے ان کی سنسارک پدارتھوں میں اناسکتی ہی ثابت ہوتی ہے۔ اگر کوئی انسان گرہست میں رہ کر استری۔ پتر۔ دھن وغیرہ میں آسکت نہ ہو۔ ان میں ممتا نہ رکھے۔ خواہ سب طرح کے بیوہار کرے۔ تو وہ سچا گیانی ہے۔ اسے ضرور موکھش ملے گی۔
ممتا ہی دکھ کا کارن ہے جسکی کسی بھی چیز میں ممتا نہیں اسے کیوں دکھ ہوگا۔ اسکو وہ چیز ملے تو اچھا اور نہ ملے تو بھی اچھا کوئی چیز بنی رہے تو بھی اچھا اور نشٹ ہو جائے تو بھی اچھا جسکی جس چیز میں ممتا ہوتی ہے۔ اس کو کسی چیز کے ناش ہونے یا نہ ملنے سے ضرور دکھ ہوتا ہے جس جس چیز میں انسان کی ممتا ہے۔ وہیں وہیں دکھ ہے اور جہاں ممتا نہیں ہے۔ وہیں سکھ ہے۔ گھر گرہستی میں رہو اور گھر کے سارے کام کاج کرو۔ مگر کسی بھی چیز میں ممتا نہ رکھو۔ تمہاری طرف سے کوئی مر جائے تو شوک نہیں۔ کوئی جنم لے تو ہرش نہیں۔ دھن دولت نشٹ ہو جائے۔ تو رنج نہیں اور آجائے تو خوشی نہیں۔ اس طرح اداسین بھاو رکھو۔ اگر اسطرح گرہست میں رہو۔ تو تم سے بڑھ کر گیانی کون ہے؟ تمہیں ضرور موکھش ملے گی۔

ایک نرموہی گرہستی کی کتھا

ایک آدمی کے ایک ہی لڑکا تھا۔ لڑکا جوان ہو گیا تھا۔ اسکی شادی بھی ہوگئی تھی۔ ایک دن باپ نے کسی وجہ سے اپنے ہاں دوستوں کی دعوت کی۔ اتفاق سے دوپہر کو اس کا بیٹا اچانک مر گیا۔ اس نے اس کی لاش بیٹھک میں لٹا کر اوپر

کپڑا اوڑھا دیا۔ اور آپ دروازے پر بیٹھ کر شانت بھاؤ سے حقہ پینے لگا اتنے میں دعوت کا وقت ہوگیا۔ سب دوست آنے لگے۔ ان میں سے ایک دوست اُس بیٹھک میں کسی ضروری کام سے گیا۔ وہاں ایک لاش پڑی دیکھ اس نے باہر آکر پوچھا۔

یہ کیا؟

اس نے کہا۔ بھائی! لڑکا مر گیا ہے۔ پہلے دعوت کا کام کر لیں۔ تب سب ملکر اسے شمشان گھاٹ پر لے چلینگے۔ سب دوست اس نرموہی باپ کی بات سنکر حیران رہ گئے۔ انہوں نے کہا تم تو عجب آدمی ہو۔ تمہیں اپنے اکلوتے بیٹے کی موت کا بھی رنج نہیں؟

اس نے کہا۔ بھائی! میرا اس کا کیا رشتہ؟ ہم سب سرائے کے مسافر ہیں پہلے جنم کے کرم بندھن سے ایک دوسرے سے مل گئے ہیں۔ اپنا اپنا ٹائم ہونے پر اپنی اپنی راہ چلے جا رہے ہیں۔ اسمیں رنج یا دُکھ کی بات کیا ہو سکتی ہے؟

ایسے ہی آدمی گرہستی میں رہ کر جنم مرن کے پھندے سے چھوٹ کر مکتی پاتے اور جیون مکت کہلاتے ہیں۔

گھر کے کام کرتے رہو مگر من ایشور میں لگائے رکھو

اگر بھگوان کرشن کی آگیا انوسار سنسار میں کام کاج کیا جاوے تو کوئی ہرج نہیں۔ مگر من کو سنساری پدارتھوں اور وشے بھوگوں سے ہٹا کر صرف بھگوان میں ہی لگانا چاہئے۔ دُنیوی کام کرتے رہنے اور من کو بھگوان میں لگائے رکھنے سے کامیابی ہو سکتی ہے۔

غرضیکہ سارا دارومدار من پر ہے۔ وبھچاری استری گھر کا کام کاج کرتی رہتی ہے۔ مگر من اپنا ہر وقت یار میں رکھتی ہے۔ اسی طرح انسان اگر سنسار کے کام کاج کرتے ہوئے بھی ایشور میں من لگا کر اسکی بھگتی کرتا رہے۔ تو کوئی ہرج نہیں۔ اُسے بھگوت درشن ضرور ہونگے۔ اگرچہ اسطرح سے سدھی حاصل کرنا ہے۔ بہت ہی مشکل کام۔ مگر بہت سے لوگ گرہست میں رہ کر کام کرتے ہوئے مکتی کو پا گئے ہیں۔ اس میں شک نہیں۔

تیاگ میں ہی سکھ ہے

اگرچہ گرہست میں رہنے کی نسبت گرہستی تیاگ بن میں اکیلے رہ کر بھگوان میں من لگانا آسان ہے۔ گرہست میں رہنے سے من وشیوں کیطرف ہی دوڑتا ہے۔ استری کو دیکھنے سے کام جاگتا ہی ہے۔ مگر نہ دیکھنے سے نہیں ڈولتا سینہ گندھا کو دیکھ کر ہی پراشر رشی کا من چلائیمان ہوا۔ وشوامتر کا من مینکا کو دیکھ کر ہی بگڑا۔ شوجی موہنی روپ کو دیکھ کر ہی لٹو ہوئے۔ اسی وجہ سے پراچین زمانہ میں بہت سے سمجھدار لوگ گرہستی چھوڑ کر بنوں میں چلے جاتے تھے۔ اور وہاں انہیں سدھی پراپت ہو جاتی تھی۔ مگر جو لوگ بن میں جا کر بھی وشیوں میں ہی من کو پھنسائے رہتے ہیں۔ ممتا کو نہیں چھوڑتے۔ کامنا کا تیاگ نہیں کرتے۔ وہ تو گرہستیوں سے بھی گئے گذرے ہیں۔ وہ دھوبی کے کتے کیطرح نہ گھر کے ہیں نہ گھاٹ کے۔ جو دھن دولت راج پاٹ۔ استری پتر وغیرہ کو تیاگ کر بن میں رہتے ہیں۔ کسی بھی چیز کی خواہش نہیں رکھتے۔ یہانتک کہ کھانے کے لیئے پاؤ بھر آٹے کی بھی ضرورت نہیں سمجھتے۔ جہاں جگہ پاتے ہیں وہیں پڑے رہتے ہیں۔ جو مل جاتا ہے۔ اسی سے پیٹ بھر لیتے ہیں۔ وہ سچ مچ ہی

سکھی ہیں۔ شری سوامی شنکر آچاریہ کے موہ مُگدر نامی گرنتھ میں لکھا ہے۔ کہ
جو کسی دیو مندر یا درخت کے نیچے پڑے رہتے ہیں۔ زمین ہی جنکی چارپائی
ہے۔ مرگ چھالا ہی جن کا کپڑا ہے۔ سارے وشے بھوگ کے سامان
جنہوں نے تیاگ دئے ہیں۔ ارتھات جو واسنا رہت ہو گئے ہیں۔ ایسے ہی تیاگی
منشیوں کو ہی سکھ ملتا ہے۔ ارتھات ایسے تیاگی سدا سکھی رہتے ہیں۔

من کا تیاگ ہی سچا تیاگ ہے

آجکل بہت سے لوگ گیروے کپڑے پہن لیتے ہیں۔ لمبی لمبی مالائیں گلے
میں ڈال لیتے ہیں۔ تلک چھاپ یا راکھ لگا لیتے ہیں۔ مگر ان کا من سدا بھوگوں
میں رہتا ہے۔ وہ جسم کو تو ویراگیوں کا سا بنا لیتے ہیں۔ مگر من ان کا [illegible]
کا سا رہتا ہے۔ اسلئے ان کا جنم عبث جاتا ہے۔ آجکل اس
طرح کا روزگار ہو گیا ہے جن سے کسی طرح کی محنت [illegible]
وہ سادھو بھیس بنا کر لوگوں کو ٹھگنے اور گھر منی آرڈر بھیج[illegible]
ڈھونگی شہر میں آکر بڑے آدمیوں کے ہاں ڈیرے لگا د[illegible]
سے بھینٹ لیتے ہیں۔ نوجوان سندریوں کو پاس بٹھا کر اپنے [illegible]
قدموں میں روپے اور اشرفیوں کے ڈھیر لگواتے ہیں۔ [illegible]
من کبھی پرماتما میں لگ سکتا ہے؟ جب وشوامتر اور پاراشر
پانی پر گذارہ کرنے والے منیوں کا من استریوں کو دیکھتے ہی [illegible]
تب ربڑی ملائی اور موہن بھوگ وغیرہ کھانے والوں کا من استر[illegible]
نہ جائے گا۔

اسی وجہ سے دھرم شاستر میں لکھا ہے۔ کہ جتی کو استری سے بات نہ کرنی

چاہیئے۔ پہلے دیکھی ہوئی استری کی یاد نہ کرنی چاہیئے اور استریوں کی چرچا بھی نہ کرنی چاہیئے۔ اور نہ استریوں کی تصاویر ہی دیکھنی چاہیئں اور بھی کہا ہے کہ

"جو سنیاسی ہوکر استری کے ساتھ میتھن کرتا ہے۔ وہ ۶۰ ہزار برس تک وِشٹا کا کیڑا ہوتا ہے"۔ دیگر وشیوں سے من کا روکنا اتنا مشکل نہیں ہے جتنا کہ استری سے روکنا مشکل ہے۔ اسوجہ سے استری کی تصویر دیکھنے کی بھی سنیاسیوں کے لئے ممانعت کی ہے۔ جو ڈھونگی سادھو سنیاسی دنیاداروں کے گھر آتے اور استریوں میں بیٹھے رہتے ہیں۔ ان کو اُپدیش گرہن کرنا چاہیئے مہاتما تلسی داس جی ایسے سادھوؤں کے بارے میں اپدیش کرتے ہیں کہ "شریر کا یوگ تو بہت لوگ کرتے ہیں۔ مگر من کا یوگی کوئی ورلا ہی ہوتا ہے [illegible] اگر ہو جاوے۔ تو سبھی میں سدھی یا موکھش مل جاتی ہے دوسرے [illegible] کہ لوگ بھیس تو یوگیوں ور سنیاسیوں کا بنا لیتے [illegible]رتے بھوگ میں ہی لگا رہتا ہے۔ اسلئے انکو کچھ بھی لابھ [illegible] لوگ جسم کو خواہ گرہستیوں کا سا ہی رکھیں۔ اچھے سے [illegible]یں۔ مگر من میں استری بیٹے۔ دھن دولت۔ گاڑی گھوڑے [illegible]غیرہ کی واسنا اور ممتا نہ رکھیں تو انہیں یقیناً سدھی مل جاوے [illegible] ایسے ہوتے ہیں۔ کہ جو گھر گرہستی میں رہتے ہیں اور جسم سے اپنے [illegible]کرتے ہیں۔ مگر من کو سب طرف سے کھینچکر ممتا تیاگ کر اُسے [illegible] لگاتے ہیں۔ امبرلش اور پرہلاد وغیرہ ایسے ہی بھگت ہوئے ہیں [illegible] ایسے ہوتے ہیں۔ کہ جو تن اور من دونوں ہی ایشور کے ارپن کر دیتے ہیں۔ نارد اور شکدیو منی وغیرہ مہاتما ایسے ہی پربھو بھگت تھے۔ انہوں نے

سب کچھ تیاگ کر ہری کی بھگتی کی۔ مگر کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں۔ کہ جو لوگوں کو دھوکا دینے اور حلوہ پوری کھیر وغیرہ اڑانے کے لیئے ویدانت اور پورانوں کے بچن یاد کر لیتے ہیں۔ اور طوطے کی طرح میٹھی میٹھی باتیں بناتے ہیں۔ سیدھے سادھے بھولے لوگ۔ ان کی باتوں پر ریجھ کر انہیں ربڑی ملائی اور موہن بھوگ کھلاتے ہیں۔ اس تر مال کے کھانے سے جب کام دیو زور کرتا ہے۔ تب کام کی شانتی کے لیئے یہ لوگ ادھر ادھر سے وبھچارنی وشٹ استریوں کو اٹھا کر لے جاتے ہیں۔ من میں سمجھتے ہیں۔ کہ ہم بیراگی ہیں اور۔ اس ابھیمان میں جو بھی رہتے ہیں خود کو جگت میں پُجوانا چاہتے ہیں۔ مگر آپ گھر میں رکھی ہوئی رانڈ کو پوجتے ہیں۔ ایسے کا منش جنم لینا ہی عبث ہے ؛

شلوک ۱۰۸

اُن بدھیمان۔ نرمل گیان والے برھم گیانیوں کا کٹھن برت دیکھ کر ہمیں بڑا تعجب ہوتا ہے۔ جو وشے بھوگ۔ دھن دولت، سونا چاندی اور استری پُتر وغیرہ کو ایک دم تیاگ دیتے ہیں۔ اور پھر اُن کی خواہش نہیں کرتے (۱۰۸)

تشریح

مطلب یہ کہ جب انسان کو آتم گیان ہو جاتا ہے۔ تب وہ استری پُتر وغیرہ سنساری بھوگوں کو ہیچ سمجھنے لگتا ہے۔ اور یکبارگی ہی انہیں چھوڑ دیتا ہے۔ کیونکہ وہ پورے طور پر جان جاتا ہے۔ کہ اس سنسار میں سبھی اپنی غرض کے سگے ہیں۔ جب تک درخت پر پھل رہتے ہیں۔ تبھی تک پرندے اس پر رہتے ہیں۔ اور جب درخت پر پھل نہیں رہتا۔ تب وہ اسے چھوڑ کر دوسری جگہ اڑ جاتے ہیں

ہیں۔ یہی حال سنسار کا ہے۔ سبھی جیتے جی کے ساتھی ہیں۔ مرتے ہی ساری محبت اڑ جاتی ہے۔ اس بارے میں ایک کہانی ہے۔ کہ ایک سیٹھ کا لڑکا کسی مہاتما کے پاس جایا کرتا تھا۔ سیٹھ کو ڈر ہوا کہ کہیں بیٹا ویراگی نہ ہو جاوے۔ اسلئے اپنی بہو کو تاکید کر دی۔ کہ وہ اس کو ہر طرح سے اپنے بس میں کرے۔ جس سے مہاتما کی سنگت چھوٹ جائے۔ لڑکے کی استری اس دن سے اس کی سیوا ٹہل اور بھی زیادہ کرنے لگی۔ اور اس کا من ہاتھ میں رکھنے لگی۔ لڑکا جب گھر سے باہر جاتا۔ تبھی وہ کہتی۔ آپ کی جدائی مجھ سے برداشت نہیں ہو سکتی۔ ایک لمحہ بھر کی جدائی سے ہی میرے پران سوکھنے لگتے ہیں۔ اسلئے آپ مجھے چھوڑ کر کہیں نہ جایا کریں۔ لڑکے نے مہاتما کے پاس جانا کم کر دیا۔ مگر کبھی کبھی وہ چلا ہی جاتا تھا۔ ایک دن وہ بہت مدت کے بعد گیا۔ مہاتما نے پوچھا۔ بھائی! آج کل تم آتے کیوں نہیں؟

اس نے کہا۔ میری استری مجھے بہت پیار کرتی ہے۔ اُسے میرے بنا لمحہ بھر بھی چین نہیں پڑتی۔ اس سے نہیں آسکتا۔

مہاتما نے کہا۔ بھائی یہ سب جھوٹی باتیں ہیں۔ سنسار میں کوئی کسی کو نہیں چاہتا۔ اگر تم کو یقین نہ ہو تو آزمائش کر لو۔

سیٹھ کے بیٹے نے آزمائش کرنا مناسب سمجھا۔ مہاتما نے اُسے پرانایام یا سانس چڑھانے کا عمل سکھا دیا۔ جب وہ پرانایام کے عمل میں پختہ ہو گیا۔ تب مہاتما نے کہا۔ آج تو گھر جا کر کہنا۔ کہ میرے پیٹ میں بڑا درد ہے۔ اسکے بعد سانس چڑھا کر پڑ جانا۔ مگر پہلے یہ کہ دینا۔ کہ اگر میں مر جاؤں تو فلاں مہاتما کو بلائے بنا مجھے جلانا نہیں۔

لڑکا گھر پہنچا اور پیٹ کے درد کے مارے چلانے لگا۔ کچھ دیر بعد زمین پر گر پڑا۔ پھر ماں باپ سے بولا۔ اگر میں مر جاؤں۔ تو بنا فلاں مہاتما کو بلائے اور دکھائے

مجھے مت جلانا۔ اس کے بعد اس نے سانس چڑھائی۔ گھر والوں نے اسے دیکھا تو بولے۔ اب اسمیں دم نہیں۔ کا ٹھ کفن لاؤ اور شمشان کی تیاری کرو۔ اتنے میں اسکی ماں بولی۔ بیٹے نے فلاں مہاتما کو بلانے کے لئے کہا تھا۔ اس لئے پہلے انہیں بلواؤ۔

سیٹھ نے مہاتما کے پاس آدمی بھیجا۔ وہ فوراً چلے آئے۔ انہیں دیکھتے ہی سیٹھ بولا۔ میں مرجاؤں تو ہرج نہیں۔ مگر میرا بیٹا جی اُٹھے یہی میری خواہش ہے یہی بات سیٹھانی اور لڑکے کی استری نے بھی کہی۔ تب مہاتما نے کہا۔ اچھا میں ایک پڑیہ دیتا ہوں۔ تم میں سے جو کوئی اسے کھائیگا۔ وہ مرجائیگا اور لڑکا جی اٹھے گا۔

اس بات کے سنتے ہی سب لوگ بغلیں جھانکنے اور بہانہ کرنے لگے۔ تب مہاتما نے کہا۔ اچھا تم سب نہیں کھاتے۔ تو میں ہی کھا لیتا ہوں"

یہ کہکر مہاتما نے پڑیہ کھالی۔ اور عمل کر کے لڑکے کا سانس اُتارا۔ اور اُسے ہوش میں لایا۔ جب لڑکے نے سارا حال سنا۔ تب اسے سنسار کی محبت کا کچا چٹھا معلوم ہوگیا اور اس نے گھر چھوڑ کر ویراگیہ لے لیا۔

جس سنسار کی ایسی گتی ہے۔ اسمیں پڑ کر مورکھ لوگ ہی لٹو ہوتے ہیں۔ جو دانا ور سمجھدار ہیں۔ وہ اس کے جال میں نہیں پھنستے۔ اگر پھنس بھی جاتے ہیں تو سب کچھ چھوڑ کر الگ ہو جاتے ہیں۔ جتنے مہاتما اور ودوان ہوئے ہیں۔ سبھی نے بااتفاق کہا ہے کہ

اس سنسار کے ساتھ دل مت لگاؤ۔ بلکہ اس کے بنانے والے کے ساتھ دل لگاؤ۔ اسی میں آپ کی بھلائی اور کلیان ہے۔ اس کی شرن میں جانیوالے کو دکھ اور کلیش نہیں ہوتے۔ وہ اپنے شرناگتوں کی سدا رکھشا کرتا ہے

شلوک ۱۰۹

بڑھاپا خوفناک بھیڑیئے کیطرح سامنے کھڑا ہے۔ روگ (امراض) دشمن کی طرح یورش کر رہے ہیں۔ عمر پھوٹے ہوئے گھڑے کے پانی کیطرح بہتی چلی جا رہی ہے۔ تعجب کی بات ہے۔ کہ پھر بھی لوگ وہی کام کرتے ہیں کہ جس سے اُن کا کچھ بھی بھلا نہ ہو۔ (۱۰۹)

تشریح

بڑھاپا موت کا پیش خیمہ ہے۔ یا زندگی کے ناٹک کا آخری سین ہے اس لئے جنہوں نے بچپن اور بڑھاپے میں ایشور کا نام نہیں لیا۔ انہیں بڑھاپے میں تو ہوش آ جانی چاہیئے۔ مگر ایسے سمجھ داروں کی تعداد بہت تھوڑی ہوتی ہے۔ زیادہ تعداد تو ان اگیانیوں کی ہی ہے۔ کہ جو بڑھاپے میں بھی سنساری موہ مایا کو نہیں چھوڑتے اور بیٹوں پوتوں کی پرورش اور دھن۔ بڑھانے کی چنتائیں لگے رہتے ہیں۔ اس سے ان کا جنم ہی اکارتھ جاتا ہے۔ نہ تو ان کو اس جنم میں عمر بھر کے لئے سکھ ملتا ہے اور نہ مرنے پر اگلے جنم میں ہی۔ اس لئے وہ بار بار مرتے اور جنم لیتے ہیں اور اس گھور دکھ کو ہی سکھ سمجھتے ہیں۔ اس طرح چوراسی لاکھ جونی میں جنم لیتے رہتے ہیں۔ تب کہیں ایسا موقع ملتا ہے۔ کہ پھر جنم مرن کی پھانسی کو کاٹنے والا انسانی قالب ملتا ہے۔ اسلئے سمجھ دار آدمی کو چاہیئے۔ کہ اپنے من کو اپنے ادھین کر کے ایکاگر چت سے پرماتما کی اُپاسنا میں لگ جائے۔ اور اس دُرلبھ منش دیہہ کو عبث نہ کھوئے۔ خواب غفلت میں سوئے ہوئے لوگوں کو ہوشیار کرنے کے لئے ہم یہاں مہاتما چرنداس کا ایک بھجن دیتے ہیں۔

بھجن (راگ جنگلا)

پی لے رے پیالہ سو جا منو الا ۔ پیالہ پریم ہری کا رے ۔ ٹیک
پاپ پنیہ عـ۱ دوؤ ہتھکڑی آ ئے ۔ کون تیرا اور تو کس کا رے ؟ — عـ۱ دونو
جو دم جیوے پربھو گن گا لے ۔ دھن جوبن سپنا نش کا رے — عـ۲ رات کا
بال اوستھا کھیل گنوائی ۔ ترون عـ۳ بھیا ناری بس کا رے — عـ۳ جوانی میں
بردھ بھیا کف وائے نے گھیرا ۔ کھاٹ پڑا نہیں جائے عـ۴ سکا رے — عـ۴ ہل جل نہیں سکتا
نابھ کمل وچ ہے کستوری کیسے بھرم مٹے پشو کا رے
بن بن ست گوریوں بھرمت ڈولے جیسے مرگ بھٹکے بن کا رے
نکھ چوراسی سے ابرا عـ۵ چاہے چھوڑ کامنی کا چسکا رے — عـ۵ چھوٹنا چاہے
پریم مگن چرنداس کہت ہیں ۔ نکھ عـ۶ سکھ سو اس بھاودیش کا رے — عـ۶ سنا پایا
اے لوگو! وشیوں کو چھوڑ دو اور پرلوک بنانے کی فکر کرو ۔ کیونکہ کال تمہارے سر پر منڈلا رہا ہے ؛

شلوک ۱۱۰

برہما کی یہ آگیا نتا من میں کھٹکتی ہے ۔ کہ وہ انسان کو سب گنوں کی کھان ۔ اشرف المخلوقات اور روئے زمین کی زینت بناتا ہے مگر اسکو پلک مارتے ہی نشٹ کر دیتا ہے ۔ (۱۱۰)

شلوک ۱۱۱

انسان کا بڑھاپا بڑا ہی دکھدائی ہے ۔ اس عمر میں جسم سکڑ جاتا ہے چال دھیمی پڑ جاتی ہے ۔ دانت ٹوٹ کر گر جاتے ہیں ۔ بینائی جاتی رہتی ہے ۔ کان سننے سے رہ جاتے ہیں ۔ منہ سے لار ٹپکتی ہے ۔ بھائی بند

پاتوں سے بھی قید نہیں کرتے۔ استری بھی سیوا نہیں کرتی اور بیٹے بھی دشمن ہو جاتے ہیں۔ (۱۱۱)

تشریح

مطلب یہ کہ اس سنسار میں کسی حالت میں بھی سکھ نہیں ہے۔ پھر بڑھاپا تو ہر طرح کے دکھوں کا گھر ہی ہے۔ اسلئے انسان کو جوانی میں ہی آگے آنے والے بڑھاپے کا خیال کرکے وشیوں سے من کو ہٹا کر پرماتما میں لگا دینا چاہیئے۔ اسطرح ابھیاس کرنے سے من شانت ہو کر انت کال میں بھگوان کی یاد رہنے سے انسان کی مکتی ہو جاتی ہے۔ اور نجات آواگون کا پیچھا چھوٹ جاتا ہے اور پرمہ کی شرن میں جا نپسے جو آنند آتا ہے۔ اسکو کوئی لکھ کر نہیں بتا سکتا خلاصہ یہ کہ بڑھاپے کی اٹن ڈوری آتے ہی موت کو اپنے سر پر منڈلاتے سمجھ کر بیٹھے۔ استری۔ دھن دولت اور وشیہ واسناؤں کو تیاگ کر ویراگیہ میں من لگاؤ۔ بہتر ہے کہ جسم میں طاقت رہتے ہی گھر سے نکل کر بن میں جا بسو اور سب سے ناطہ توڑ کر صرف پرماتما سے ہی اپنا ناطہ جوڑ لو۔ صرف اسی کا ناطہ سچا ہے۔ اور سب ناطے جھوٹے ہیں۔ اس کی شرن میں چلے جانے سے شوک یا پاپ ستا نہیں سکتے۔ بھگوان کو بھولنے سے ہی انسان دکھ بھوگتا اور سنساری دشمنوں سے تنگ رہتا ہے۔ مگر جو بھگوان کے چرن کملوں میں چلا جاتا ہے۔ اس کا کوئی کچھ بگاڑ نہیں سکتا اور شوک پاپ اس سے ہزاروں کوس دور رہتے ہیں۔ جیسا کہ بھگوان نے کہا ہے۔

جو سبھیپ آدیں شرنائی
راکھوں تاہی پران کی نیائی

شلوک ۱۱۲

انسان ناٹک کے ایکٹر کی طرح ہے۔ جو لمحہ بھر میں بالک۔ لمحہ بھر میں جوان اور کامی رسیا بن جاتا ہے اور لمحہ بھر میں غریب اور لمحہ بھر میں دھنی ہو جاتا ہے۔ پھر انت میں بڑھاپے سے جیرن (بھیٹی ہوئی) اور سکڑی ہوئی (کھال کا سین دکھا کر یم راج کے دھام کی آڑ میں چھپ جاتا ہے

تشریح

بھرتری ہری جی نے انسان کی زندگی کو ناٹک کے ایکٹروں سے خوب ہی تشبیہ دی ہے۔ سچ مچ ہی انسان اس سنسار روپی سٹیج پر ایکٹر کا سا ہی کام کرتا ہے۔

تھیٹر میں جس طرح ایک ہی ایکٹر کبھی بالک۔ کبھی جوان۔ کبھی بوڑھا۔ کبھی امیر کبھی غریب۔ کبھی فقیر۔ کبھی سنیاسی کبھی گرہستی۔ کبھی روگی۔ کبھی تندرست کبھی نیاگی اور کبھی بھوگی وغیرہ وغیرہ بنکر طرح طرح کے تماشے دکھاتا اور اسکے بعد تماشا ختم ہونے پر ناٹک کے پردہ میں چھپ جاتا ہے۔ اسی طرح انسان بالک۔ اور جوان۔ دھنی اور نردھن وغیرہ کے سوانگ بھر اور دکھا کر یم پوری روپی پردے کی اوٹ میں جا کر چھپ جاتا ہے۔ یعنی اس دنیا سے کوچ کر جاتا ہے۔

شلوک ۱۱۳

ہے پرماتما! میرے باقی دن کسی پوتر بن میں "شیو شیو" رٹتے ہوئے گذریں۔ سانپ اور پھولوں کے ہار۔ بلوان۔ دشمن اور دوست۔ نرم نرم

پھولوں کی سیج اور پتھر کی شلا منی اور پتھر تنکے اور سُندر کامنیوں میں
میری سم درشٹی ہو جائے۔ میری یہی اِچھا ہے۔

تشریح

کوئی سنسار تیاگی پُرش بھگوان سے پرارتھنا کرتا ہے۔ کہ ہے پرماتما! میری
بُدھی ایسی بنا دے۔ کہ مجھے سانپ اور ہار۔ دوست اور دشمن۔ پھولوں کی سیج
اور پتھر اور تنکا اور حسین استری سب یکساں دکھائی دینے لگیں۔ ان میں
مجھے کچھ بھید معلوم نہ ہو۔ میں سم درشٹی ہو جاؤں اور میری باقی زندگی کسی پوتر
بن میں شِو شِو جپتے ہوئے گذرے۔

جب سب جسموں میں ایک ہی ویاپک برہم دکھائی دینے لگے۔ دوست اور
دشمن میں بھید معلوم نہ ہو۔ سکھ اور دُکھ دونوں میں چت یکساں رہے۔ تب
سمجھنا چاہیئے۔ کہ یوگ سیدھی پراپت ہو گئی۔ مہاتما کبیر داس جی کہتے ہیں۔ سم
درشٹی ستگورو کری میرا بھرم نکار۔ جہاں دیکھا تہاں ایک ہی صاحب کا دیدار
سم درشٹی تب جانئے شیتل سما ہوئے سب جیووں کی آتما لکھے ایک ہی سوئے
سم درشٹی ست گورو کیا بھرم کیا سب دُور۔ دُوجا کوئی دیکھے نہیں رام رہا بھرپور
آہا! کیسے سُندر دوہے ہیں۔ یہی اوستھا سب سے اُتم ہے۔ اسی میں پرمانند
ہے۔ اس اوستھا میں شوک۔ اور دُکھ کا نام نہیں ہے۔ مگر یہ حالت انہیں کو
حاصل ہوتی ہے جن پر بھگوان کی کرپا ہوتی ہے۔ یا جنکے پہلے جنموں کے سنچت
شُبھ کرموں کا اُودے ہوتا ہے ؛

سم درشٹی ہونیکے سادھن

(۱) چت کی ونرتا ہی یوگ ہے۔ جب سمان درشٹی ہو گئی۔ تب یوگ سیدھی

میں باقی کیا رہ گیا؟ جب انسان کو اس بات کا عملی گیان ہو جاتا ہے۔ کہ سب جگت اور جگت کے پرانیوں میں ایک ہی چیتن آتما ہے۔ چھوٹے بڑے نیچ اونچ سبھی جسموں میں ایک ہی برمھ کا پرکاش ہے۔ تب اس کی نگاہ میں سبھی برابر ہوتے ہیں۔ جب وہ راجہ مہاراجہ امیر اور غریب انسان اور پشو پکشی ہاتھی اور چیونٹی سانپ اور مگرمچھ سب میں ایک ہی چیتن آتما کو ویاپک دیکھتا ہے۔ تب اس کے دل میں کسی سے راگ اور کسی سے ویراگ کسی سے پیار اور کسی سے نفرت کا بھاؤ نہیں رہ جاتا۔ اسوقت اُسے نہ کوئی دشمن نظر آتا ہے اور نہ ہی دوست۔ اس حالت میں پہنچ کر وہ نہ کسی کو اپنا سمجھتا ہے نہ بیگانہ۔ اسوقت ہی اسے استری پرش۔ دوست دشمن۔ سکھ دکھ وغیرہ میں کوئی فرق نہیں معلوم ہوتا۔ اسی حالت میں اس کے انتہ کرن سے دکھوں کا گھٹا ٹوپ دور ہو کر پرمانند کی پراپتی ہوا کرتی ہے۔ اسوقت جو آنند آتا ہے۔ اس کا بیان تحریر میں نہیں آ سکتا۔

سارے جگت میں ایک ہی آتما سرب ویاپک ہے،

جس طرح گلاب جل سے بھرے گھڑے میں۔ گنگا جل سے بھرے گھڑے میں پیشاب سے بھرے گھڑے میں اور شراب سے بھرے گھڑے میں ایک ہی سورج کا عکس پڑتا ہے۔ سب میں ایک ہی سورج دکھائی دیتا ہے۔ اسی طرح انسان۔ پشو پکشی اور مگرمچھ وغیرہ سارے جگت کے پرانیوں میں ایک ہی چیتن برمھ کا عکس یا پرکاش ہے۔ الگ الگ طرح کے جسموں یا اپادھیوں کی وجہ سے سب میں ایک ہی آتما ہونے پر بھی الگ الگ آتما نظر آتے ہیں لیکن الگ الگ اجسام میں الگ الگ آتماؤں کا ہونا اگیانیوں کو ہی معلوم ہوتا ہے جو

سچے تتو دیتا اور پورن گیانی ہیں۔ یا جو آتم تتو کی ماہیت کو جان گئے ہیں
انہیں سبھی جسموں میں ایک ہی آتما دکھائی دیتا ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ جو اور
جیسا آتما ہم میں ہے۔ وہی سب جگت اور جگت کے پرانیوں میں ہے۔ بکری
کے جسم میں جو آتما ہے وہ بکری۔ ہاتھی کے جسم کا آتما ہاتھی اور آدمی کے
جسم کا آتما آدمی کہلاتا ہے۔ جن جن جسموں میں آتما پرویش کرتا ہے انہیں
انہیں جسموں کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ مطلب یہ کہ بھید شریروں یا جسموں
میں ہے۔ آتما میں کچھ بھید نہیں۔ ندی۔ تالاب۔ جھیل۔ بادل۔ چشمہ۔ سرور
اور کنواں ان سب میں ایک ہی پانی ہے۔ مگر نام الگ الگ ہیں۔ دیپک۔
مشعل اور اگنی ان سب میں ایک ہی اگنی ہے۔ مگر نام الگ الگ ہیں۔ ایک لوہے
کے ڈنڈے پر کپڑا لپیٹ کر جو اگنی جلائی جاتی ہے۔ اسے مشعل کہتے ہیں۔ اور مٹی کے
چراغ میں جو اگنی جلتی ہے۔ اسی کو دیپک یا چراغ کہتے ہیں۔ زمین ایک ہی ہے
مگر اس کے نام الگ الگ ہیں۔ کسی کو شہر کسی کو گاؤں۔ کسی کو اجاڑ اور کسی کو
بستی کہتے ہیں۔ مگر ہے تو سب زمین ہی۔ تانا اور بانا ایک ہی سوتر کے دو
نام ہیں۔ مگر ہیں دونو سوتر ہی۔

ایسے ہی جنگل ایک ہے۔ اسمیں بہت اقسام کے درخت ہوتے ہیں۔
ویسے ہی بیج سے درخت پیدا ہوتا ہے۔ اور درخت سے بیج ہوتا ہے۔ دونو
ایک ہی ہیں۔ مگر نام الگ الگ ہیں۔ باپ سے بیٹا پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے
باپ میں اور بیٹے میں ایک ہی آتما ہے۔ اسلئے بیٹا باپ ہے اور باپ بیٹا
ہے۔ بہت کہنا سننا عبث ہے۔ یقیناً ہی سب میں ایک ہی چیتن آتما ہے
یہی ماننا پڑتا ہے۔ بھول کی وجہ سے انسان اصلی بات کو نہیں سمجھتا۔
سراب میں پانی نہیں ہے۔ مگر بھول سے انسان کو پانی دکھائی دیتا ہے

اور وہ اسمیں کپڑے اتار کر تیرنے کو تیار ہو جاتا ہے۔ رسی رسی ہے سانپ نہیں
مگر اندھیرے میں وہی رسی سانپ دکھائی دیتی ہے۔ اور انسان اس سے
ڈر کر اچھلتا اور بھاگتا ہے۔ اسی طرح جب تک انسان کے ہردے میں اگیان
روپی اندھکار رہتا ہے۔ اُسے اور کا اور دکھائی دیتا ہے۔ دیہہ اور آتما الگ
الگ ہیں۔ دیہہ ناشوان اور فانی ہے اور آتما اوناشی اور ابدی ہے۔ مگر
اگیانی کو جسکے دل میں اندھیرا ہے۔ دیہہ اور آتما ایک ہی معلوم ہوتے ہیں
اور جسم اور آتما دونوں ہی فانی دکھائی دیتے ہیں۔ اسی طرح ہر جگت میں ایک
ہی برھم دیاپک ہے۔ سب اجسام میں ایک ہی چیتن آتما ہے۔ مگر اگیانی ایسا نہیں
مانتا۔ اسواسطے دکھ بھوگتا ہے۔ جناب نظر فرماتے ہیں کہ ؎

یہ یکتائی یہ یکرنگی اور اس پر یہ قیامت ہے
نہ کم ہونا نہ بڑھنا اور ہزاروں گھٹ میں بٹ جانا

جیو آتما اور پرماتما میں کچھ بھید نہیں

یقیناً جیو آتما اور پرماتما میں کچھ بھید نہیں۔ دونوں ایک ہی آتما ہیں۔ جیو
کی اُپادھی انتہ کرن ہے اور پرماتما کی اُپادھی مایا ہے۔ جیو کی اپادھی چھوٹی
ہے۔ اور پرمیشور کی بڑی ہے جیسے دریائے گنگا کی بڑی دھارا میں کشتیاں
اور چھوٹے جہاز چلتے ہیں۔ اسی میں ہزاروں مگرمچھ اور مچھلیاں تیرتی ہیں۔ اور
اس کے کنارے پر ہزاروں لاکھوں لوگ اسنان کرتے ہیں۔ مگر وہی گنگا
جل اگر ایک گلاس میں بھر لیا جاوے۔ تو اسمیں نہ تو ناؤ اور جہاز ہونگے۔ نہ
مگرمچھ اور مچھلیاں ہونگی اور نہ کنارے پر لوگ اشنان کرتے ہوں گے۔ دراصل
گنگا کی بڑی دھارا میں جو جل ہے۔ وہی جل گلاس میں بھی ہے۔ وہ گنگا کا بڑا

پرواہ ہے اور گلاس میں تھوڑا جل ہے جس طرح دونو پانیوں کے ایک ہونے میں شک نہیں۔ اسی طرح جیوآتما اور پرماتما کے ایک ہونے میں بھی شک نہیں ہے۔ خلاصہ یہ کہ جیوآتما۔ پرماتما اور سب جگت میں ایک ہی برمھ ہے۔ جو اس بات کی تہ تک پہنچ جائیگا۔ وہ کس سے پریم کریگا اور کس سے نفرت؟ جب تک انسان اس بات کو اچھی طرح نہیں سمجھتا اور یہ بات اس کے دل پر نقش نہیں ہوتی۔ کہ جیوآتما میرے جسم میں ہے۔ وہی جگت کے سب پرانیوں میں ہے۔ تبھی تک وہ کسی کو اپنا اور کسی کو پرایا جانتا اور سکھ دکھ اٹھاتا ہے۔

کیولیہ اپنشد میں لکھا ہے کہ

"جو برمھ سب پرانیوں کا آتما۔ سمپورن وشو کا آدھار سوکھشم سے بھی سوکھشم اور نتیہ ہے وہ تُوہی ہے اور تُو وہی ہے"۔

کیسا صاف طور سے بتا دیا ہے۔ اپنشد ہی سب ویدوں کا سار اور برہم گیان کی کان ہیں۔ ان میں سب جگہ آتما کو ہی ایشور بتایا ہے۔ اسکے علاوہ دُنیا کے دیگر دھرم گرنتھوں۔ قرآن اور بائبل وغیرہ میں بھی یہی بات لکھی ہے۔ قرآن میں لا الہٰ الا اللہ کا یہی ارتھ ہے۔ کہ آتما کے سوائے دوسرا کوئی ایشور نہیں ہے۔ بائبل میں بھی عیسےٰ مسیح نے کہا ہے۔

Ye are the living Temples of God.

ارتھات۔ تم ایشور کے زندہ مندر ہو۔ ارتھات۔ تت توم اسی۔ وہ تم ہی ہو۔

سم درشٹی کو ہی موکھش ملتی ہے

سب جگت میں ایک ہی برمھ یا چیتن آتما ویاپک ہے۔ اس بات کو جانے سمجھے

بنا انسان سم درشٹی نہیں ہو سکتا۔ اسلیئے ہم نے اس بات کو ذرا تفصیل سے بیان کیا ہے۔ سم درشٹی ہونے سے انسان کے سب دکھ اور کلیش چھوٹ جاتے ہیں۔ اور بیان سے باہر پرم آنند کی پراپتی ہوتی ہے۔ سنسار بندھن کٹ جاتا ہے۔ اواگون کا جھگڑا مٹ جاتا ہے۔ پرانی کو بار بار جنم لینا اور مرنا نہیں پڑتا۔ اور اسکی موکھش ہو جاتی ہے۔ سوامی شنکر آچاریہ جی مہاراج کہتے ہیں۔

"ہے انسان! اگر تو موکھش یا وشنو پد کی خواہش کرتا ہے تو دشمن اور دوست اور بیٹے اور سمبندھیوں سے منتر یا شترتا (محبت یا نفرت) مت کر۔ مطلب یہ کہ سب کو ایک نظر سے دیکھ کسی میں بھید نہ سمجھ۔"

خلاصہ یہ ہے۔ اگر مکتی یا پرم آنند چاہتے ہو۔ تو سب جگت میں اپنے ہی آتما کو دیکھو۔ کسی کو اپنا اور کسی کو پرایا۔ کسی کو دشمن اور کسی کو دوست مت سمجھو۔

نویدن اس ماہ میں مہاتما بھرتری ہری جی کا ویراگ شتک ختم ہوا۔ خریداران سکھ ساگر نے نیتی شتک اور ویراگیہ شتک کے پاٹھ سے خوب آنند لابھ کیا۔ اب ماہ اگست سے سکھ ساگر میں اپنشد گیان مالا کے شروع کرنے کا وچار ہے۔ اس سے پہلے ایش کین۔ کٹھ اور پرشن اپنشد شائع ہو چکے ہیں۔ منڈک کا بھی تھوڑا سا حصہ چھپ چکا ہے اب ماہ اگست سے منڈک اپنشد کا بقایا حصہ شائع ہوگا۔ جو بھائی ہمیں اپنشدوں کی ویاکھیا کیلیئے بار بار تاکید کرتے رہتے ہیں۔ ان سے نویدن ہے کہ وہ حتی الوسع سکھ ساگر کیلیئے نئے خریدار بنا کر مشکور کریں۔

مینجر سکھ ساگر لاہور

معرفت کے اشعار

آخر کو عشق کفر سے ایمان ہو گیا ؛ میں بُت پرستیوں سے مسلمان ہو گیا
کعبے جانا بھی تو بُت خانے سے ہو کر زاہد ؛ دور اس راہ سے اللہ کا گھر کچھ بھی نہیں
تیری صورت کو دیکھتا ہوں میں ؛ اسکی صورت کو دیکھتا ہوں میں
یہاں بھی تو وہاں بھی تو زمیں تیرا فلک تیرا ؛ کہیں ہم نے پتہ پایا نہ ہرگز آج تک تیرا
رہے مشتاق جلوۂ دیدار ؛ ہم نے مانا نظر نہیں آتا
دیکھ کر دیکھنا ہے ذوق کہ وہ پردہ نشین ؛ دیدۂ روزنِ دل سے ہے دکھائی دیتا
اصل شہود و شاہد و مشہود ایک ہے ؛ حیراں ہوں پھر مشاہدہ ہے کس حساب میں

مطلب یہ کہ جب دیکھنے والا - درشیہ اور درشتا ایک ہی ہے - جب سب میں ایک ہی ایشور ہے - تب پھر کسکو دیکھا جاوے - سارے سنسار میں برہم دیا پک ہے اور وہ میں خود ہوں - یہ مطلب ہے -

قطرے میں دجلہ دکھائی نہ دے جزو میں کُل
کھیل لڑکوں کا ہوا دیدۂ بینا نہ ہوا

مطلب یہ کہ بوند میں جس نے سمندر کو نہ دیکھا اور جزو میں کُل کو نہ دیکھا - تب وہ دیدۂ بینا یا گیان کی آنکھ ہی کیا ہوئی - آتم ساکھشتکار کوئی بچوں کا کھیل تھوڑے ہی ہے - اسمیں شدھ ادویت بھاؤ دکھایا ہے -

دانہ خرمن ہے ہمیں قطرہ ہے دریا ہم کو ؛ آئے ہے جز میں نظر کُل کا تماشہ ہم کو
وہ پہلو میں بیٹھے ہیں اور بدگمانی ۔ لئے پھرتی مجھ کو کہیں کا کہیں ہے

مطلب یہ کہ وہ ایشور تو میرے پہلو میں ، نہایت پاس ہی بلکہ میرے دل میں بیٹھا

ہے۔ مگر بھرم کی وجہ سے بن لٹے جہاں تہاں کھوجتا پھرتا ہوں۔

تیری بندہ نوازی ہفت کشور بخش دیتی ہے ؛ جو تو میرا جہاں میرا عرب میرا عجم میرا
صفات و ذات میں یکتا ہے تو اے واحد مطلق ؛ نہ کوئی تیرا ثانی ہے نہ کوئی شریک تیرا

حسن انسان کو سگ دنیا نہ پایا ؛ فرشتہ اس کا ہم پایہ نہ پایا

کریں جدائی کا کس کس کی رنج ہم اے ذوق ؛ کہ ہونیوالے ہیں سب ہم سے عنقریب جدا
مطلب نہ کفر سے ہے نہ اسلام سے ہے کام ؛ دل دے کے اے صنم تجھے سب سے بری ہوئے
آپ آئینہ ہستی میں ہے تو اپنا حریف ؛ ورنہ یاں کون تھا جو تیرے مقابل ہوتا

جب عاشق مست فقیر ہوئے تب کیا دلگیری ہے بابا

ہیں عاشق اور معشوق جہاں وان شاہ وزیری ہے بابا
نے رونا ہے نے دھونا ہے نے دردِ اسیری ہے بابا
دن رات بہاریں چہلیں ہیں اور عیش سیفری ہے بابا
جو عاشق ہوئے سو جانیں ہیں یہ بھید فقیری ہے بابا
ہر آن ہنسی ہر آن خوشی ہر وقت امیری ہے بابا
جب عاشق مست فقیر ہوئے پھر کیا دلگیری ہے بابا

کچھ ظلم نہیں کچھ زور نہیں۔ کچھ درد نہیں فریاد نہیں
کچھ قید نہیں کچھ بند نہیں۔ کچھ جبر نہیں آزاد نہیں
شاگرد نہیں۔ استاد نہیں۔ ویران نہیں آباد نہیں
ہیں جتنی باتیں دنیا کی سب بھول گئے کچھ یاد نہیں

ہر آن ہنسی ہر آن خوشی ہر وقت امیری ہے بابا
جب عاشق مست فقیر ہوئے پھر کیا دلگیری ہے بابا

جس سمت نظر کر دیکھتے ہیں اس دلبر کی پھلواڑی ہے
کہیں سبزی کی ہریالی ہے کہیں پھولوں کی گلکاری ہے
دن رات مگن خوش بیٹھے ہیں اور آس اسی کی بھاری ہے
بس آپ ہی وہ داتاری ہیں اور آپ ہی وہ بھنڈاری ہے
ہر آن ہنسی ہر آن خوشی ہر وقت امیری ہے بابا
جب عاشق مست فقیر ہوئے پھر کیا دلگیری ہے بابا

ہم چاکر جس کے حسن کے ہیں وہ دلبر سب سے اعلےٰ ہے
اس نے ہی ہم کو جی بخشا اس نے ہی ہم کو پالا ہے
دل اپنا بھولا بھالا ہے اور عشق بڑا متوالا ہے
کیا کہیے اور نظیرؔ آگے اب کون سمجھنے والا ہے
ہر آن ہنسی ہر آن خوشی ہر وقت امیری ہے بابا
جب عاشق مست فقیر ہوئے تب کیا دلگیری ہے بابا

مارتنڈ کا کرشن نمبر

بڑی دھوم دھام سے ۲۰ اگست کو شائع ہو رہا ہے - اسمیں کئی رنگین کی تصاویر اور رنگینی تصاویر ہوں گی - مضامین بھگوان کرشن کی بھگتی سے شرابور ہوں گے - حجم ۱۲۰ صفحات - قیمت فی پرچہ معہ محصولڈاک ۱۱ رہو گی - جو بھائی مارتنڈ کے خریدار نہیں ہیں - وہ ۱۱ کے ٹکٹ بھیجکر کرشن نمبر ضرور منگا دیں +

منیجر مارتنڈ لاہور

وشے پانچ ہیں یا ایک؟

میرے پیارے بھائیو! یہ تو آپ نے سنا ہی ہوگا۔ کہ آنکھ۔ ناک۔ کان۔ زبان اور توچا کے پانچ وشے ہیں۔ شاستروں میں بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ اور محققوں نے بھی یہی تحقیق کیا ہے۔ مگر اس بات کو اگر سمادھست ہوکر وچارا جاوے۔ کہ وشے پانچ نہیں بلکہ ایک ہی ہے مثلاً کان کا وشہ۔ سنتے سنتے تم نہیں سنتے ہو اور پوچھنے پر کہتے ہو۔ کہ میری توجہ نہیں تھی۔ آنکھ کا وشہ۔ اکثر ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ کئی چیزیں تمہارے سامنے سے گذر جاتی ہیں۔ مگر تم تفصیلوار ان کو بیان نہیں کرسکتے۔ کہ کیا کیا چیزیں تم نے دیکھیں۔ کیونکہ تمہاری توجہ ادھر پوری طرح نہیں تھی۔ زبان کا وشے؛ جب آدمی کو بخار آتا ہے۔ تو چونکہ توجہ بخار کی طرف ہوتی ہے اس لئے ذائقہ بھی جیسا چاہیئے۔ نہیں رہتا

ناک کا وشے۔ اسی طرح ناک بھی زکام کے دنوں میں اپنا کام ٹھیک نہیں دیتا۔ اور ایسے ہی بیماری کے دنوں میں توچا کا وشے بھی بے سود ہوجاتا ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوا۔ کہ وشے گرہن کرنے کا کام پانچ اندریوں کا نہیں بلکہ ان کے گورو گھنٹال من کا کام ہے۔ اور پانچ گیان اندریوں کو اس کے منہ کہہ سکتے ہیں۔ اور ان کو زیر و زبر کردینے کا کام بیماری کے ہاتھ میں ہے۔ کہا جاتا ہے۔ کہ جب تک وشے نہ جیتے جاویں۔ تب تک اصلی آنند کی کوئی صورت نہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ ان کو کس طرح سے جیتا جاوے؟ ان کے جیتنے کے صرف دوہی طریقے ہوسکتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ من کو ان [illegible]ت سے کھینچ لیا جاوے اور دوسرا یہ کہ بیماری کا آشرہ لیا جاوے۔

اب رہی یہ بات - کہ دونو میں سے کونسی بات پر عمل کیا جاوے - اس کا جواب صاف ہے - کہ پہلا طریقہ ہی سب سے اوتم ہے - اور اسی طرح سے پورے طور پر وشیوں پر قابو پایا جا سکتا ہے - کیونکہ اگر ایسی ترکیب کی جاوے - کہ ہم ہمیشہ ہی بیمار بنے رہیں تو یہ ناممکن ہے - کیونکہ جب بیماری بھاگ گئی - تو پھر نہ ہی وشے اور وہی تم - ہاں اگر

من کو بس میں کرنیکا نسخہ

ہاتھ لگ جاوے - تو پو بارہ ہیں - مگر یاد رکھو - کہ یہ من کبھی خالی نہیں رہتا - پس جب اس کو وشیوں کی طرف سے کھینچ لیا - تو سوال پیدا ہوتا ہے - کہ اس کو کہاں لگایا جاوے اس کا جواب تم کو اگلی سطور میں ملے گا -

جپ - تپ - گیان - دھیان - پوجا پاٹھ - بھجن سندھیا - نماز روزہ اور پرارتھنا وغیرہ سب اسی کو قابو میں کرنے کے واسطے کئے جاتے ہیں - مندر - گرجا - شوالہ - ٹھاکر دوارے اور مسجدیں وغیرہ سب اسی چڑیا کے پھنسانے کے واسطے جال ہیں - مگر کیا کریں یار! جب مدعی سست ہو - گواہ کیا کرے اور اگر جال والا بے پرواہ ہو - تو جال کیا کرے؟ جب تم لوگ ایسے مقدس مقاموں میں جا کر بھی اپنے من کو بس میں کرنے کی کوشش نہیں کرتے - اور چاہتے ہو - کہ من بس میں ہو جاوے - تو اس کا ذمہ وار کون ہے؟ لو - آج سے ہوشیار ہو جاؤ - جب تم پرارتھنا یا سندھیا بندن وغیرہ کرو - تو اس بات کا عزم کرنا - کہ ہم آج من کو ضرور پکڑ لیں گے - یہ خیال مت کرو - کہ دو دن یا مہینہ دو مہینہ ہو گئے - اور من بس میں نہیں ہوا - یارو! ذرا غور تو کرو - کہ معمولی طور پر انٹرنیس پاس کرنے کے لئے دس برس درکار ہیں - نوکری کی تلاش میں کئی سال لگ جاتے ہیں - اناج پیدا کرنے کے لئے بھی ایک آدھ سال کی ضرورت ہے - خود تمہارے پیدا ہونے میں دس ماہ لگتے ہیں - اس واسطے اگر من جیسی نایاب چیز - سینکڑوں سال

یں ہاتھ لگ جاوے۔ تو بھی سدھی ہے۔ اسی وجہ سے شریمد بھگوت گیتا میں بھگوان
نے کہا ہے۔ کہ انیک جنموں میں آدمی سدھی کو پراپت ہوتا ہے۔

سدھی کے معنی یہ نہ سمجھنا۔ کہ کسی کے دل کی بات معلوم کر لی۔ روپیہ پیسہ ہاتھ لگ
گیا یا اور اسی قسم کی اور کوئی سدھی حاصل کر لی۔ یہ سدھیاں آدمی کو شانتی کے مندر
میں نہیں پہنچا سکتیں۔ کیونکہ

سب سے بڑی سدھی من کو قابو کرنا ہے

جب تک تم من پر قابو نہیں پاتے۔ ہرگز ہرگز آزاد نہیں ہو سکتے۔ اور جو آزاد نہیں ہے۔
وہ قیدی ہے اور قیدی کو سکھ کہاں؟

اس بڑی قید سے رہائی پانے کی ترکیب صرف یہی ہے۔ کہ تم اپنے من کو اپنے
قابو میں کرو۔ یہی سب سے بڑی سدھی ہے۔ اس سے پرے کوئی آنند نہیں ہے۔ اسی
کو برہم آنند کہتے ہیں۔ جب تک من تمہارے قابو میں نہیں۔ تم خواہ دیوتاؤں کے
راجہ اندر یا اُن کے گورو برہسپتی بن جاؤ۔ ایک قیدی سے بڑھ کر حیثیت نہیں رکھتے

سندھیا کے معنی اچھی طرح دھیان کرنے کے ہیں۔ میل ملاپ بھی اس کا ارتھ
ہے جیس طرح سندھیا کے وقت دن رات کا میل ہوتا ہے۔ ویسے ہی تمہارے اندر
بھی اندریوں اور من بدھی وغیرہ کا آتما سے میل ہونا چاہیئے۔ لوگ بھی اسی کو کہتے
ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ اس وقت اندریاں اور بدھی وغیرہ سب حاضر ہو
ہیں۔ مگر من غیر حاضر رہتا ہے۔ اندریاں فوج ہیں اور من سپہ سالار ہے۔ پس
سپہ سالار کے بغیر فوج کس کام کی؟ یاد رکھو۔ جب تک من حاضر نہ ہوگا۔ تب تک کام
نہ بنے گا۔ کم از کم ایسے وقت میں اس کی حاضری از بس ضروری ہے۔

روایت ہے۔ کہ ایک بادشاہ جمعہ کی نماز پڑھنے مسجد میں آیا۔ وہاں یہ دیکھ کر کہ

ایک فقیر نماز میں شامل نہیں ہُوا۔ اس کو بڑا غصہ آیا۔ اور کہا۔ کہ اس کافر کو کہو کہ نماز میں شریک ہو۔ ورنہ سزا پائے گا۔ فقیر خدا رسیدہ تھا۔ کہا۔ کہ بادشاہی اور فقیری نماز میں فرق ہوتا ہے۔ چونکہ آپ بادشاہ ہیں۔ اس لئے شاہی نماز پڑھتے ہیں۔ اور میں فقیر ہوں۔ اس لئے نماز بھی فقیری پڑھتا ہوں اور بادشاہ سے دُور رہتا ہوں تاکہ اس کے گھوڑے کی دولتی نہ لگ جاوے۔ کیونکہ بادشاہ نماز کے وقت بھی گھوڑے پر سوار ہوتے ہیں۔ اور خدا کے سامنے بھی بادشاہی بُو دماغ سے نہیں نکلتی۔

بادشاہ یہ سن کر بہت شرمندہ ہُوا۔ کیونکہ بظاہر تو وہ نماز پڑھنے گیا تھا۔ مگر دل میں یہ کہ رہا تھا۔ کہ نماز پڑھ کر عربی گھوڑے پر چڑھیں گے۔

پس اے عزیز! اسی برتے پر تم کہتے ہو۔ کہ نماز پڑھتے اور سندھیا کرتے ہیں؟ جب یہ حالت ہے۔ تو سندھیا کیا خاک ہوگی؟ تبھی تم کہتے ہو کہ صاحب! من نہیں ٹھیرتا۔ وشے ستاتے ہیں۔ دھیان تو رکھو دُنیا میں اور ملے خدا۔ یہ ناممکن ہے کہ بوؤ گیہوں اور کاٹو امر پھل۔ یہ بھلا کب ہو سکتا ہے۔

اے بھُولے انسان! حراساں مت ہو۔ ایک ترکیب تیری رہائی کی لکھتے ہیں۔ اگر عمل کرے گا۔ پھل پاویگا

آج سے سچے دل سے کوشش کر۔ کہ چوبیس گھنٹوں میں کوئی سا وقت ایشور کو یاد کرنے کے لئے مقرر کر۔ (سب سے اچھا وقت تو سورج نکلنے سے تین گھنٹہ پہلے کا ہے) اور اس وقت یہ خیال کر۔ کہ سرب شکتیمان سرب انتریامی ایشور تیرے سامنے موجود ہے۔ اُن سے سچے دل سے پرارتھنا کر۔ کہ وہ تم کو گناہوں سے بچنے کی طاقت بخشیں۔ ایسی حالت دن رات میں کم از کم دو گھنٹہ محسوس کیا کر۔ ہم اقرار کرتے ہیں کہ اگر سال بھر ایسا کرتا رہے گا۔ تو تجھے ہر وقت یہ محسوس ہوگا۔ کہ ایشور تیرے سامنے ہے۔

اور جب ایسا محسوس ہونے لگے گا۔ تو کوئی پاپ ہونا غیر ممکن ہے۔ اور اگر پاپ نہ ہوگا تو سزا یا دکھ بھی کہاں رہے گا؟

توبہ کرنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تم دن رات تو پاپ کرتے رہو۔ اور لمحہ بھر کے لئے خدا کو بہکانے کے لئے توبہ کر لو۔ فرض کرو۔ کہ تمہارے نوکر نے تمہاری نہایت ہی قیمتی گھڑی توڑ دی۔ جب تم نے اسے ڈانٹا۔ تو اس نے اقرار کیا۔ کہ جناب! اب تو قصور ہوا۔ توبہ کرتا ہوں۔ آئندہ ایسی غلطی نہ ہوگی۔ ابھی ابھی تو وہ توبہ کر کے گیا ہے۔ اور ابھی تمہاری میز کے کاغذات اور قیمتی کتابیں جلا کر تاپ رہا ہے۔ پھر تم نے سرزنش کی۔ پھر اس نے توبہ کی۔ اور اب کی بار بھی تم نے کلیجے پر پتھر رکھ کر معاف کر دیا۔ اور دوسرے دن اس نے تمہارے سب کپڑے اٹھا کر کنوئیں میں پھینک دیئے۔ سچ کہنا۔ جب تمہیں یہ بات معلوم ہوگی۔ تو تمہارے دل پر کیا گذرے گی۔ تم فی الفور اس کے لئے گردن زدنی کا حکم دو گے یا نہیں؟

آج تم بھی اقرار کرو۔ کہ خدا تم کو کتنی بار معاف کرے۔ ایک۔ دو۔ تین اچھا چلو سو بار معاف کر دے گا۔ لیکن یاد رکھو۔ اگر سو سے ایک بار بھی زیادہ ہوا۔ تو کرشن کا چکر تمہارا سر ششو پال کے سر کی طرح اڑا دے گا۔

من کو قابو میں کرنے کے لئے سب سے پہلی بات

یہ ہے۔ کہ تم سب دنیوی چیزوں کو ہیچ مانو۔ جب تک تمہارے دل میں سنسار کے جھوٹے سکھ بسے ہیں۔ ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ من کبھی بس میں نہیں ہو سکتا اور جب تم کو یہ نشچے ہو گیا۔ کہ سب دنیوی چیزوں میں سکھ نہیں بلکہ دکھ ہے۔ اسی وقت من اپنی چوکڑی بھول جاویگا۔ اس لئے اس وقت وہ تمہارے قابو میں ہے۔ جو چاہو سو کرو۔ خواہ فقیری میں لگاؤ۔ خواہ بھگتی میں۔ اس سے خواہ دنیا خرید و خواہ دین اور

خواہ دین اور دُنیا سب کچھ لٹا کر شہنشاہ بن جاؤ۔ یا بڑے اونچے مینار پر چڑھ جاؤ
جہاں سے تم سب کو دیکھو اور تمہیں کوئی نہ دیکھ سکے۔
جب تک آدمی زمین پر کھڑا ہوتا ہے۔ تب تک بڑے چھوٹے امیر غریب۔
دوست اور دشمن میں فرق رہتا ہے۔ اور جب وہ ایک پہاڑ کی بلند چوٹی پر چڑھ
جاوے۔ تو یہ فرق جاتا رہتا ہے۔ پس من سے بڑھ کر کوئی اونچی جگہ نہیں ہے۔
تم اپنے من پر سوار ہو جاؤ۔ اور سواری کا مزا لو۔ سنسار کی سب سواریاں اس کے
مقابلے میں ہیچ ہیں۔

سوچ کر لے ابتدا میں انتہا کیواسطے

راضی رکھ خلقت کو خالق کی رضا کے واسطے
دوستی کر حق کے بندوں سے خدا کے واسطے
غم میں جو دُنیا کی خاطر مُبتلا ہوتا ہے تو
بے اجل مرتا ہے کیوں؟ اس بیوفا کیواسطے
فکر کر بہرِ خدا آغاز میں انجام کا
سوچ کر لے ابتدا میں انتہا کے واسطے
دردِ دل کے واسطے ایسا مسیحا کر تلاش
ایک دم جس کی دوا ہو بے دوا کیواسطے
جاوے دروازہ پہ خلقت کے خدا کو چھوڑ کر
کب مناسب ہے بھلا اس بینوا کے واسطے
ایک ہی گھر بس ہے اس بیکس سوالی کے لئے

ایک در کافی ہے اس عاجز گدا کے واسطے
رات دن ڈھیلے ڈھوں کے واسطے محنت کریں
ہے یہ مشکل درد سر بے دست و پا کیواسطے

کافی

میں گھر دلبر دے جانی ہاں
سب دکھڑے کھول سنانی ہاں

عشق تیرے دی لگی بیماری
کدھی نہ لئی آ خبر ہماری
طلب تیری وچ عمر گذاری
میں مڑ مڑ کوٹھے تھانی ہاں

میں گھر دلبر دے جانی ہاں
سب دکھڑے کھول سنانی ہاں

کھس کے دل جا بیٹھوں اوہلے
ساڑ ساڑ سمیتوں کیتو کولے
بوہے تیری زلفاں کھولے
میں دھونی بیٹھ رمانی ہاں

میں گھر دلبر دے جانی ہاں
سب دکھڑے کھول سنانی ہاں

کوٹھے تے چڑھ دیتی آں ہوکا
عشق کما دے کوئی نہ لوکا
لہو چھانن تے ہڈاں دا سوکا
اس نیہے نوں پچھتانی ہاں

میں گھر دلبر دے جانی ہاں
سب دکھڑے کھول سنانی ہاں

پریت تیری نے وطن چھڑایا
خستہ خوار پردیس پھرایا

دُکھاں سُولاں نے گھیرا پایا — ہیں در در جھڑکاں کھانی ہاں
میں دلبر دے گھر جانی ہاں
سب دُکھڑے پھول سنانی ہاں

اجے نہ ملیوں کرماں والے — اوچھی پریت تیری شرماں والے
ترس نہیں دِل پتھر پا لے — جا چکھا تے تیج وچھانی ہاں
میں دلبر دے گھر جانی ہاں
سب دُکھڑے پھول سنانی ہاں

بہت ہوئی ہُن آ مِل پیارے — اِس دُکھنی نوں چرنی لا لے
اُڈیکاں کر کر چِٹے ہوئے کالے — میں اجے وی تدھ نہیں بھانی ہاں
میں گھر دلبر دے جانی ہاں
سب دُکھڑے کھول سُنانی ہاں

بس کر ہُن میرے گھر آ جا — میں کوجھی دل پھیرا پا جا
دروان بھری نوں گلے لگا جا — تاں گوبند عیش منانی ہاں
میں گھر دلبر دے جانی ہاں
سب دُکھڑے کھول سنانی ہاں

بھگوان کرشن چندر آنند کند کے پوتر جنم کی یادگار میں رسالہ

مارتنڈ لاہور کا کرشن نمبر

۲۰ اگست ۱۹۳۲ء کو شائع ہوگا

اس سال جنم اشٹمی کا پوتر تیوہار ۲۴ اگست ۱۹۳۲ء بروز بدھ وار کو ہوگا اسلئے مارتنڈ کا اگست کا پرچہ ہی شری کرشن نمبر ہوگا۔ آہا بھگوان کی اپار دیا سے ہمیں ایک بار پھر اپنے جیون میں بھگوان کے پوتر لیلا گان کر کے اپنے جیون کو پوتر کرنے کا موقعہ ملیگا اور بھگوان کے پوتر جیون کی منوہر گھٹناؤں سے ہم اپنے اور اپنے پیارے مارتنڈ کے خریداروں کے ہردیوں کو ممنون کریں گے۔ کیونکہ بھگوان کی منوہارنی پوتر لیلائیں امرت سے بھی بڑھ کر سکھدائینی ہیں۔ پچھلے سال جو ہم نے کرشن نمبر نکالا تھا۔ وہ بہت ہی پسند کیا گیا تھا اور شردھالو بھائی اب تک اس کا پاٹھ کر کے اپنے جنم کو سپھل کرتے ہیں اور بہت سے بھائی اسے ایک پوتر وستو سمجھ کر ہمیشہ اپنے پاس رکھتے ہیں۔ اور سچ تو یہ ہے کہ مارتنڈ کا وہ کرشن نمبر پریمی بھگتوں کو زندگی بھر پریم اور بھگتی کا امرت پان کراتا رہے گا۔ مگر

اس سال کا کرشن نمبر پہلے سے بہت بڑھیا شائع ہوگا

اس کرشن نمبر میں تین فوٹو بلاک کی تصاویر اور لیتھو کی بہت سی تصاویر

ہوں گی جنمیں بھگوان کے جیون کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی جاویگی اور مضامین کے بارے میں آپ سے صرف اتنا ہی عرض کرتا ہوں۔ کہ اس دفعہ بھگتی اور پربھو پریم کے ایسے ایسے منوہر مضامین ہوں گے۔ بھجن اور نظمیں ہوں گی۔ کہ ایک بار تو ہمارے پریمی پھڑک اٹھینگے۔ حجم ۱۲۸ صفحات اور قیمت بدستور سابق چھ آنہ ہوگی :-

کرشن پریمیوں سے نویدن

میرے پیارے بھائیو! کرشن نمبر کو آپ کے لئے ہر طرح سے مفید بنانے کے لئے ہمارا جو فرض ہے۔ اُسے ہم پورا کرینگے۔ لیکن ایک فرض آپ کا بھی ہے۔ وہ یہ کہ مارتنڈ کے سب پریمی بھائی کم از کم پانچ پانچ کاپیاں کرشن نمبر کی جنم اشٹمی کے دن اپنے عزیزوں اور دوستوں کی بھینٹ کرنے کے لئے ضرور منگا دیں۔ اس کے علاوہ اپنے اپنے شہر اور قصبوں کے تعلیم یافتہ بھائیوں کو کرشن نمبر کی خریداری پر مائل کریں۔ سناتن دھرم آدھی سبھاؤں میں اپنے رسوخ کو کام میں لاکر کثیر تعداد میں مارتنڈ کا کرشن نمبر منگانے کے لئے ان کو ترغیب دیویں۔ غرضیکہ کرشن نمبر کی اشاعت بڑھانے میں ہر طرح سے ہمارا ہاتھ بٹا دیں۔ اس وقت اتنا ہی نویدن آپ بھائیوں سے کرتا ہے :-

سب بھائیوں کا سیوک

"پرمارتھی"

ایڈیٹر مارتنڈ کا خریدارانِ مارتنڈ اور دھرم سبھاؤں سے نویدن

میرے پیارے دھرم پریمی بھائیو! بھگوان کرشن چندر آنند کند آپ کے آنند کو بڑھا دیں۔

جیسا کہ آپ بھائیوں کو اچھی طرح معلوم ہے اس سال مارتنڈ کا کرشن نمبر ۲۰ اگست ۱۹۳۲ء کو شائع ہونے والا ہے اور یہ سابقہ سال کے کرشن نمبروں سے بھی بہت بڑھ چڑھ کر ہوگا۔ ہم ابھی سے اسکی تیاریوں میں لگ گئے ہیں۔ اور اپنے فرض کو خوب سمجھتے ہیں۔ اب آپ بھائیوں کا فرض ہے کہ جہاں تک آپ سے ہو سکے۔ کرشن نمبر کی توسیع اشاعت میں ہماری امداد فرمائیں۔ دوسرے اخبارات اپنے خاص نمبروں میں اشتہاروں کے ذریعے ہزاروں روپے کما لیتے ہیں۔ لیکن مارتنڈ کا کرشن نمبر محض دھرم اور بھگوان کرشن چندر کے یش وستار کے لئے ہی شائع کیا جاتا ہے۔ اس لئے اسمیں باہر کے اشتہارات نہیں لئے جاتے۔ اسوجہ سے بھی مارتنڈ کا کرشن نمبر آپ کی امداد کا خاص طور پر مستحق ہے۔ اس کی اشاعت جتنی زیادہ ہوگی۔ اتنی ہی دھرم پرچار میں سہایتا ملے گی۔ اس لئے مارتنڈ کے سب کرشن بھگت پریمیوں سے ہماری التجا ہے۔ کہ

ہر ایک بھائی اپنے دوستوں اور رشتہ داروں کو نذر کرنے کیلئے کرشن نمبر کی کم از کم پانچ کاپیاں (اور حسب ضرورت زیادہ) منگوا کر مشکور کرے۔ اور جنم اشٹمی کے شبھ موقعہ پر اپنے متروں اور دیگر مستحق اصحاب کی بھینٹ کرکے

بھگوان کرشن کے ساتھ اپنے پریم کا عملی ثبوت دیویے۔ مارتنڈ کا کرشن نمبر جیسا عمدہ شائع ہو رہا ہے۔ اس کے مطابق اس کی قیمت اگر ایک روپیہ بھی رکھی جاتی۔ تو بھی واجب تھی۔ مگر ہم نے دھرم پرچار کی خاطر اس بیش بہا تحفے کی قیمت صرف ۶ فی پرچہ معہ محصولڈاک رکھی ہے۔ اور پانچ کاپیوں کی قیمت ۱۴؍ معہ محصولڈاک ، بذریعہ وی پی ۱۴؍ رکھی ہے۔ زیادہ کاپیوں کی مندرجہ ذیل قیمت ہوگی۔

کرشن نمبر کی قیمت کا نقشہ

پانچ کاپی کی قیمت ایک روپیہ چودہ آنہ معہ محصولڈاک، اور بذریعہ وی پی دو روپیہ ایک آنہ ہوگی۔

دس کاپی	پچیس کاپی	پچاس کاپی	یکصد کاپی
تین روپے دو آنہ	سات روپے	تیرہ روپے	پچیس روپے

(۱) محصولڈاک و خرچ ریلوے پارسل بذمہ خریدار ہوگا۔

(۲) پانچ سے زیادہ کاپیاں منگانے والے بھائی نزدیکی ریلوے اسٹیشن کا نام ضرور لکھیں۔ (۳) مارتنڈ کے سب خریداراں کم از کم پانچ کاپیوں کے آرڈر فوراً بھیج دیویں۔ اور ساتھ ہی ۱۴؍ رعایتی قیمت بھی بذریعہ منی آرڈر بھیجکر مشکور کریں۔ جو بھائی پانچ سے زیادہ کاپیاں منگوانا چاہیں۔ وہ بھی ۱۵ اگست سے پہلے پہلے اپنی فرمائشیں معہ قیمت کے بھیجکر مشکور کریں۔

(۴) جو بھائی ہماری معرفت پرچہ جات بھجوانا چاہیں۔ وہ قیمت کے ساتھ جن جن بھائیوں کو بھجوانا چاہیں۔ ان کے نام و پتہ خوشخط تحریر یا دیں۔ نوید کہ

مینیجر مارتنڈ اسپد میٹھا بازار، لاہور

چالیس روحانی و اخلاقی گلدستے

جن کے مطالعہ سے کسی بھائی کو محروم نہ رہنا چاہئے

پیارے بھائیو! اگر آپ اپنے جیون کو دھارمک اور پوتر بنا کر سچا سکھ حاصل کرنا چاہیں۔ تو شریمان پرمارتھی جی کے تیار کردہ چالیس روحانی و اخلاقی گلدستوں کا پاٹھ کریں۔ ان کے مطالعہ سے آپ کو خاص آنند ملیگا۔ ان سب گلدستوں کی یکمشت خریداری پر ہم نے خاص رعایت رکھی ہے۔ ان سب کی مجموعی قیمت ساڑھے نو روپیہ اور محصولڈاک ۸ ملا کر کل آٹھ روپیہ دو آنہ کا وی پی کیا جاویگا۔

(۲) جو بھائی ان گلدستوں کی خریداری کے ساتھ رسالہ مارتنڈ کی خریداری بھی قبول فرمائینگے۔ ان کی خدمت میں لعہ۸ کی بجائے صرف گیارہ روپیہ کا وی پی ہوگا۔ مارتنڈ و سکھ ساگر کی سالانہ خریداری اور چالیس گلدستوں کی رعایتی قیمت صرف ساڑھے بارہ روپے ہے۔

چالیس روحانی و اخلاقی گلدستوں کے نام معہ قیمت و تشریح کے

نمبر	نام	قیمت	نمبر	نام	قیمت
۱	اوم کی مہما اور جپ کی ودھی	۳ر	۷	ادھیاتم یوگ	۶ر
۲	گائتری کی مہما اور جپ کی ودھی	۴ر	۸	ویراگ سندیش	۸ر
۳	اشٹاوش شلوکی گیتا معہ ترجمہ تشریح	۳ر	۹	فتح مند زندگی	۵ر
۴	جیبی گیتا برائے روزانہ پاٹھ	۳ر	۱۰	دھرم کی ویاکھیا	۲ر
۵	گیتا ہمیں کیا سکھلاتی ہے؟	۲ر	۱۱	غصہ دور کرنے کی تدابیر .	۳ر
۶	شری کرشن چرتر اور شریمد بھگوت گیتا کی مہما	۶ر	۱۲	بھگوان نام جپ مہاتم	۵ر

نمبر	نام	قیمت	نمبر	نام	قیمت
۱۳	راہ نجات کی ابتدائی منزلیں	۳/	۲۹	سورج بھیدی و پرانایام	۳/
۱۴	خوشی اور کامیابی کے بنیادی اصول	۳/	۳۰	مکمل تندرستی کے حصول کا آسان طریقہ	۴/
۱۵	جیسے چاہو ویسے بن جاؤ . .	۳/	۳۱	مکمل صحت اور خوشی حاصل کرنے کے وسائل	۴/
۱۶	شانتی کی دولت . . .	۴/			
۱۷	برہم چریہ کے سادھن . .	۲/	۳۲	دودھ چکتسا . . .	۲/
۱۸	اپنے خیرخواہ بنو . . .	۴/	۳۳	شہد چکتسا	۴/
۱۹	آئینہ سداچار اور قوت خیال	۳/	۳۴	مہاتما بدھ کا جیون چرتر یا شانتی کا سوپان	۶/
۲۰	بھگوان رام کے اپدیش	۲/			
۲۱	اچھی عادتیں ڈالنے کی تعلیم	۴/	۳۵	ستی بہولا کی پتی بھگتی	۵/
۲۲	فرائض انسانی یا منش کرتویہ	۳/	۳۶	استری رتن کتھائیں (زرین دیویوں کی)	۸/
۲۳	اندر شکتی کا وکاش یا سو سال کی عمر حاصل کرنا	۴/	۳۷	مہارانی چنتا اور شری وتس (پراچین کتھا)	۳/
۲۴	دماغی طاقت بڑھانے کا طریقہ	۳/			
۲۵	پوتر جیون ارتھات بہشت کی سیر	۳/	۳۸	گلدستہ ظرافت (دل بہلاوے کا سامان)	۸/
۲۶	جیون مکتی	۳/	۳۹	چھوٹے بھائی کا پریم	۴/
۲۷	بھجن مالا - ایشور بھگتی کے منوہر بھجن	۳/	۴۰	مقدمہ بازی کا برا نتیجہ (دلچسپ ڈرامہ)	۵/
۲۸	مہاتما گاندھی کی سندر بانی	۲/			

نویدک :- رام لال ورما مینیجر مارتنڈ و سکھ ساگر سید مٹھا بازار لاہور

مہاتما بھرتری ہری جی کا
نیتی شتک معہ تشریح

سنسار میں سکھ اور شانتی سے زندگی بسر کرنے کے لیئے انسان کو نیتی گیان کی بڑی ضرورت ہے۔ اور اس کیلیئے مہاتما بھرتری ہری جی کا نیتی شتک سنسکرت زبان میں ایک چوٹی کا گرنتھ ہے۔ اردو دان احباب کے فائدے کے لیئے ہم نے اس مشہور کتاب کا با تشریح اردو ترجمہ کر دیا ہے جسمیں بہت سی اخلاقی اور تواریخی کتابوں اور سنت مہاتماؤں کی بانیوں سے مدد لی گئی ہے۔ کتاب اتنی دلچسپ ہے کہ ایک بار شروع کرکے ختم کیئے بغیر ہاتھ سے نہ رکھو گے اور وہ آنند ملیگا۔ جو کہ سنسار کی کسی چیز سے بھی نہیں مل سکتا

قیمت مجلد کتاب صرف ۱۰/

شری بھاگوت بھگتی پرکاش

گیان دھیان اور ویراگیہ کی منوہر کتھائیں

ان کتھاؤں کے پڑھنے سے چت پرسن ہو کر آنند سوروپ مگن ہو جاتا ہے اور انسان سکھ کے ساگر میں لہریں لینے لگتا ہے۔ دکھوں اور فکروں سے ستائے ہوؤں کے لیئے امرت کی مانند ہے۔ قیمت ۱۰/

مہاتما بھرتری ہری جی کا
ویراگ شتک معہ تشریح

مکتی کے خواہشمندوں کے لیئے مہاتما بھرتری ہری جی کی اس شہرہ آفاق کتاب کا مطالعہ بہت ضروری ہے۔ سنت مہاتماؤں کی ویراگ پورن کتھاؤں اور اردو ہندی کے شاعروں کے پُر از نصیحت کلام سے اس کتاب کو چار چاند لگ گئے ہیں۔ اگر آپ اس سنسار اور اس کے بھوگوں کی اصلیت سے آگاہ ہونا چاہیں۔ تو اس ویراگ شتک کو ضرور پڑھیں ؎

قیمت مجلد ۸/

N. K. Dalabutta

Rs 1/8/-

8th March 1937.

V.P. 312
Paisa Akhbar
Lahore